

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد راقی حنفی مدنی صاحب
کے تشریح آفاق مکتوبات شریف کی پہلی اردو شرح

المکتوبات

شرح مکتوبات

شرح
ابو البیان محمد سعید احمد مجددی

ابو البیان محمد سعید احمد مجددی

حضرت شارح مکتوبات رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا

”میرے پاس پاکستان سے متعدد رسائل آتے ہیں اور میں ان سب کو احباب میں تقسیم کر دیتا ہوں سوائے ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام کے، جس میں مکتوبات شریفہ کی شرح ہوتی ہے۔ میں اس رسالے کو فائل کر لیتا ہوں، اپنے سرہانے رکھتا ہوں اور گاہے گاہے اسکا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔

نبیرہ حضرت مجدد الف ثانی

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی الازہری رحمۃ اللہ علیہ

زیب سجادہ درگاہ حضرت ابوالخیر (دہلی، انڈیا)



حضرت مصنف غلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس شرح کو علمی دیانت اور دل سوزی کے ساتھ دور حاضر کی معیاری اور علمی مروج اردو زبان میں تحریر کیا ہے جس میں مختلف فنون کی لاتعداد مصطلحات کو آسان پیرایہ میں پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مکتوبات امام ربانی کے اولین شارحین حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد سعید سرہندی مجددی، حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد معصوم سرہندی مجددی اور حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہم کے بعد (جن کا کام فارسی زبان میں ہے) اردو زبان میں یہ اولین اور مفصل شرح مجددی لٹریچر میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور رہتی دنیا تک زندہ رہے گی۔

راقم کو بعض مراقبات سے واضح ہوا ہے کہ حضرت مصنف غلام کا یہ کارنامہ بارگاہ حضرت مجدد الف ثانی میں قبولیت پا چکا ہے کیونکہ یہ انہی کی روح مبارک کی مسلسل توجہ سے وجود میں آیا ہے۔

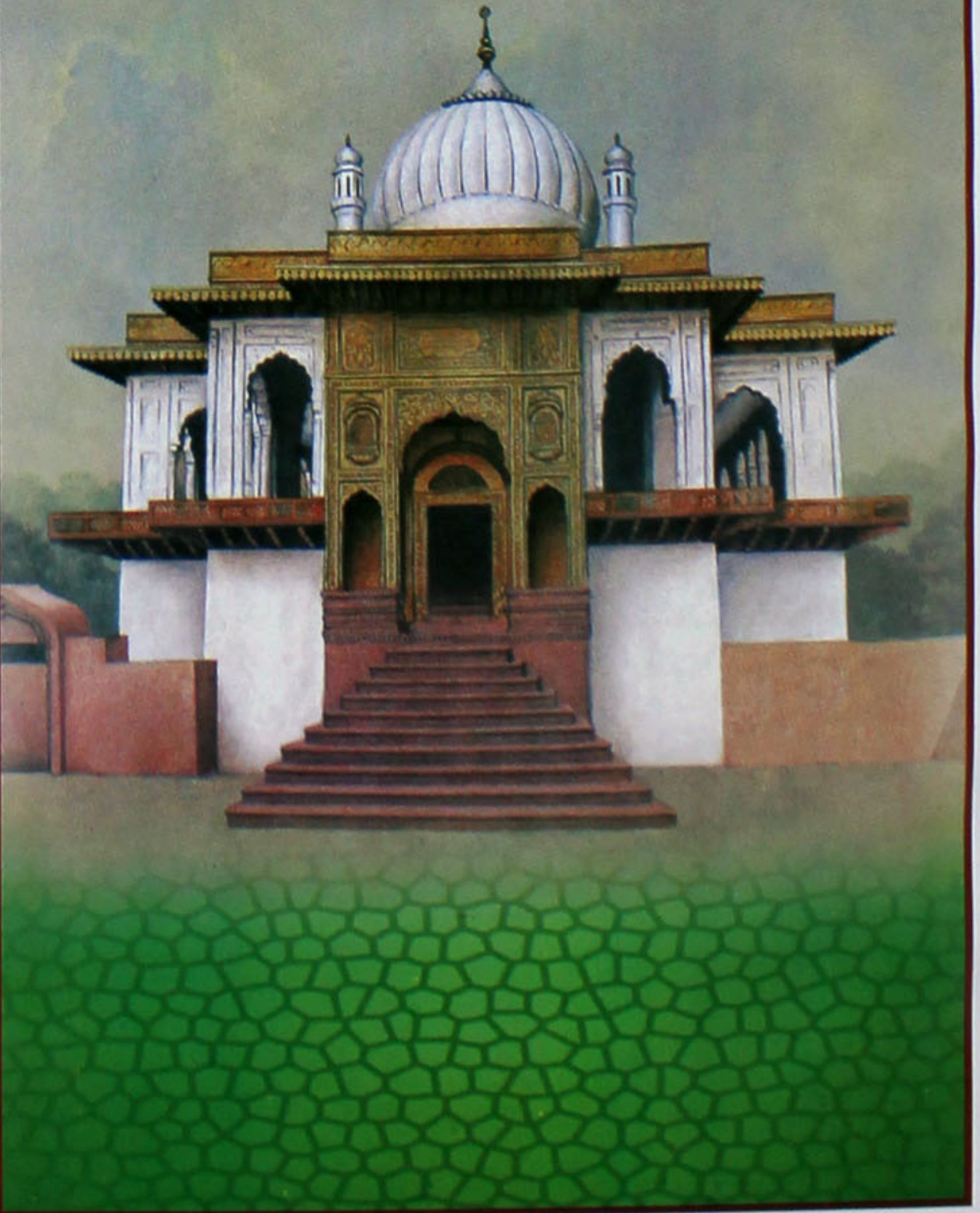
پروفیسر سید محمد کبیر احمد مظہر نقشبندی مجددی توکل

سابق چیئرمین: شعبہ عربی زبان و ادب، پنجاب یونیورسٹی

بانی و چیئرمین: ذکری فاؤنڈیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ) لاہور

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلع الوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار



حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی امیر المومنین شیخ احمد فاروقی حنفی سرسری مدظلہ العالی

کے کتاب و سنت کی روشنی میں شریعت، طہارت
و حقیقت کے علوم و معارف پر مشتمل شہرہ آفاق مکتوبات شریفیہ
کی پہلی اردو شرح

ستمی بہ

کتاب

شرح

مکتوبات

جلد دوم

شاح

ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی

121 بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
پاکستان +92-431-841160

نظم الاملا پبلیکیشنز

جُمْلہ حقوق بحقِ ادارہ محفوظ



پہلا ایڈیشن 2002ء تعداد 1.100

پہلا ایڈیشن 2008ء تعداد 1.100

..... 400 روپے

خطاطی نائل:

محمد امداد احمد ابن صوفی خورشید عالم خورشید رقم

خطاطی:

واجد محمود یا قوت رقم • محمد امان اللہ قادری

خورشید عالم گوہر قلم • محمد وسیم صدیقی



ناشر

تنظیم الاسلام سٹی کیٹریج

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

Tanzeem-ul-Islam Publications

121-B Model Town Gujranwala Pakistan

Ph # +92 55 3841160 3731933 Mob 0333 4322012

URL: www.tanzeem-ul-islam.org

E-mail: tanzeemulislam@yahoo.com

tanzeemulislam@hotmail.com



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لَا يَأْتِي الْكَاذِبِينَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لَا يَأْتِي الْكَاذِبِينَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لَا يَأْتِي الْكَاذِبِينَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لَا يَأْتِي الْكَاذِبِينَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لَا يَأْتِي الْكَاذِبِينَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لَا يَأْتِي الْكَاذِبِينَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لَا يَأْتِي الْكَاذِبِينَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لَا يَأْتِي الْكَاذِبِينَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لَا يَأْتِي الْكَاذِبِينَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَالْحَقُّ لَا يَأْتِي الْكَاذِبِينَ

رَبِّ الْكَافِرِينَ

تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
وَتُبِّعْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

اللَّهُمَّ
انكُ عَفْوِي حَيْبُ الْعَفْوِ وَأَعْفُ
عَنِّي يَا عَفْوُورُ يَا عَفْوُورُ

اَسْتَغْفِرُكَ يَا قَرِيبُ اِلَى اللَّهِ فَمَنْتَ مَا كَرِهَ اللَّهُ

مُنْجَا قَوْلِكَ وَفَعَلًا وَخَاطِرًا وَسَبَابًا نَاطِقًا

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ



صَلَّى اللَّهُ عَلَى جَسَدِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

الاهل

وارث کمالات محمدیہ
 مہبط علوم حمیدیہ
 حال نسبت صدیقیہ
 امیر عساکر اسلامیہ
 خلیفۃ اللہ المعبود
 قیوم الوقت والموجود

الانام
 الملک الملک الملک

کے حضورِ ناز میں بصد شوق و انگسار ارمان نیاز

گر قبول افتد زبے عز و شرف

ابوالیمان محمد سعید زکریا

نہاں ولایتِ محمدیہ : نجاتِ شریعتِ مصطفویہ

کاشفِ اسرارِ سبعِ مثانی : عالمِ علومِ مقطعاتِ قرآنی

رماعِ ربانی . عارفِ حقائق . قیومِ زمینی

شیخِ الاسلامِ مسلمین ، آیۃ اللہ فی الارضین

مشیح احکامِ فاروقی

حنفی ، ماتریدی ، نقشبندی ، سرسبندی

مجدد الف سنی

اولینی . رحمانی

قدس سرہ الشیحانی

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۸	اعاطہ - سرکان	۲۲	پیش لفظ
۲۸	قرب - معصیت		مکتوب ۳۱
۲۲	شیخ اکبر کا نظریہ توحید		متن: فقیر از خوردی بار مشرب
۲۲	ذات و صفات	۲۹	اہل توحید بود
۲۳	عالم اور خدا	۲۹	ترجمہ، شرح
۲۳	حضرت امام ربانی کا نظریہ توحید	۳۰	توحید و جودی کا ظہور
۲۳	ذات و صفات		متن: دقائق معارف شیخ محی الدین
۲۵	عالم اور خدا	۳۰	ابن العربی مشرف گشت
۲۶	تنزیہ و تشبیہ	۳۱	ترجمہ
۲۸	اصل اور ظل	۳۲	شرح
۲۸	ظل کے معنی	۳۳	بینات
۲۹	انسان اور خدا	۳۳	توحید شہودی کا ظہور
۵۰	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ		متن: ناگاہ عنایت بیغایت حضرت
۵۱	حضرت شاہ ولی اللہ کا نظریہ تطبیق	۳۳	الشر علی سلطانہ از در کیہ غیب ظہور آید
۵۲	خواجہ میر ناصر عندلیب قدس سرہ	۳۵	ترجمہ
۵۲	حضرت خواجہ میر درد کا موقف	۳۶	شرح
۵۲	حضرت علامہ محمد یوسف بگرامی کا موقف	۳۷	بینات

مکتوب ۲۲		حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید
« متن: از عدم دریافت نسبت خاصہ	۵۵	دہوی قدس سرہ
« ترجمہ		حضرت علامہ غلام محیی رحمۃ اللہ علیہ
« شرح	۵۶	کا نقطہ نظر
« اکابر نقشبندیہ کی نسبت خاصہ		حضرت شاہ غلام علی دہوی قدس سرہ
« متن: ہر مقامی را علوم و معارف	۵۷	کاسرمان
« دیگرست	»	مختلف آراء
« ترجمہ	۵۸	علامہ محمد اقبال مرحوم
« شرح	۵۹	ڈاکٹر قاسم السامرائی
« حضرت امام مہدی علیہ السلام نسبت	۵۹	پروفیسر برجان احمد فاروقی کی تحقیق
« نقشبندیہ کی تکمیل فرمائیں گے		« متن: عجب ست کہ شیخ محی الدین بابا
« متن: از مشائخ طبقات کم کے		او ذات واجب تعالیٰ را جمول مطلق
« ازین مقام خبر داده است	۶۶	میگویند
« ترجمہ	۶۷	ترجمہ، شرح
« شرح		حضرت شیخ محی الدین ابن العربی کے
« طبقات مشائخ	۶۸	کلام میں تناقضات کی توجیہات
« متن: در باب میاں شیخ الہ داد ...	۶۹	بینہ
« ترجمہ		« متن: بعضے را کثرت مراقبات تعینہ
« شرح	۶۹	برین احکام می آرد
« میاں شیخ الشرداد	۷۰	ترجمہ، شرح
« مستشرقین کی غلط فہمی کا ازالہ	۷۱	عوارض توحید و جہودی
مکتوب ۲۳	۷۲	وعدت وجود سے انکار

۱۰۳	عالم امر کے جواہر خمسه	۸۹	علمائے سو کی مذمت
"	عالم خلق کے جواہر خمسه	۸۹	متن علماء را محبت دُنیا.....
۱۰۴	متن: عرش مجید مبداء این جواہر عالم است....	۸۹	ترجمہ
"	ترجمہ	۹۱	تخریج حدیث
"	شرح	۹۲	شرح
۱۰۵	عقل، نفس، خیال	"	علماء سو کا حشر
"	لطائفِ عشرہ	"	علمائے آخرت کی فضیلت
۱۰۶	عالم امر اور عالم خلق	۹۲	متن: علمائے کہ از دُنیا بے رغبت..
۱۰۷	متن: عرش برزخ ست....	" علمائے آخرت اند....
۱۰۸	ترجمہ	۹۳	ترجمہ، شرح
"	شرح	"	تذکیہ نفس اور تعلقاتِ دُنیا
"	برزخیت عرش و قلب	"	متن
۱۰۹	قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے	۹۵	ترجمہ
۱۱۰	مراتب جواہر خمسه	۹۶	شرح
"	متن	۹۷	صوفیا کرام اور حقیقتِ دُنیا
۱۱۱	ترجمہ	"	نسبت دوام حضور مع اللہ
"	شرح	"	مکتوب ۳۲
۱۱۲	تجلیات ذاتیہ کے دو معنی	۱۰۱	متن: فلسفی کہ دیدہ بصیرت اور..
"	مکتوب ۳۵	"	از حقیقت عالم امر تا بینا.....
"	متن: مقصود از بسیر و سلوک	"	ترجمہ
۱۱۵	تذکیہ نفس امارہ است....	۱۰۲	شرح
			اہل فلسفہ کی جہالت

۱۲۶	شرح	۱۱۵	ترجمہ، شرح
"	تجلیاتِ سہ گانہ سے مراد	"	سیر و سلوک سے مراد تزکیہ نفس ہے
۱۲۹	مکتوب ۳۷	۱۱۶	فنائے مطلق اور محبت ذاتی
"	متن: طریق ایشاں کبریت احمر	"	متن
"	ست و بیہنی بر متابعت سنت.....	"	ترجمہ
"	ترجمہ	۱۱۷	شرح
۱۳۰	شرح	"	مکتوب ۳۶
"	نہایت نقشبندیہ سنت نبوی پر مبنی ہے	۱۲۱	متن: شریعتِ راستہ جزو است
"	احیائے سنت کا ذوق	"	ترجمہ، شرح
۱۳۱	بینہ	۱۲۲	علم، عمل اور اخلاص
"	نماز اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے	"	صورتِ اخلاص
"	مکتوب ۳۸	۱۲۳	حقیقتِ اخلاص
"	متن: اوہرچہ مادون بخت است	"	حقیقت و طریقت سے مراد
۱۳۵	تعالیٰ شانہ.....	۱۲۴	مقام رضا کی ترغیب
"	ترجمہ، شرح	"	متن: احوال و مواجید و علوم و معارف
۱۳۶	صفاتِ حق لاہو و لا غیرہ ہیں	"	کہ صوفیاء..... نہ از مقاصد.....
"	غیریت کی دو قسمیں	"	ترجمہ
"	غیریت مطلقہ	۱۲۵	شرح
"	غیریت مصطلحہ	"	بینہ
۱۳۷	حقیقت معرفت	"	متن: از تجلیاتِ سہ گانہ و مشاہدات
۱۳۸	امام عظیم اور معرفت	"	عارفانہ گزاریندہ.....
۱۳۹	اقسام معرفت و فنا	۱۲۶	ترجمہ

۱۶۱	قلب غیب، قلب شہید، قلب سلیم	۱۲۹	مقامات عشرہ مقدمات فائز
"	امراض قلب		متن؛ لاجرم تحصیل مقدمات فنا کہ
"	حدیث نفس، خطرہ، نظر بہ غیر	۱۳۰	مقامات عشرہ است
"	خطرات قلب کی چار اقسام	"	ترجمہ
۱۶۲	بینہ	"	شرح
	مکتوب ۲۰	۱۳۱	مقامات عشرہ کی تفصیل
	متن؛ معلوم شد کہ مقصود ازین سیر	"	توبہ
۱۶۵	و سلوک تحصیل مقام اخلاص	۱۳۲	زہد
"	ترجمہ، شرح	۱۳۵	قناعت
۱۶۶	علم کی اقسام	۱۳۶	توکل
۱۶۷	علم حصولی	۱۳۷	صبر
"	علم حضوری	۱۳۸	شکر
"	بینہ	۱۵۰	خوف
"	اخلاص لعا دیت نبوی کی روشنی میں	۱۵۱	رجاء
۱۶۸	حضرت جنید بغدادی اور اخلاص	۱۵۲	فقر
"	صورت اخلاص	۱۵۳	رضا
"	حقیقت اخلاص		مکتوب ۲۹
"	مکتوب ۲۱	۱۵۷	متن؛ مدار کار بر قلب است
	متن؛ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	"	ترجمہ
۱۶۳	محبوب رب العالمین است	۱۵۸	شرح
"	ترجمہ، شرح	"	اعمال و احوال کا دار و مدار قلب پر ہے
۱۶۴	محبوبیت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت	۱۶۰	اقسام قلب

۱۹۵	راہ دست می ہد دو قسم است توحید شہودی و توحید وجودی	۱۷۲	شریعت، طریقت و حقیقت کا مفہوم
"	ترجمہ	"	متن
۱۹۶	شرح	۱۷۷	ترجمہ، شرح
"	توحید وجودی و شہودی	"	طریقت اور حقیقت کا فرق
"	معارف یقین	۱۷۸	صوفیائے وجودیہ کے اقوال سکریہ
۱۹۷	مثال	۱۷۹	بینہ
"	معارف یقین حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ مخصوص ہیں	"	مقام صدیقیت
"	متن: توحید شہودی از ضروریات این راہ است	"	متن: موافقت معارف باطن و باعلوم شرعیہ ... در مقام صدیقیت است ...
۱۹۸	ترجمہ، شرح	۱۸۳	ترجمہ، شرح
"	متن: بعضی از مشائخ کہ بظاہر شریعت حقہ مخالفت	"	وحی و الہام میں فرق
"	ترجمہ، شرح	"	مکتوب ۲۲
۱۹۹	تصور وحدت الوجود اور حضرت امام ربانی قدس سرہ	۱۸۷	متن: ازالہ آں زنگ اتباع سنت سنیہ مصطفویہ است
"	حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق	"	ترجمہ
۲۰۱	محدث دہلوی قدس سرہ	"	شرح
"	متن: میاں عبدالحق کہ یکے از مخلصان ایشانند نقل کردند	۱۸۸	ارباب تفرقہ دار باب جمعیت
۲۰۲	ترجمہ، شرح	۱۸۹	اہل دل
"		"	اتباع سنت
۲۰۳		۱۹۱	ریاضت و سنت کا فرق
			مکتوب ۲۳
			متن: توحید کیہ در اثناء راہ این طائفہ

۲۱۳	چنیں وحدت اور سمانہ بلکہ نبوت محمد	۲۱۳	حضرت امام ربانی اور ان کے ناقدین
۲۴۷	رسول اللہ... محتج یہ بیچ فکر و دلیل....	۲۱۹	عبدی اور شیخ آدم بنوری
۲۴۸	ترجمہ، شرح	۲۲۶	نتیجہ
"	تمام ایمانیات و احکام شرعیہ بدیہی ہیں		مکتوب ۴۴
	مکتوب ۴۷		متن: میراثی از فقر محمدی....
	متن: بادشاہ نسبت بعالم درنگ	۲۲۹	بدست آوردہ اند.....
۲۵۲	دل است....	"	ترجمہ، شرح
۲۵۳	ترجمہ	"	فقر کا معنی
"	شرح	۲۳۰	فقر قرآن و حدیث کی روشنی میں
۲۵۵	حضرت مجدد الف ثانی اور احیائے دین	۲۳۱	فقر کی تعریف
	مکتوب ۴۸	۲۳۳	فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
	متن: ذکر تقدیم طالب علمان پر		مکتوب ۴۵
۲۵۹	صوفیان در نظر ہمت بسیار زیبا.....		متن: دوستان خدائے عزوجل بحکم
"	ترجمہ	۲۳۹	المراء مع من احب با خدا اند.....
۲۶۰	شرح	"	ترجمہ
۲۶۲	ترویج شریعت کی فضیلت	۲۴۰	شرح
	مکتوب ۴۹		قبور اولیاء سے حصول فیض قائم
	ظاہری اور باطنی سعادتوں کا راز	۲۴۱	قلب پر موقوف ہے
۲۶۷	احکام شرعیہ کی پابندی میں ہے		انسان اپنی جامعیت کی جہت سے
	مکتوب ۵۰	۲۴۲	بہترین خلق بھی ہے اور بدترین خلق بھی
	متن: دنیا بظاہر شیریں لست		مکتوب ۴۶
۲۷۱	و بصورت طراوت.....		متن: وجود باری تعالیٰ و تقدس و ہم

۲۸۷	کلمہ طیبہ تزکیہ نفس کا مجرب علاج ہے	۲۷۱	ترجمہ، شرح
"	متن	"	ترک دنیا کا فلسفہ
۲۸۸	ترجمہ	۲۷۲	وصیت کا بہترین طریقہ
"	شرح	۲۷۲	محاسبہ عاجلہ و آجلہ
"	مقام طریقت		مکتوب ۵۱
"	مقام حقیقت	۲۷۷	متن: امر و نہی باہل اسلام را....
۲۸۹	بینہ	۲۷۸	ترجمہ، شرح
	مکتوب ۵۲	"	ترغیب اچانے دین
۲۹۳	دین دار عالم کی تقرری کی سفارش	"	حضرت دہلی
"	متن	"	متن
"	ترجمہ، شرح	۲۷۹	ترجمہ، شرح
۲۹۴	علماء کی دو قسمیں	۲۸۰	والدہ بزرگوار
	مکتوب ۵۲		مکتوب ۵۲
	متن: فساد صحبت مبتدع زیادہ		متن: نفس امارہ انسانی... برب
۲۹۹	افساد صحبت کافر است....	۲۸۳	جاہ....
"	ترجمہ، شرح	"	ترجمہ
"	بدعتی کی محبت کافاد	۲۸۴	شرح
۳۰۱	صحابہ کرام اور فرقہ رافضیہ		
	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن	۲۸۶	ریاضت کی دو قسمیں ہیں
۳۰۲	کو لغت قریش پر جمع کیا	"	ریاضت تابعین
	متن: نیرید.... آگ بد بخت کردہ	"	ریاضت منکرین
۳۰۲	بیچ کافر فرنگ نکند....		

۳۲۳	طریق صحابہ کرام است.....	۳۰۳	ترجمہ، شرح
"	ترجمہ		مکتوب ۵۵
"	شرح		حب اہل بیت رضی اللہ عنہم اور
	مکتوب ۵۹	۳۰۴	فضائل سادات کرام
۳۲۴	متن: آدمی راز سہ چیز چارہ نیست۔	۴	متن، ترجمہ
"	ترجمہ	۳۰۸	شرح
"	شرح		مکتوب ۵۶
	متن: ونجات بے اتباع این	۳۱۲	ایک سید بزرگ کی مالی امداد کے لیے سفارش
۳۲۸	بزرگواراں متصور نیست.....		مکتوب ۵۷
"	ترجمہ		طریقت و حقیقت سے مراد
"	شرح	۳۱۷	باطن شریعت ہے
۳۲۹	فخالفین اہلسنت		متن: حقیقت و طریقت عبارت از
"	معتزلہ	"	حقیقت شریعت است....
"	خوارج	"	ترجمہ، شرح
"	روافض		مکتوب ۵۸
	مکتوب ۶۰	۳۲۱	متن: بخدو ما این راہ... ہفت گام است
	متن: منع خواطر و دفع وساوس....	"	ترجمہ
۳۳۳	حاصل است	"	شرح
"	ترجمہ	۳۲۲	بینہ
"	شرح	۳۲۳	متن: طریق نقشبندیہ اقرب طرق....
۳۳۴	یاد کرد اور زیاد داشت کا طریقہ و فرق	"	ترجمہ، شرح
"	بینہ		متن: طریق این بزرگواراں بینہ

۳۴۹	وصول الی اللہ کے دورے	۳۲۵	ترجیماتِ اربعہ
۳۴۹	متن: طریقہ وصول زاد و جزو است ...	"	جمعیت
"	ترجمہ	"	حضور
"	شرح	"	جذبات
۳۵۰	جذبہ و سلوک	"	واردات
"	جذبہ ہدایت	"	بینہ
"	جذبہ نہایت	"	مکتوب ۶۱
۳۵۱	بینہ	۳۲۹	متن: چوں مہی از طلب و شوق
"	سیر فی اللہ	"	ترجمہ، شرح
"	مکتوب ۶۳	"	درد و شوق کی اہمیت
	متن: این بزرگواران در اصول		متن: این محافظت تا زمان
۳۵۵	دین متفق اند ...	۳۳۰	وصول بشیخ کامل و مکمل است ...
"	ترجمہ، شرح	۳۳۱	ترجمہ، شرح
۳۵۶	ضرورت نبوت	۳۳۲	شیخ کامل کی تعریف و علامات
۳۵۷	اصول دین	۳۳۳	شیخ ناقص
"	بینہ	۳۳۴	فنا کا معنی و تعریف
۳۵۸	متن: و از جملہ کلمات متفقہ ...	"	فنا کی تین اقسام
"	ترجمہ، شرح	"	فنا فی الشیخ
"	توحید باری تعالیٰ	۳۳۵	فنا فی الرسول
۳۵۹	انبیائے کرام کی بشریت مطہرہ	"	فنا فی اللہ
"	بینہ	"	بینہ
۳۶۰	معصومیتِ ملائکہ	"	مکتوب ۶۲

۳۸۲	ترجمہ، شرح	۳۶۳	مکتوب ۶۴
۳۸۵	قبض اور بسط		متن، در این نشاۃ کہ روح بمقام
	مشابہات کے متعلق متکلمین	۳۶۳	جسم تنزل نموده است
۳۸۶	اہل سنت کی آرا	"	ترجمہ، شرح
۳۸۷	مفوضین	۳۶۴	لذت و الم کی اقام
"	مؤولین		متن: پس مقصود از خلقت
"	حضرت امام ربانی کا موقف	۳۶۵	انسان خواری اوست
"	مکتوب ۶۸	"	ترجمہ، شرح
۳۹۱	متن: تواضع از ارباب غنا زیباست		مکتوب ۶۵
"	ترجمہ، شرح		متن: غربت اسلام تا بحدی
	مکتوب ۶۹	۳۶۹	رسیدہ است
۳۹۷	متن: چوں رعایت آداب فقرا نموده	۳۷۰	ترجمہ، شرح
"	ترجمہ، شرح	۳۷۲	متن: از محبت عزیزے کہ بواسطہ محبت
	متن: بالجملہ طریق النجاة متابعہ	"	ترجمہ، شرح
۳۹۸	اہل السنۃ و الجماعۃ	"	باہمی الفت طبعی محبت کی وجہ ہوتی ہے
"	ترجمہ، شرح		مکتوب ۶۶
	مکتوب ۷۰		متن: این طریقہ بعینہ طریق
	متن: آدمی را ہم چنانکہ جامعیت	۳۷۷	اصحاب کرام است
۴۰۲	سبب قرب و تکریم	"	ترجمہ، شرح
"	ترجمہ، شرح		مکتوب ۶۷
"	جامعیت انسان		متن: تلویحات احوال از لوازم
	متن: گرفتاری یکے کہ منزہ است	۳۸۲	صفت امکان است

۴۲۵	متن: از فضول مباحات اجتناب پید	۴۰۴	ازیکے.....
"	ترجمہ	۴۰۵	ترجمہ، شرح
"	شرح	۴۰۶	بینہ
۴۲۶	رخصت و عزیمت کا فرق	۴۰۷	صورت نیت اور حقیقت نیت
"	متن: اکابر نقشبندیہ عمل بعزیمت اختیار کردہ اند.....		مکتوب ۱
"	ترجمہ	۴۱۱	متن: شکر منعم بر منعم علیہ واجب است.....
"	شرح	"	ترجمہ
۴۲۷	رخصت	"	شرح
۴۲۸	عزیمت	"	شکر کی تعریف
۴۲۹	بینہ	۴۱۲	نعمت کی قسمیں
"	فکر آخرت	۴۱۳	متن
"	متن	"	ترجمہ، شرح
"	ترجمہ	"	بینہ ۱
"	شرح	۴۱۵	بینہ ۲
۴۳۰	مکتوب ۲		مکتوب ۲
۴۳۱	فقر کی اہمیت	۴۱۹	ترک دنیا کا مفہوم
"	متن: محبت فقراء..... سرمایہ سعادت است.....	۴۲۳	مکتوب ۳
"	ترجمہ	"	متن: دنیا محل آزمائش و ابتلا ہے.....
"	شرح	"	ترجمہ
۴۳۲	خلافت شرع لقب پر تنبیہ	۴۲۴	شرح
			بینہ

۲۵۲	حقوق العباد کی اہمیت	۲۳۵	متن
"	متن	"	ترجمہ
۲۵۵	ترجمہ، شرح	"	شرح
۲۵۶	لاہور بلا دہند میں قطب ارشاد کی مانند		مکتوب ۵
"	متن، و آن بلده نزد فقیر، پیمو	۲۳۹	متن
"	قطب ارشاد است.....	"	ترجمہ
"	ترجمہ، شرح	"	شرح
۲۵۸	متن: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا يزال طائفۃ من امتی.....	۲۴۲	قبل توجہ صرف اپنا شیخ ہی ہونا چاہیے مکتوب ۶
۲۵۹	ترجمہ، شرح		متن امدار نجات برد و جزو... معبر پورع
۲۶۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مختصر تعارف	۲۴۴	و تقویٰ
	حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ	"	ترجمہ، شرح
۲۶۱	کا مختصر تعارف	۲۴۸	ورع کی تعریف
۲۶۲	بینات	"	احادیث نبویہ اور ورع
	مکتوب ۷	۲۴۹	سیدنا صدیق اکبر اور ورع
	متن: عبادت خدائے ہیچون و	"	سیدنا عمر فاروق اور ورع
۲۶۴	بیچگون جل سلطانہ وقتے میسر.....	"	امام عظیم اور ورع
"	ترجمہ، شرح	۲۵۰	امام ربانی اور ورع
۲۶۸	بے چون و بے چگون	"	اہل ورع کے طبقات
	صفات باری تعالیٰ اور	۲۵۲	حصول ورع کیلئے دس چیزیں لازم ہیں
۲۶۹	حضرت امام ربانی	"	تقویٰ کی تعریف
	حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ کا ہیچون	۲۵۳	تقویٰ کی اقسام

۴۹۱	بینہ ۱	۴۴۰	اور بیچگون کے بائے موقف
۴۹۲	بینہ ۲	۴۴۱	حق تعالیٰ کی ذات و صفات بیچون ہیں
	مکتوب ۹	۴۴۲	حق تعالیٰ کا مثل نہیں مثال ہو سکتی ہے
	متن: محمد رسول اللہ جامع جمع	۴۴۳	بینہ ۱
۴۹۵	کمالات اسمائی و صفاتی است.....	"	بینہ ۲
"	ترجمہ، شرح		متن: گفتہ اند ولایت نبی افضل
۵۰۰	بینہ ۲، ۱	۴۴۴	است از نبوت او.....
۵۰۱	بینہ ۳، ۲، ۵	"	ترجمہ، شرح
۵۰۲	جامعیت قرآن		متن: سبب عدم الوصول الی
"	متن، ترجمہ، شرح	۴۴۸	تلك الولاية.....
۵۰۳	شریعت محمدیہ کی جامعیت	"	ترجمہ، شرح
۵۰۴	متن	۴۴۹	متابعت نبوی کے درجات سببہ
"	ترجمہ، شرح	۴۸۱	ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ
۵۰۵	بینہ نمبر ۶		مکتوب ۸
	مکتوب ۸۰		متن: چند روز است کہ از سفر
	متن: احتمال تقیہ را در مادہ	۴۸۹	دہلی و آگرہ مراجعت.....
۵۱۱	اسد اللہ... این قسم نفاق متصور نیست	"	ترجمہ، شرح
"	ترجمہ	"	سیر آفاقی
"	شرح	۴۹۰	سیر انفسی
	متن: قرآن را از... جمع ساخته اند		متن: حق سبحانہ و تعالیٰ بر احوال...
	ترجمہ	۴۹۱	مطلع است.....
	شرح	"	ترجمہ، شرح

۵۲۶	بیعت کردند.....	۵۱۴	جمع و تدوین قرآن
"	ترجمہ	۵۱۵	جمع قرآن عہد نبوی میں
"	شرح	۵۱۶	کتابت قرآن
۵۲۷	صحابہ کرام نضائی خواہشات سے پاک تھے	۵۱۷	جمع قرآن عہد صدیقی میں
۵۲۸	مشاجرات صحابہ کے متعلق حضرت	۵۱۸	ترتیب کتابت میں احتیاطی تدابیر
۵۲۹	امام ربانی کا موقف	۵۲۰	خصوصیات مصحف ابو بکر رضی اللہ عنہ
"	متن: آن اختلاف بنی براجمہا و لہود.....	"	تدوین ثالت کے اسباب و محرکات
"	ترجمہ، شرح	۵۲۱	حضرت عثمان غنی کا عظیم کارنامہ
۵۳۰	بینات	۵۲۲	تدوین ثالت
۵۳۱	بغض امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ)	"	مصحف عثمانی کی خصوصیات
۵۳۲	کا دل سے نکالنا	۵۲۵	تدوین قرآن کا مقصد
		۵۲۶	حضرت صدیق اکبر کی اجماعی بیعت
		"	متن: و رغبت بجنرت صدیق

۵ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

البینات شرح مکتوبات کی دوسری جلد ۳۱ تا ۸۰ مکتوبات پر مشتمل ہے پہلے ۶۲ مکتوبات کی شرح مرشدی حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ السردی نے اپنے دستِ اقدس سے فرمائی جب کہ زندگی کے آخری ایام میں بسترِ علالت پر زبانی طور پر آپ نے ۶۶ تک مکتوبات کی شرح بیان فرمائی جس کو احباب ضبطِ تحریر میں لاتے اور بعد ازاں آپ دوبارہ سن کر ان کی تصحیح بھی خود ہی فرماتے تھے اور کسی خاص مسئلہ میں حوالہ جات اور دیگر معاون کتب کے متعلق بھی ارشاد فرماتے، اس سلسلہ میں مکاتیب کے نمبر اور دفعہ تک آپ کو ازبر تھے، یوں یہ کام آپ کی راہنمائی اور روحانی توجہ سے چلتا رہا۔

حضور ابوالبیان علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے حلقہٴ ارادت و تربیت میں بیٹھنے والے نوجوان اور باصلاحیت علماء و فضلاء کی اس طرح ظاہری و باطنی تربیت فرمائی تھی کہ شرح مکتوبات کی ترتیب و اشاعت کا کام کسی طور بھی متاثر نہ ہونے پائے۔ بجا اللہ آج آپ کے فیوضات سے بہرہ ور یہی نیاز مند اس علمی و تحریری کام کو اپنے روحانی راہنما کا حکم جان کر اپنے لیے عین سعادت سمجھتے ہوئے رہا انجام دے رہے ہیں۔ تاہم اگر آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے اس شرح کی تکمیل ہو جاتی تو نجائے کیے رموز و معارف اور گوہرِ نایاب طالبانِ شوق کے ہاتھ لگتے۔

حضرت مرشدی علیہ الرحمۃ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ۶، ۲، مکتوبات شریفہ کی شرح بصورتِ دروس ارشاد فرمائی جو شرح مکتوبات کی آئندہ جلدوں کے لیے بنیادی علمی ماخذ اور معاون ثابت ہوں گے۔ شائقینِ علومِ روحانیت کے لیے یہ امر انتہائی باعثِ مسرت ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے خصوصاً علوم و معارف پر مشتمل رسالہ مبداء و معاد کی پہلی اردو شرح بنام سعادتہ العباد بھی دو جلدوں میں مکمل شائع ہو چکی ہے۔

علاوہ ازیں ہمارے مرشد و مربی حضرت ابوالبیان قدس سرہ نے اہمات کتب تصوف میں شامل کشف المحجوب (جو کہ قدوۃ الکاملین حضرت سید مخدوم علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے علوم و معارف پر مشتمل ہے) کی شرح بصورت درس آٹھ سال میں مکمل فرمائی۔ انشاء اللہ یہ شرح بھی عنقریب شائقین تصوف کے ہاتھوں میں ہوگی۔

لیجئے! البینات (جلد دوم) نئی آب و تاب اور حسن صوری و معنوی کے جملہ لوازمات سے مزین ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کی ترتیب و تسوید، حوالہ جات اور پروف ریڈنگ کے کٹھن مہا حل میں علامہ محمد بشارت علی مجددی، علامہ محمد نوید اقبال مجددی اور علامہ تنویر حسین مجددی، مزید برآں ان کے معاونین علامہ انور سعید مجددی، علامہ محمد اشفاق مجددی، علامہ محمد رمضان مجددی، علامہ محمد راشد مجددی، صوفی محمد اکبر شاہ مجددی (مرحوم) ڈاکٹر انوار احمد اعجاز اور سید اظہر علی شاہ مجددی نے جذبہ خدمت سے سرشار ہو کر خوب محنت کی۔

جب کہ طباعت و اشاعت میں محمد سعید احمد صدیقی، محمد ندیم ارشد مجددی، محمد جاوید مجددی اور شہزادہ محمد عارف مجددی کا جذبہ قابل ستائش اور لائق تحسین ہے۔ دعا کہ اللہ رب العزت انہیں داریں کی برکتوں سے سرفراز فرمائے اور یہ حسین کاوش ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

جملہ قارئین سے خصوصی التماس ہے کہ جب وہ شرح مکتوبات کے مطالعہ سے روحانی سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے ہوں تو ایسی مقبول ساعتوں میں شارح مکتوبات پیر طریقت حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی بلندی درجات کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔ علاوہ ازیں البینات کی ان جلدوں میں کہیں متن یا کتابت کی غلطی رہ گئی ہو تو ادارہ کو آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

حصہ اول دفعہ اول جلد اول

نقاد حسین درگاہ حضرت ابوالبیان جتہ

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت شیخ صوفی رحمہ اللہ علیہ

مکتوب الیہ

موضوعات

وحدت الوجود اور وحدت الشہود

حضرت شاہ ولی اللہ کا نظریہ تطبیق اور اس پر نقد و نظر

حضرت ابن عربی علیہ الرحمہ کے کلام میں تناقضات اور انکی توجیہات

عوارض توحید و جود کی اور ان کا تجزیہ

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی شیخ صوفی رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا گیا۔ آپ کے مکتوبات شریفہ میں شیخ صوفی کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے۔ ان کا اصلی نام محمد تھا۔ زبردست صوفی اور بہترین شاعر تھے۔ علوم متداولہ کے مجتہد عالم تھے۔ زندگی کا اکثر حصہ درس و تدریس میں گزارا۔ آپ کے حلقہ درس سے کثیر تعداد میں علما و فضلاء نے کسب کمال کیا آپ کو عبدالرحیم خان خانان نے اپنا صاحب بنا کر اپنے کتب خانے کا ناظم مقرر کیا۔ عمر کے آخری حصے میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

۱۰۳۴ھ میں وصال ہوا۔

مکتوب - ۳۱

مَنْ مَخْدُومًا مَكْرَمًا مُعْتَقِدًا فَقِيرًا زُخْرُومِيًّا بِإِشْرَافِ
 اِبْنِ تَوْحِيدٍ لَبُودٍ وَالِدِ مَرْحُومِ قُدْسِ سُرَّةِ بَطَاهِرِ رَبِّمِينِ
 مَشْرَبٍ بُوْدِهِ... وَبِحُكْمِ ابْنِ الْفَقِيهِ نَصْفِ
 الْفَقِيهِ فَقِيرًا زُخْرُومِيًّا مَشْرَبٍ زُخْرُومِيًّا عِلْمِ حِظِّ
 وَافْرِ بُوْدِهِ وَلَذَّتِ عَظِيمِ وَاشْتِ

ترجمہ: میرے مخدوم و مکرم! اس فقیر کو بچپن سے ہی اہل توحید (وجودی) کے مشرب پر یقین تھا اور اس فقیر کے والد مرحوم قدس سرۃ بھی بطاہر اسی مشرب پر تھے... اور اس قول کے مطابق کہ "فقیر کا بیٹا بھی آدھا فقیر ہوتا ہے" فقیر کو اس مشرب سے علمی طور پر وافر حصہ ملا تھا اور بڑی لذت حاصل رہی تھی۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرۃ النورانی نے یہ مکتوب حضرت شیخ صوفی کے نام تحریر فرمایا سبب یہ ہوا کہ شیخ صوفی کی مجلس میں حاضر کسی شخص نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ قول نقل کیا کہ شیخ صوفی کی مجلس میں میاں شیخ نظام تھانیسری کے کسی درویش نے آپ کے بائے میں غلط تاثر پھیلایا ہے کہ آپ (حضرت مجدد) وحدت الوجود کا انکار کرتے ہیں جس پر لوگوں کو شدید تشویش ہے کہ اصل صورت حال معلوم کرنا چاہیے۔ لہذا ہماری درخواست ہے کہ آپ

وحدت الوجود کے بارے میں اپنے مؤقف کی وضاحت فرمادیں تاکہ لوگ سوء ظن کے فتنے سے بچ سکیں۔ چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ البخانی نے اس شخص ناقل کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے مسئلہ وحدت الوجود اور اس کے متعلقہ مسائل کی حقیقت پر شیخ صوفی کی طرف یہ مکتوب گرامی صادر فرما کر اپنے مؤقف کی وضاحت فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقیر بچپن سے ہی توحید و جودی کا مشرب رکھتا تھا۔ لیکن فقیر کا یہ مشرب از روئے علم تھا نہ کہ از روئے حال یعنی فقیر کے لیے یہ توحید و جودی تو حید قالی تھی نہ کہ توحید حالی۔ کیونکہ حال ہلوک طے کرنے سے تعلق رکھتا ہے اور ابھی تک ہلوک طے نہ کیا تھا۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ فقیر کے والد مرحوم (حضرت شیخ عبد الاحد چشتی رحمۃ اللہ علیہ) بھی بظاہر اسی مشرب (توحید و جودی) پر تھے یعنی بظاہر تو ان کا یہی مشرب تھا لیکن باطنی طور پر آپ احدیت مجرہ اور مرتبہ تنزیہ کی طرف متوجہ تھے۔

توحید و جودی کا ظہور حضرت امام ربانی قدس سرہ البخانی فرماتے ہیں کہ یہ فقیر قبلہ خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں پہنچا آپ نے طریقت عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی تو آپ کی توجہ سے تھوڑی ہی مدت میں اس فقیر پر توحید و جودی منکشف ہو گئی اور اس کے کشف میں بہت مبالغہ پیدا ہوا اور اس مقام (توحید و جودی) کے علوم و معارف اس قدر ظاہر ہوئے کہ توحید و جودی کی باریکیوں میں سے شاید ہی کوئی باریکی رہ گئی ہو جو اس فقیر پر ظاہر نہ کی گئی ہو۔ **وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ**۔

من دقائق معارف شیخ محی الدین ابن
العربی را کما ینبغی لایح
ساخند و تجلی ذاتی کہ صاحب فصوص آن را بیان

فرمودہ است و نہایت عروج جز آن را نمی داند
 و در شان آن تجلی میگوید وَمَا بَعْدَ هَذَا إِلَّا الْعَدَمُ
 الْمَحْضُ بَانَ تَجَلِي ذَاتِي مَشْرُوفِ كَشْتِ وَعِلْمِ وَمَعَارِفِ
 اَنْ تَجَلِي رَا كَه شَيْخٍ مَخْصُوصٍ بِخَاتَمِ الْوَلَايَةِ مَيِّدَانِد نِيَزْبَه
 تَفْصِيلِ مَعْلُومِ شَدْنِد و سَكْرَ وَتِ وَقْتِ و غَلْبَهَ حَالِ
 دَرِيْنِ تَوْجِيْدِ بَحْدَي رَسِيْدِ كَه دَر بَعْضِي عَرِيْضَهَا
 كَه بَحْضَرْتِ خَوَابِه نُوْشْتَه بُوْد اِيْنِ دُو بِيْتِ رَا
 كَه مَرَامِرُ سَكْرِ سَتِ نُوْشْتَه بُوْد - رِبَاعِي

اے دریغاکین شریعتِ ملتِ اعمالی است
 ملتِ ما کافر می و ملتِ ترسانی است
 کفر و ایمان زلف و روئے آن پری زیبائی است
 کفر و ایمان ہر دو اندر راہِ مایکتائی است
 و این حال تا مدت مدید کشید و از شہور بسنین انجامید

ترجمہ: حضرت شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ کے معارف کے دقائق کو جیسا
 کہ چاہیے واضح فرمایا اور وہ تجلی ذاتی جس کے متعلق صاحبِ فصوص (ابن عربی) نے بیان
 فرمایا کہ "میں عروج کی انتہا اس کے سوا نہیں جانتا" اور اس تجلی کی شان میں فرمایا
 کہ "اس کے بعد عدم محض کے سوا اور کچھ نہیں ہے" یہ فقیر اس تجلی ذاتی سے مشرف ہوا

اور اس کے علوم و معارف بھی تفصیل کے ساتھ معلوم ہوئے جن کو شیخ موصوف خاتم الاولیاء کے ساتھ (اپنے ساتھ) مخصوص جانتے ہیں اور اس توحید و جود میں سبک و وقت اور غلبہ حال اس حد تک حاصل ہوا کہ بعض عریضوں میں جو کہ اس فقیر نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں لکھے تھے ان دو شعروں کو بھی لکھا جو کہ سراسر سُکر سے تعلق رکھتے ہیں۔
اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

آہ افسوس! کہ یہ شریعت اندھوں کی ملت ہے۔ ہماری ملت کافر کی ہے یا ترسا کی۔ کفر و ایمان اس پر ہی زیب کے رُخ و زلف کا نام ہے۔ کفر و ایمان دونوں ہماری راہ میں ایک ہی ہیں۔
یہ حالت بڑی مدت تک رہی حتیٰ کہ مہینوں کی بجائے کئی سالوں تک رہی۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اس مکتوب میں اس امر کی صراحت فرمادی ہے کہ اپنے والد مرحوم کے ذوق توحید سے متاثر ہو کر یہ فقیر بچپن ہی سے علمی طور پر توحید و جود کا قائل تھا لیکن حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ کا سلوک طے کرنے کے بعد توحید و جود کی حالی طور پر وارد ہوئی اور توحید و جود کے تمام کثوف و معارف کی تک رسائی حاصل ہوئی اور اس مسئلے میں حضرت ابن عربی قدس سرہ کے تمام دقائق و حقائق سے گماختہ، آگاہی ہوئی اور تجلی ذاتی جس کو شیخ نے ولایت کا آخری مرتبہ قرار دیا ہے اور اپنے ساتھ مخصوص جانا ہے اس سے بھی مشرف ہوا حتیٰ کہ توحید و جود کے سکری علوم و معارف نے اس قدر غلبہ کیا کہ فقیر نے بعض ایسے اشعار بھی حضرت خواجہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھ کر بھیجے جو سراسر سُکر سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشعار دیکھ کر آپ کو تحریر فرمایا: "حاشا کہ قائل آن مقبول باشد ز بہار"

ادب نگاہ دارید کہ کارخانہ الہی محل استغنا و غیرت است۔

ترجمہ: حاشا کہ ان شعروں کا کہنے والا مقبول ہو، آگاہ رہیں اور ادب کو ملحوظ رکھیں کہ بارگاہِ خداوندی بے نیازی اور غیرت کا محل ہے۔

پہنانچہ ایک مکتوب میں آپ نے صراحت فرمائی ہے کہ یہ فقیر اربابِ توحید و جودی کے انکار اور ان پر طعن سے اپنے آپ کو بہت بچاتا ہے انکار اور طعن کے لیے تو اس وقت گنجائش نکل سکتی ہے جب اس حال کے ظاہر کرنے میں ان کا اپنا دخل ہو۔ لہذا وہ مغلوبِ احوال اور معذور ہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس معرفت (توحید و جودی) سے اوپر دوسری معرفت (توحید شہودی) ہے اور اس حال کے بعد دوسرا حال ہے اور جو افراد اس مقام میں بند ہو کر رہ گئے ہیں وہ بے شمار کمالات سے محروم ہو گئے ہیں۔

بیانات

حضرت امام ربانی قدس سرہ البٹھانی کے نزدیک اکابر مشائخ سے اس توحید کے مرتبے میں جتنے کلمات سکر یہ صادر ہوئے ہیں یہ ان کے عقائد نہ تھے بلکہ احوال تھے اور وہ اسی مرتبے میں بند ہو کر نہیں رہ گئے تھے بلکہ ان میں اکثر اس سے آگے بلند مرتبوں پر فائز ہوتے رہے جیسا کہ خود آپ نے اپنا تجربہ اور مشاہدہ بیان فرمایا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ ان بزرگوں کا مقام نہیں بلکہ حال ہے کیونکہ مقام کا تقاضا ثبات و قرار ہے اور حال کا تقاضا عبور و ارتقاء ہے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

الْأَحْوَالُ كَالْبُرُوقِ فَإِنْ بَقِيَ فَحَدِيثٌ

احوال چمکنے والی بجلی کی طرح ہیں اگر باقی رہ جائیں تو احوال نہیں بلکہ حدیثِ نفس ہیں۔
 حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا قول اس طرح نقل فرمایا ہے

بگفت احوال ما برقی جہاں است
 دے پیدا و دیگر دم نہاں است

لہذا تعلیماتِ مجددیہ کے مطابق ان بزرگوں پر سوءظن نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کے سکری کلمات کی تاویل کرنی چاہیے۔ اکثر لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ توحید و جودی سلسلہ چشتیہ اور قادریہ کے بزرگوں کے ساتھ مخصوص ہے اور توحید شہودی سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کا خاص مشرب ہے اور توحید و جودی کی حقیقت حال بیان کرنے والوں پر یہ سمجھ کر زبان طعن دراز کرتے ہیں کہ یہ لوگ چشتی، قادری اور جودی مشائخ کی توہین و بے ادبی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْخُرَافَاتِ، حَاشَا وَكَلَّا ایسا ہرگز نہیں یہ طعن کرنے والوں کی جہالت کا نتیجہ ہے۔

اصل صورتِ حال یہ ہے کہ توحید و جودی کسی خاص طریقت سے مخصوص نہیں بلکہ یہ صوفیاء کے احوال و معارف ہیں جو تقریباً ہر سلسلے کے سالک کو فنائے قلب سے پہلے اور فنائے قلب کے بعد پیش آتے رہتے ہیں کچھ بزرگ ان احوال میں زیادہ دیر تک انقباض پذیر رہتے ہیں اور کچھ جلدی گزر جاتے ہیں۔ بعض نقشبندی بزرگ توحید و جودی کا مشرب رکھتے ہیں اور بعض دوسرے سلاسل کے بزرگ توحید شہودی سے حظ وافر رکھتے ہیں۔ تعصب کی راہ پر چلنے والے محروم رہتے ہیں اور کسی بھی بزرگ کی عداوت ایمان پر خاتمے کو مشکوک بنا دیتی ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا وَارْزُقْنَا حُبَّ اَوْلِيَائِهِ

توحید شہودی کا ظہور

مُن ناکاہ عنایت بیغایت حضرت اللہ جل سلطانہ

از دریکہٴ غیب در عرصہٴ ظہور آمد و پردہٴ روپوش
 بے چوئی و بیچوئی را بر انداخت علوم سابق کہ مُنہی از اتحاد
 وحدت وجود بودہ اند رُو بزوال آوردند و احاطہ و
 سر بیان و قُرب و مَعِیَّتِ ذاتیہ کہ در ان مقام
 منکشف شدہ بود مستتر گشتند و بہ یقین، یقین معلوم
 گشت کہ صانع را جل شانہ با عالم ازین نسبت
 ہائے مذکورہ ہیچ ثابت نیست احاطہ و قُرب
 او تعالیٰ علمی است چنانچہ مقرر اہل حق است

شَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی سَعِيَهُمْ

ترجمہ: اچانک اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے انتہا عنایت غیب کے دریکوں
 (جھروکوں) سے میدان ظہور میں آئی اور اس پرے کو آثار پھینکا جو بے چوئی و
 بے چوئی کے ہرے کو ڈھانپے ہوئے تھا اور سابقہ علوم جو اتحاد اور وحدت الوجود
 کے نتیجے میں پیدا ہوتے رہتے تھے زائل ہونے لگے اور احاطہ و سر بیان اور
 قُرب و مَعِیَّتِ ذاتیہ جو اس مقام میں ظاہر ہوئے تھے پوشیدہ ہو گئے اور
 پورے یقین کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ صانع جل شانہ کو عالم کے ساتھ ان مذکورہ
 نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں (جو توحید و جود میں ثابت ہوتی تھیں)
 بلکہ حق تعالیٰ کا احاطہ و قُرب علمی ہے جیسا کہ اہل حق کے نزدیک ثابت و
 فیصلہ شدہ بات ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی کوششوں پر جزائے خیر
 عطا فرمائے۔ آمین

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ یہ فقیر ابتداء میں توحید و جودہی کا ذوق و ادراک وافر رکھتا تھا تا آنکہ حق تعالیٰ کی عنایت میدان ظہور میں آئی اور توحید و جودہی کے وہ علوم و معارف جو اتحاد و وحدت و عینیت و معیت ذاتیہ کی خبر دیتے تھے یک دم زوال پذیر ہو گئے اور توحید شہودی کے وہ تمام علوم و معارف جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں اور جمہور علماء و محققین اہل سنت نے بیان فرمائے ہیں ظاہر ہو گئے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں آپ نے فرمایا مسئلہ توحید وغیرہ میں مشائخ (وجودیہ) سے علماء (اہلسنت) کا اختلاف ازراہ نظر و استدلال ہے اور فقیر کا اختلاف ازراہ کشف و شہود ہے۔ علماء ان امور کے قبح کے قائل ہیں اور فقیر بشرط عبور ان کے حسن کا قائل ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اسی مکتوب میں تحریر فرمایا ہے۔

اے عزیز! اگر تفصیل احوال و تبیین معارف کو قلم بند کروں تو بات طویل ہو جائے گی اور خاص کر توحید و جودہی کے احوال اور ظلیتِ اشیاء کے معارف بیان کیے جائیں تو وہ لوگ جنہوں نے توحید و جودہی میں عمریں صرف کی ہیں سمجھ لیں گے کہ انہوں نے دریائے بے نہایت میں سے پورا ایک قطرہ بھی حاصل نہیں کیا ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ وہی لوگ اس درویش کو اصحابِ توحید و جودہی سے شمار نہیں کرتے بلکہ اس کو توحید و جودہی کے مخالف علماء میں سے سمجھتے ہیں اور اپنی کوتاہ نظری کی بنا پر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ معارفِ توحید و جودہی پر اصرار کرنا ہی کمال ہے اور اس مقام سے ترقی کرنا نقص ہے۔ بھلا ان لوگوں کو کہاں سے معلوم ہو گیا کہ ان مشائخ کی اس مقام سے ترقی نہیں ہوئی اور وہ اس مقام میں بند ہو کر رہ گئے ہیں۔ معارفِ توحید کے حصول میں تو ہمارا

اختلاف ہی نہیں ہے کیونکہ یہ ایک امر متحقق اور ثابت ہے البتہ اختلاف اس امر میں ہے کہ آیا مشائخ ما تقدم کی ترقی اس مقام سے ہوئی ہے یا نہیں اب اگر یہ لوگ اس شخص کو جو ترقی کا قائل ہے منکر توحید کے نام سے یاد کرتے ہیں تو یہ ان لوگوں کی خاص اصطلاح ہوئی اور اس میں کیا مناقشہ؟

بیتنا

◎ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے توحید و جودہی کے سلسلے میں اپنے احوال اس لیے تحریر فرمائے ہیں تاکہ شیخ نظام تھانی سری اور ان کے ہم نشینوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرت امام ربانی کا توحید و جودہی کے معارف سے انکار توحید و جودہی کے حقائق سے بے خبر ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ توحید و جودہی کے معارف سے گزر جانے اور ترقی پانے کی بنا پر ہے اور آپ کا یہ اختلاف و انکار ارباب توحید و جودہی کو بڑا جاننے کی وجہ سے بھی نہیں بلکہ آپ انہیں اولیاء کرام کے زمرے میں شمار کرتے ہیں۔ البتہ آپ اس یقینی امر کو ثابت کرتے ہیں کہ توحید و جودہی کے معارف ولایت کے معارف سے ہیں اور مبتدی اور متوسط عارفین کے لیے ہیں اور توحید شہودی کے معارف نبوت کے معارف سے ہیں اور وہ منہتی حضرات کے لیے ہیں۔ پس ابتدائی معارف سے گزر جانا اور توحید شہودی کے معارف میں قرار پکڑنا لازمی ہے تاکہ حقیقی معرفت اور حقیقی فنا میسر آجائے آپ کے نزدیک توحید و جودہی فنا کے قلب کے مقام میں حاصل ہوتی ہے اور توحید شہودی فنا کے نفس کے بعد جلوہ گر ہوتی ہے اور یہی انسانیت کی تکمیل کا مرتبہ ہے کیونکہ تکمیل تزکیہ نفس پر موقوف ہے اور تزکیہ نفس فنا اور بقا سے مربوط ہے اور یہ اسراہل باطن کے نزدیک ثابت ہے کہ فنا کے نفس کے بغیر انسانی اعمال تسبول اور عدم قبول کے درمیان دائرہ سائر ہوتے ہیں یعنی انسان کے بعض عمل رضائے نفس کے لیے ہوتے ہیں اور بعض عمل

رضائے حق کے لیے ہوتے ہیں کیونکہ نفس کی جبلت ہستی کی مخالفت پر استوار ہے اسی لیے حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔

عَادِ نَفْسَكَ فَإِنَّهَا انْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِي لَه

(یعنی) اپنے نفس کے ساتھ دشمنی کیا کرو۔ اس لیے کہ نفس میری دشمنی پر قائم ہے۔ اسی طرح حدیث کی رو سے جہاد بالنفس کو جہاد اکبر کہا گیا ہے واضح ہے کہ توحید و جودی کے معارف میں فنائے نفس حاصل و شامل نہیں ہوتی۔ کیونکہ توحید و جودی کے طور کے وقت اگرچہ بعض لطائف فانی ہوتے ہیں مگر تمام لطائف فنا حقیقی سے مشرف نہیں ہوتے۔ کیونکہ تمام لطائف کے فنا ہو جانے پر انا کا دعویٰ گم ہو جاتا ہے لہذا انا الحق کا مصداق بھی موجود نہیں رہتا۔

توحید و جودی کے علوم و معارف میں احاطہ، سر بیان اور قرب و معیت ذاتیہ خاص موضوعات ہیں ان کا مختصر تجزیہ ملاحظہ فرمائیں!

احاطہ: اللہ تعالیٰ کا ہر چیز کو محیط ہونا بمطابق آیت قرآنی وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ..... الْآرَانَةُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ

سر بیان: حق تعالیٰ کا مومن کے دل میں سما جانا جیسا کہ حدیث قدسی ہے لَا يَسْعُنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَلَكِنْ يَسْعُنِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ
قرب: حق تعالیٰ کا بندے کے قریب ہو جانا بمطابق آیت نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

معیت: اللہ تعالیٰ کا بندے کے ساتھ ہونا بمطابق آیت وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ

لغت شیبہ البانی ص ۱۱۱
۱۰ البروج ۲۰ کہ حم السجده ۵۴ شہ احیاء العلوم ص

لہ ق ۱۶ کہ الحدید ۲

صوفیائے وجودیہ ان عنوانات کے تحت کائنات اور ذات حق میں اتحاد و عینیت ثابت کرتے ہیں اور احاطہ کا مفہوم یہ لیتے ہیں کہ ذات حق تعالیٰ محیط عالم ہے اور سریان کا معنی یہ لیتے ہیں کہ ذات حق تعالیٰ کائنات میں اس طرح سمائی ہوئی ہے جس طرح نمی درخت کے پتوں میں ساری ہوتی ہے اور قرب و معیت سے بھی ذاتی قرب و معیت مراد لیتے ہیں اور احاطہ و سریان و معیت علمیہ کو احاطہ و سریان و معیت ذاتیہ خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک علم و قدرت اور دیگر صفات عین ذات ہیں حالانکہ علمائے اہل سنت رَحِمَهُمُ اللّٰهُ صفات کو ذات کا عین نہیں مانتے اور کائنات کے ساتھ ذات کے احاطہ و سریان کو ذاتی نہیں بلکہ احاطہ و سریان علمی مانتے ہیں اور علمائے اہل سنت کے اسی مسلک کو حضرت امام ربانی قدس سرہ کشف و شہود سے بھی ثابت مانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کائنات کو ذات کے ساتھ وہی نسبت ہے جو مخلوق کو خالق کے ساتھ اور مصنوع کو صانع کے ساتھ ہے۔ اتصال و اتحاد اور عینیت کی نسبت ہرگز ثابت نہیں ہوتی بلکہ وہ ذات حق ہر نسبت اور ہر مقام سے وِرَاءُ الْوَرَاءِ ثُمَّ وِرَاءُ الْوَرَاءِ ہے۔ اشیاء کائنات نہ اللہ تعالیٰ کا عین ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحدہ اور متصل ہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات اشیاء میں حلول کئے ہوئے ہے، نہ واجب ممکن ہوا، نہ بیچون چون میں آیا، نہ تنزیہ تنزل کر کے تشبیہ بنا۔ وہاں نہ اتحاد ہے نہ عینیت، نہ تنزل نہ تشبیہ فَهُوَ سُبْحَانَهُ الْآنَ كَمَا كَانَ

صوفیائے وجودیہ چونکہ مغلوب الحال اور معذور ہیں ان کے کلام کی حُسن ظن کے ساتھ تاویل کی جائے گی اور ان کے کلام ”ہمہ اوست“ کے معنی ”ہمہ ازوست“ ہوں گے اور ان کے قول اتحاد و عینیت کی تعبیر یوں ہوگی کہ اشیاء کائنات حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں اور اسماء و صفات کے آئینے ہیں۔
وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

صوفیائے کرام میں سب سے پہلے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۳۸ھ) نے تصوف کو باقاعدہ فلسفے کا رنگ دے کر مسئلہ توحید کو وحدت الوجود کے نام سے متعارف کرایا ہے اور بے شمار اصطلاحات وضع کر کے فلسفیانہ استدلال اور کشف و شہوے کے ذریعے اس مسئلے کو ایک مخصوص انداز میں پیش فرمایا۔ ساتھ ہی فارسی شاعری کے دلکش اثرات نے بھی ان تخیلات کو مزید تقویت پہنچائی۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر نے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ علیٰ صابغہ الصلوٰت سے بھی اپنی تاویلات کو ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے اور اس امر پر پورا زور صرف فرمایا ہے کہ وحدت الوجود ہی توحید کی اصل حقیقت ہے اور اپنی اس تحقیق پر سابقہ صوفیاء کے کلمات کو بطور استہزاء بھی پیش فرمایا ہے (مثلاً سُبْحَانِ مَا اعْظَمَ سَنَانِي، اَنَا الْحَقُّ، اور لَيْسَ فِيْ جُبَّتِيْ اِلَّا اللّٰهُ وَغَيْرَهَا)۔

حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمہ اللہ کے اس فلسفے کی تردید کرنے والوں میں حضرت ابوالکارم رکن الدین، شیخ علاؤالدولہ سمنانی (متوفی ۷۲۶ھ) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (متوفی ۶۳۲ھ)، علامہ ابن تیمیہ (متولد ۶۶۱ھ - متوفی ۷۲۸ھ) اور مشہور محدث و مؤرخ امام ذہبی (متوفی ۸۴۸ھ) کے نام سرفہرست ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے نظریہ وحدت الوجود کے رد میں ایک رسالہ "فِيْ اِبْطَالِ وَحْدَةِ الْوُجُوْدِ" لکھا۔ لیکن ابن تیمیہ کی یہ تردید جلد و جہد شام قبل از وقت تھی جس کا مشرقی عالم اسلام پر کوئی اثر مرتب نہ ہوا اور نظریہ وحدت الوجود کی جڑیں مزید مضبوط ہوتی چلی گئیں یہاں تک کہ وحدت الوجود کا فلسفہ ایک مسلمہ عقیدہ بن کر اسلامی معاشرت میں سرایت کر گیا اور اسلام کی تعلیم و تبلیغ، شعروادب اور فلسفہ و حکمت پر بھی یہ عقیدہ اثر انداز ہو گیا۔ اس امر میں کوئی کلام نہیں کہ بعض اکابر علماء و صوفیاء نے حضرت شیخ اکبر کو سخت اور بڑے الفاظ سے یاد کیا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بے شمار علماء و مشائخ نے آپ کے فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے۔

نظریات اور دیگر غیر اسلامی اعتقادات کا معجون مرکب بن چکا تھا۔ دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کا یہ تصوف ابتدائی صدیوں کے اسلامی تصوف سے بہت کچھ منحرف و مختلف نظر آ رہا تھا۔ غرضیکہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ وحدت الوجود کے پردہ میں السجاد و حلول کی تعلیم دی جانے لگی تھی۔ اب یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ توحید و وجودی اور شہودی کا بیان اور ان کے درمیان فرق بیان کیا جائے (و بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ)

شیخ اکبر کا نظریہ توحید مسکک یہ ہے کہ وجود ایک ہے اور وہ اللہ ہے اور وہی موجود ہے باقی ہر چیز فقط اس کا مظہر ہے۔ ان کے نزدیک ذات و صفات میں عینیت ہے۔ ان میں جو فرق ہے وہ جوہر اور عرض کے فرق کی طرح ہے۔ عالم اس کی صفات کی محض تجلی ہے۔

اس نظریہ کو ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں واضح فرمایا ہے کہ وجود و وجود مطلق ہے اور مراتب وحدت میں یہ مرتبہ لَا تَعِیْنُ ہے وحدت اپنے تعینات یا تنزلات میں پانچ مراتب سے گزرتی ہے جنہیں تنزلات خمسہ یا حضرات خمس کہتے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر اور ان کے اتباع کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ذات و صفات کے اسماء و صفات، اس کی عین ذات ہیں اور اسماء و صفات آپس میں بھی ایک دوسرے کی عین ہیں مثلاً علم اور قدرت جس طرح یہ دونوں صفات اللہ تعالیٰ کی عین ذات ہیں اسی طرح یہ دونوں صفات آپس میں بھی ایک دوسرے

کی عین ہیں۔
مقام غیب الغیب میں کسی نام اور کسی طریقت سے تعدد، تکثر، تمایز،
تباہین نہیں ہے۔

حضرت شیخ اکبر کا مسلک یہ ہے کہ عالم اور خدا میں عینیت کی
عالم اور خدا نسبت ہے۔ اس عینیت کو ظاہر کرنے کے لیے وہ یا تو عالم کی
لفی سے ابتداء کرتے ہیں یا خدا کے اثبات سے، وجود عالم کی لفی سے ان کی
مراد یہ ہے کہ عالم برائے نام، غیر حقیقی اور وہی وجود ہے جو خارج میں معدوم
ہے۔ موجود صرف خدا ہے عالم یا کثرت کا وجود صرف تجلیات وحدت کی
حیثیت سے ہے یا اس کے تعینات کی حیثیت سے، بذات خود عالم کا
کوئی وجود نہیں۔ الْأَعْيَانُ مَا شَمَّتْ رَايِحَةً مِنَ الْوُجُودِ لِيَعْنِي أَعْيَانُ
ثابتہ (حائق اشیاء) نے وجود خارجی کی بڑھک نہیں سونگھی۔

حضرت امام ربانی کا نظریہ توحید سلوک کے مدارج کی ترتیب کو مد نظر رکھتے
ہوئے اب ہم شیخ اکبر کے نظریہ توحید پر امام ربانی کی تنقید اور مخالفت کے دلائل
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن یہ امر ملحوظ ہے کہ شیخ اکبر اور امام ربانی دونوں کے
بیانات و نظریات استدلال علمی و عقلی کے علاوہ کشف و شہود کے اصولوں
پر مبنی ہیں فرق صرف استدلال اور کشف کی صحت اور عدم صحت کا ہے۔

یہاں یہ امر بھی ملحوظ ہے کہ قبل ازیں حضرت امام ربانی، ارتقائے سلوک میں
خود وحدت الوجود کے صفت مہ سے گزر چکے تھے اور مرتبہ وحدت الوجود ایک
روحانی و کشفی ادراک کی حیثیت سے آپ کے لیے مستحق ہو چکا تھا۔ آپ اس کو

لے نصوص الحکم کلمہ اور یہ

وجودیت کا ابتدائی مرتبہ سمجھتے تھے مقامِ ظلیت میں پہنچ کر بھی آپ نے وہاں قرار نہ پکڑا اگر آپ نے تسکین پائی تو مقامِ عبدیت میں پائی۔ چنانچہ آپ پر حق الیقین کے طور پر واضح ہو گیا کہ وحدتُ الوجود ایک متوسط اور عبوری مقام ہے، تو آپ نے ایک عالمِ کامل اور صاحبِ کشف و اجتہاد کی حیثیت سے شیخ اکبر اور دوسرے صوفیائے وجودیہ کے اس نظریہ پر نقد و نظر کا آغاز فرمایا اور اس کشف و شہود کو جس پر توحیدِ وجودی کی بنیاد رکھی گئی تھی سکر یہ اقوال و احوال قرار دے کر توحیدِ خالص کا وہ قرآنی نظریہ پیش فرمایا جو وحدتُ الوجود سے یکسر متضاد تھا اور جس کی تعبیر آپ نے وحدتُ الشہود سے فرمائی اور اسی نظریہ توحید کو آپ نے وحی الہی کا ماخذ اور توحید کا اصلی اسلامی تصور قرار دیا۔ آپ کی اس کشفی اور استدلالی تخلیق و تحقیق نے عجمی تصوف کا رخ اسلامی تصوف کی طرف موڑ دیا اور عالمِ اسلام میں ایک زبردست فکری، کشفی اور روحانی انقلاب برپا کر دیا۔ آپ کا پیش کردہ نظریہ وحدتُ الشہود آپ کی زندگی میں ہی عالمِ اسلام کی اکثریت نے قبول کر لیا تھا اور آپ کے بعد اہل تصوف میں آج تک کوئی بھی قابل ذکر آواز اس نظریہ کے خلاف نہیں اٹھی، گو دوسرے سلاسل کے بعض متصوفین وحدتُ الوجود پر قائم ہے لیکن حضرت امام ربانی کی تردید یا تغلیط کی کسی کو جرأت نہ ہو سکی۔ کیونکہ آپ کے استدلالِ علمی و کشفی بنی بر کتاب و سنت ہیں اور علمائے اہل سنت کے اعتقاداتِ صحیحہ کے عین مطابق ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكِ

ذاتِ صفات شیخ اکبر کے نزدیک ذات اور صفات میں عینیت ہے۔ امام ربانی فرماتے ہیں کہ اگر ذات و صفات عین یک دیگر ہیں اور اگر عالم تجلی و صفات ہے تو ان دونوں قضیوں کا لازمی نتیجہ وحدتُ الوجود ہے حالانکہ دونوں قضیے غلط ہیں۔ پہلا قضیہ اس لیے غلط ہے کہ صفات عین ذات نہیں بلکہ زائد علی الذات ہیں۔ متکلمین ماترید یہ کا یہی مذہب ہے۔ حضرت امام ربانی ان کے ہمنوا

ہیں کیونکہ یہ صفات کمالات ذاتیہ کے علاوہ زائد بر ذات متصور ہوئی ہیں۔ پس یہ صفات اضافی ہیں اور تخلیق عالم کی نسبت وجود میں آئی ہیں۔ یہ امر کشفِ صحیح سے معلوم ہوا ہے اور وحی کے مطابق بھی یہی حق ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ **إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ** (یعنی) اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

پس اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں کامل ہے اس کی ذات، صفات سے تکمیل نہیں پاتی کیونکہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے موجود، حقیقی، قیوم، قدیر، علیم، بصیر، سمیع، کلیم اور مکتون ہے۔ آپ کے نزدیک عالم، ظل صفات ہے اور صفات، ظل ذات۔ تعینات یا تنزیلات کے قول سے آپ احتراز کرتے ہیں کیونکہ اس سے عینیت کا احتمال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں عقل صحیح کا مقتضی بھی یہی ہے کہ صفات، ذات کے علاوہ ہوں۔ (فاقہم)

دوسرا قضیہ اس لیے غلط ہے کہ عالم تجلی صفات نہیں بلکہ ظل صفات ہے کیونکہ اگر عالم تجلی صفات ہوتا تو وہ عین صفات ہوتا حالانکہ صفات کامل ہیں اور عالم نقص سے بھرا ہوا ہے۔ مثلاً خدا کی صفت علم کی کوئی مماثلت انسان کی صفت علم سے نہیں کہ ایک کو دوسرے کی تجلی کہا جاسکے نیز امام ربانی کے نزدیک یہ بھی کشفِ صحیح سے ثابت ہوا ہے کہ عالم تجلی صفات نہیں بلکہ ظل صفات ہے۔ علاوہ ازیں وحیِ خداوندی بھی اسی کشف کی صحت کی خبر دیتی ہے۔ **مَثَلًا سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ** کہ یعنی پاک ہے تیرا رب ان صفات سے جن سے وہ اس کی صفت و ثنا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صفات انسانی اور صفاتِ خداوندی میں کوئی مماثلت نہیں ہے۔

عالم اور خدا حضرت شیخ اکبر عالم اور خدا میں عینیت ثابت کرتے ہیں جب کہ

۱۔ العنکبوت ۶۔ ۲۔ دفتر سوم مکتوب ۲۶، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴۔ ۳۔ الصافات ۱۸، دفتر دوم مکتوب ۱، دفتر سوم مکتوب ۱۱

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خارج میں حقیقی وجود صرف ذات خدا کا ہے اور عالم کو وجود خارجی عطا ہوا ہے اور یہ وجود نمود بے بودا سے زیادہ نہیں تاہم یہ نمود ایسی بھی نہیں جو ہمارے دہم و تخیل پر منحصر ہو بلکہ وہ اپنے آپ موجود ہے اس کی مثال شعلہ جو الہ کی طرح ہے جیسے ایک لکڑی کے سرے کو آگ لگا دیں پھر لکڑی کے دوسرے سرے کو پکڑ کر تیزی سے گھمائیں رات کے وقت دُور سے دیکھنے والے کو آگ کا ایک دائرہ نظر آئیگا۔ اب اگر اس دائرہ (نمود) کو کسی طریقے سے مستقل اور فی نفسہ قائم کر دیا جائے تو عالم کا وجود اس دائرہ جیسا ہوگا۔

عالم اور خدا کے مابین عینیت ثابت کرنا اسی قسم کی غلطی ہے جیسے کوئی صاحبِ کمال اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرنے کے لیے ایسے حروف اور آوازیں ایجاد کرے جو اس کے کمالات پر دلیل ہوں اس پر کوئی یہ کہنے لگے کہ یہ حروف اور یہ آوازیں اس موجد کا عین ہیں۔

حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ عالم اور خدا کے مابین اس کے سوا اور کوئی نسبت نہیں کہ خدا خالق ہے، اور عالم مخلوق ہے اور خالق کے پوشیدہ کمالات پر دلیل ہے۔

تشریح و تشبیہ
شیخ اکبر تشریح و تشبیہ دونوں سے توحید کا اثبات کرتے ہیں۔ تشریح کا معنی ہے "پاک کرنا" علم کلام کی اصطلاح میں یہ لفظ اس مفہوم کو ظاہر کرتا ہے کہ خدا کی ذات میں مخلوق کی صفات کا اثبات نہیں کیا جاسکتا۔ تشبیہ کا معنی ہے "مشابہت دینا" علم کلام کی اصطلاح میں خالق کو مخلوق کی صفات سے متصف کرنا تشبیہ ہے۔ شیخ اکبر کے نزدیک تشریح محض یا تشبیہ مطلق سے خدا کی ذات میں تقید پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر کا یہ سنرمانا کہ

”اعیان خارجی نے وجود کی بڑھک نہیں سونگھی“ تو پھر تنزیہ کرنے میں تھک و تھک کیوں پیدا ہو سکتا ہے؟ خد تو موجود ہے اور عالم موہوم، اور متخیل محض اور نفس الامر میں غیر موجود، ایسی صورت میں اگر تحدید و تقیید کا واقع ہونا تسلیم کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ موجود کی تحدید موہوم سے ہو سکتی ہے۔ یہ کہنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہہ دے کہ خدا وحدہ لا شریک ہونا اس سے باطل ہو جاتا ہے کہ اس کے شریک کا تخیل کیا جاسکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر تنزیہ و تشبیہ کو ملا یا جائے تو ماسوی الشریاتی نہیں رہتا۔
 ارشاد شُرَّانِی قُلْ یَا اَهْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا
 وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نَشْرُکَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
 اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ طے سے ثابت ہوا کہ ماسوی الشری وجود رکھتا ہے (اور ماسوی
 الشری کی عبادت شرک ہے)۔

تیسرے یہ کہ جو لوگ تنزیہ کے ساتھ تشبیہ کو ملا تے ہیں وہ نہیں جانتے کہ وہ
 ذات ہمائے عقل و ادراک سے بالاتر ہے اور جسے وہ تشبیہ خیال کرتے ہیں وہ ان
 کے وہم و تخیل کے تراشے ہوئے بت ہیں، جنہیں ان لوگوں نے غلطی سے خدا
 تصور کر لیا ہے۔ وہ ذات اس سے بالاتر ہے کہ ہمائے کشف و شہود میں آسکے
 نیز حضرت امام ربانی فرماتے ہیں:

دعوت انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیٰت بہ تنزیہ صرف است و کتب
 سماوی ناطق بہ ایمان تنزیہی است..... بیچ شنیہ کہ غیر سے دعوت بایمان
 تشبیہ نمودہ است و خلق را ظہور خالق گفتہ

۱۷ دفتر سوم مکتوب ۴۴ ۱۸ آل عمران ۶۴ ۱۹ دفتر سوم مکتوب ۹

۲۰ دفتر اول مکتوب ۲۴۲

(یعنی) تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے (توحید کے بارے میں) تنزیہ صرف کی دعوت دی ہے اور تمام آسمانی کتابیں ایمان تنزیہی پر تالوق ہیں۔۔۔۔۔ آج تک کسی نے نہیں سنا کہ کسی پیغمبر علیہ السلام نے لوگوں کو توحید تشبیہی پر ایمان لانے کی دعوت دی ہو اور خلق کو خالق کا ظہور قرار دیا ہو۔

اصل اور ظل حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت الوجود کی بنیاد اصل اور ظل کی عینیت پر رکھی ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظل شئی، عین شئی نہیں ہو سکتا۔ ظل تو اصل کے مشاہد و مماثل ہوتا ہے۔ خدا اور عالم کی نسبت کے باب میں اگر اصل اور ظل کی نسبت پر قیاس کیا جائے تو ظل ممکن ہے اور اصل واجب اور ممکن کی حقیقت عدم ہے اور واجب کی حقیقت وجود، پس اصل اور ظل کو عین یک دیگر نہیں کہا جاسکتا۔ مثلاً اگر کسی شخص کا سایہ دراز ہو جائے تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ شخص دراز ہو گیا۔ اول تو عالم خدا کا ظل ہی نہیں اور اگر عالم کو خدا کا ظل مان بھی لیا جائے تو عینیت متحقق نہیں ہوتی۔

اصل اور ظل کا معنی ہیں ”شئی اور اس کا سایہ“۔ حضرت شیخ اکبر نے اس کو نمود کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ ظل، انعکاس یا پرتو کی حیثیت سے بھی مقصود ہوتا ہے جو قریباً تجلی یا ظہور کا مترادف ہے۔ حضرت امام ربانی کے نزدیک ابتداء اس کے معنی سائے کے ہیں جو شئی سے مشابہت رکھتا ہے لیکن جوں جوں وہ ترقی کرتا جاتا ہے ظل کی حیثیت محض سایہ کی ہوتی جاتی ہے اور یہ لفظ کم حیثیت اور نمود بے بود ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ انجام کار ظل کے معنی صرف نتیجہ کے رہ جاتے ہیں۔

انسان اور خدا

حضرت امام ربانی کے نزدیک حدیث خَلَقَ اللهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ^۱ کی جو تاویل شیخ اکبر نے کی ہے وہ بھی غلط ہے۔ اس کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ صفاً خالق مجسم ہو گئیں اور انسان کی صورت اختیار کر لی ہے بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا اور روح انسانی دونوں لامکانی ہیں اور اس حیثیت سے وہ ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔ ورنہ خدا اور انسان میں تو بڑا فرق ہے اور وہ اس طرح کا فرق ہے جیسے ایک مکڑی میں جو جالاتے اور ایک ایسے وجود میں، جس کی ایک پھونک سے سارا نظام زمین و آسمان درہم برہم ہو جائے، انسان اور خدا تو عین یکدگر ہو ہی نہیں سکتے۔^۲ امام ربانی کے نزدیک انسان روح سے عبارت ہے اور روح عالم امر سے تعلق رکھتی ہے۔ لہذا اس کے وجود کی نوعیت خلق سے مختلف ہے لیکن وہ کسی دوسری ہستی سے متفرع نہیں۔ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي^۳

حضرت شیخ اکبر نے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کی تاویل میں جو اپنے نفس کی معرفت کو خدا کی معرفت قرار دیا ہے^۴ اس کے معنی یہ نہیں کہ انسان اور خدا عین یکدگر ہیں بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جو شخص اپنی فطرت کے نقائص اور عیوب کو محسوس کر لیتا ہے وہ (اس حقیقت کو) پالیتا ہے کہ فضائل اور کمالات صرف خدا کی ذات میں ہیں اور اسی کے فضل سے ہم میں پیدا ہو سکتے ہیں وہی فضائل اور کمالات کا مجموعہ اور سرچشمہ ہے۔^۵

توحید و جود میں معیت، قرب، اسرہان اور احاطہ کے خاص عنوانات ہیں۔ لیکن

۱۔ بخاری ص ۲۶۹۱ لہ دفتر اول مکتوب ۲۸۷ لہ دفتر اول مکتوب ۳۱۰ لہ بنی اسرائیل ۸۵

۲۔ فصوص الحکم کلمہ ابراہیمیہ لہ دفتر اول مکتوب ۲۳۲

حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ معیت، قرب، سرپاں اور احاطہ کی حقیقتیں ہم سے فہم و ادراک سے بالاتر ہیں اور ذات حق تعالیٰ وراء الراء ثم وراء الراء ثم وراء الراء ہے۔ گو ایک مقام پر آپ کا رجحان صرف اس قدر پایا جاتا ہے کہ ان عنوانات سے مراد قرب و احاطہ ذاتی نہیں بلکہ قرب و احاطہ علمی مراد ہے (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ) اور جن لوگوں نے قرب و احاطہ ذاتی مراد لیا ہے وہ غلبہ حال اور سکر وقت پر مبتنی ہے۔ وہ سالک جو مقام صحو سے بہرہ یاب ہو جاتے ہیں ان علوم سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام ربانی کو بھی اثلثے سلوک میں یہ سکری احوال و معارف حاصل ہوئے تھے لیکن آخر کار وہ ان معارف سے گزر گئے۔

حضرت امام ربانی نے کتاب و سنت کی روشنی میں مسئلہ توحید کو اس جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اس کے مقابلے میں نظریہ وحدت الوجود صرف نظری اور فکری بحثوں اور فلسفیانہ موثر گافیوں کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے آپ کے بعد کوئی ایسا بلند پرواز صوفی اور عارف آج تک پیدا نہیں ہوا جس نے اس مسئلہ کا کشفی اور شہودی بنیادوں پر کوئی قابل ذکر حل پیش کیا ہو۔ ماں اتنا ضرور ہوا کہ کچھ صوفی اپنے تصائب کی بناء پر نظریہ توحید و وجودی پر جوں کے توں قائم رہے۔ لیکن عالم اسلام کی اکثریت نے آپ کی اہمی تجدیدی خدمات کے پیش نظر آپ کو اَلْفِ ثَابِتِی کا مجدد تسلیم کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود اظہار اختلاف کے کوئی عالم اور صوفی آپ کے دلائل علیہ اور حقائق کشفیہ کا سامنا نہیں کر سکا اور بقول علامہ اقبال مرحوم

۴ تین سو سال سے ہیں ہند کے مینخانے بند

حضرت امام ربانی کے بعد پہلا شخص جس نے اس بحث پر تقریر کی وہ شاہ ولی اللہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے اس بحث پر تقریر کی وہ شاہ ولی اللہ ہے۔ شاہ ولی اللہ ایک بڑے سرکردہ صوفی، عالم دین اور صاحب باطن شمار ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب نے قریباً

۱۱۴۲ھ میں ایک رسالہ لکھا، جس کا نام "فیصلہ وحدت الوجود والشہود" ہے۔ اس رسالہ میں جو مکتوب مدنی کے نام سے مشہور ہے، شاہ صاحب نے حضرت ابن عربی اور حضرت امام ربانی کے نظریہ توحید میں تطبیق ثابت کی ہے۔ یعنی یہ بتایا کہ حقیقتاً ان دونوں بزرگوں کے خیالات میں کوئی فرق نہیں اور ان کا نزاع فی الواقع نزاع لفظی ہے۔ اس تطبیق کی ابتداء شاہ صاحب نے اس دعویٰ سے کی ہے کہ مجھے تطبیق کا علم عطا کیا گیا ہے۔ لیکن ان کے بیان سے متبادر ہوتا ہے کہ وہ یہ تقریر بر بنائے کشف و شہود نہیں کر رہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عربی اور حضرت امام ربانی کے بیانات کو سامنے رکھ کر ایک حکم کی حیثیت سے تقریر کر رہا ہوں اور یہ میری تقریر ان دونوں بزرگوں کے بیانات کی فقط توجیہ ہے۔ شاہ صاحب کی سعی تطبیق سے بہت بڑی بحث پیدا ہو گئی جو مدت تک جاری رہی۔ بہر حال حضرت امام ربانی کے نظریہ توحید شہودی کے اکثر قائلین نے آج تک شاہ ولی اللہ کے نظریہ تطبیق کو تسلیم نہیں کیا۔

شاہ ولی اللہ کا نظریہ تطبیق حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ذوق صحیح سے ادراک ہوتا ہے کہ وجود ایک شئی ہے، قائم بنفسہ اور مقوم لغيرہ، یہ وجود مُنْبَط ہے جو صورت موجودات اختیار کر لیتا ہے۔ اس وجود میں تنزلات واقع ہوتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں وجود مُنْبَط محسوس اور معقول میں مشترک ہے۔ یہی وہ مفہوم ہے جس کی بناء پر وہ معدوم کا غیر ہے۔ وہ وجود لا بشرط شئی ہے، وہ ہیولی ہے۔ تمام موجودات کا دوسرے مرتبے میں وہ وجود بشرط لا ہے۔ جیسے انسان اور فرس اور تیسرے مرتبے میں وہ وجود بشرط شئی ہے جیسے ارسلو، اور یہی

وحدت وجود ہے لے

اور جس چیز کا نام وحدت شہود ہے وہ یہ ہے کہ اسماء و شیون منعکس ہو گئے ہیں اعدام متقابلہ میں اور اس طرح ممکن وجود میں آ گیا لیکن استغائے اور تشبیہ سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو اس کے معنی فقط یہ نکلتے ہیں کہ واجب کامل ہے اور ممکن ناقص اور ضعیف و بے حقیقت اور یہ سمجھنا کہ حقائق ممکنات اسماء و صفات ہیں جو مرتبہ علم میں مشتمل ہو گئے ہیں یا یہ سمجھنا کہ حقائق ممکنات اسماء و صفات ہیں جو اعدام متقابلہ میں منقطع ہو گئے ہیں بعینہ ایک ہی بات ہے ان میں اگر کچھ فرق ہے بھی تو وہ اتنا کم ہے کہ صاحبان تفسیر اسے خاطر میں نہیں لاتے پس شیخ مجدد کا یہ سمجھنا کہ وحدت وجود اور وحدت شہود میں تباہی ہے فقط تسامح ہے۔ ابن عربی کا مذہب بھی وہی ہے جو شیخ مجدد کا ہے۔ وحدت وجود اور وحدت شہود میں محض نزاع لفظی ہے بلکہ

حضرت خواجہ میر ناصر عندلیب ^{رحمۃ اللہ علیہ} خواجہ میر ناصر عندلیب نے اپنی کتاب نالہ عندلیب (۱۱۵۳ھ) میں فرمایا ہے کہ وحدت شہود قرین صواب ہے۔ گو کیفیت و حال کے اعتبار سے دونوں کا منشاء ایک ہی کیوں نہ ہو۔ ان کے نزدیک جب وحدت الوجود کا نظریہ ہی غلط ہے تو وہ تطبیق کا تصور بھی نہیں مانتے۔

حضرت خواجہ میر درد ^{رحمۃ اللہ علیہ} اس تقریر کی توضیح مزید ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ میر درد نے پہلے اپنی کتاب "واردات درد" کی شرح میں لکھی۔ واضح ہو کہ ان دونوں بزرگوں کی تقریر کشف و شہود پر مبنی ہے اور خواجہ میر درد اپنی کتابوں کو لفظ بلفظ الہامی فرماتے ہیں۔ خواجہ میر درد فرماتے ہیں کہ وحدت وجود کے صحیح معنی فقط یہ ہیں کہ موجود بالذات صرف وہی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ واجب

۱۔ فیصلہ وحدت الوجود و الشہود ۲۹ ایضاً ۲۹۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں نظریات میں تطبیق اس دور کے حالات کے پیش نظر فرمائی ہو تاکہ مسلمانوں میں وحدت فکری کا رجحان بیدار ہو اور اللہ علم بالصواب

اور ممکن کی ماہیت ایک ہے اور عبد اور معبود ایک دوسرے کا عین ہیں یا خدا کی طبیعی کی طرح اپنے افراد میں موجود ہے کہ یہ سراسر زندہ ہے اور اس معنی میں وحدت وجود کا عقیدہ اکابر صوفیاء کے ٹھیک مفہوم کو نہ سمجھنے پر مبنی ہے۔ مذہب میں توحید وجودی کی باری معنی کوئی اہمیت نہیں کہ وجود، موجودات میں ساری ہے کیونکہ "کثرت میں وحدت" جو عوام کی زبان پر ہے اور ہر ہندو جوگی اس پر گفتگو کرتا ہے اس کے لیے ایمان کوئی شرط نہیں۔ وہ تو بالکل ایک متبذل مسئلہ ہے۔ ذرا سا سمجھانے سے سمجھ میں آجاتا ہے ایسا عقیدہ انبیاء کی بعثت کا مقصود نہیں ہو سکتا۔

دوسرا مسئلہ وحدت شہود ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ذات واجب کے بغیر موجودات ممکنہ کا وجود نہیں ہو سکتا اور جملہ موجودات اسی ایک ذات کے زور سے موجود ہیں۔ اکثر ناواقف جو شیخ مجدد کے کلام کی حقیقت کو نہیں سمجھے، اپنے گمان میں انہیں نفل کا قائل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کی یہ رائے محض وسط سلوک میں تھی۔ اکثر صوفیائے خام و ناتمام جو اپنے زعم میں اپنے آپ کو عارفِ کامل سمجھتے ہیں شیخ مجدد کی تصانیف کو دیکھ کر جن میں اثنیت اور ہمہ از دست کا بیان ہے خیال کرتے ہیں کہ وہ حقیقت سے ناواقف تھے اور کیونکہ مسئلہ توحید بہت مشکل ہے اور وہ ان پر پوری طرح منکشف نہیں ہوا تھا مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ کُلُّ مَنْ عِنْدَ اللَّهِ کے مطابق ہمہ از دست کی تصدیق وحی سے ہوتی ہے۔ اس لیے ہمہ از دست غلط ہے اور ہمہ از دست صحیح بلکہ

اگرچہ کیفیت اور حال کے اعتبار سے دونوں کا مقصود ایک ہی ہے یعنی قلب کا ماسوا کی گرفتاری سے آزاد کرنا۔ پس اگر کوئی ان دونوں کیفیات میں سے کسی ایک سے یا دونوں سے مشرف ہو جائے تو ایک ہی بات ہے۔ وحدت وجود

اور وحدتِ شہود دونوں مسائل بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔ بعض صوفیوں نے وحدت وجود کو قرآن و احادیث کی تاویلات سے ثابت کیا جب کہ نظریہ وحدت شہود صریح آیات قرآنیہ و صحیح احادیث سے ثابت ہے اکثر صوفیائے وجودیہ اپنے عقل و وجدان کے تابع ہیں اور بمرتبہ اولیٰ اپنی تحقیق پر اعتماد رکھتے ہیں اور فقط بمرتبہ ثانی نقل کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمزوری تبعیت کرتے ہیں اور آیات و احادیث کو اپنے مذاق کے مطابق بنالیتے ہیں۔ گویا حقیقت میں شریعت سے انہیں کوئی سروکار نہیں بلکہ جو کچھ اپنی عقل و وجدان سے معلوم ہوا وہ ان کے نزدیک ثابت ہے۔ شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کا یہ اتباع بذاتِ خود ان کے پیش نظر نہیں ہوتا۔ وہ اپنے خیال میں گمان رکھتے ہیں کہ ہم نفس واقعہ کا ادراک کر رہے ہیں اور ہمارا مقصود اس امر کی تحقیق کرنا ہے کہ فی الواقعہ ممکن عین واجب ہے یا اس کا غیر اور مخلوق عین خالق ہے یا اس کا غیر اور اس امر کے سمجھنے میں ان کی اپنی عقل ان کا مقتداء ہے اور وہ دلائل عقلی سے اپنی راہ چلتے ہیں اور ایمان کو بہ تکلف اپنے ساتھ گھسیٹے چلے جاتے ہیں۔ لیکن صوفیائے شہود یہ بیشتر بمرتبہ اولیٰ تابع شرع ہوتے ہیں اور اصل میں شریعت کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ فقط بمرتبہ ثانی شرع کے ضمن میں جس قدر اپنی عقل کو دخل دے سکتے ہیں ہیتے ہیں۔ گویا حقیقت انہیں عقل سے کوئی سروکار نہیں بلکہ جو کچھ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے وہی ان کے نزدیک متحقق ہے۔ وہ دل میں بھی یہ یقین رکھتے ہیں کہ جس چیز کی خبر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے امر واقعہ وہی ہے اور ہمارا کام یہ نہیں کہ تحقیق کریں کہ واجب اور ممکن ایک دوسرے کے عین ہیں یا غیر۔ یہ لوگ نورِ ایمان میں اپنا راستہ طے کرتے ہیں اور عقل کو تکلف اپنے ساتھ گھسیٹے لیے چلے جاتے ہیں۔

پس ہمیں توحیدِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ خدا قدیم اور موجود بالذات ہے۔ وہ موجودات سے خارج میں ہے اور وجودِ کلی

طبیعی کی طرح ان کے ضمن میں موجود نہیں۔ حق یہ ہے کہ وجودِ باری بنفسِ خود قائم ہے مع اپنی صفات کے جو اس کے کمالات ہیں اور موجوداتِ ممکنہ کے پیدا ہونے سے اس کی ذات میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا نہ ان کے نابود ہونے سے کوئی کمی واقع ہوتی ہے **كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ إِلَّا نَ كَمَا كَانَ** ۱۰

حضرت علامہ محمد یوسف بلگرامی ^{رحمۃ اللہ علیہ} ۱۱۶۲ھ میں علامہ میر محمد یوسف بلگرامی نے **الْفَرْعُ النِّهَائِيَّةُ مِنْ**

أَصْلِ الثَّابِتِ کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں مسئلہ وحدت وجود اور وحدہ شہود پر گفتگو کی ہے۔ علامہ موصوف اپنی تقریر کی بناء قرآن اور حدیث پر رکھتے ہیں اور وحدت وجود کی تردید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کا شہود جس کے صوفیاء وجودیہ مدعی ہیں اسلام کی رُو سے اس زندگی میں محال ہے یہ رسالہ دونوں مسکوں کے قرآن و حدیث سے ماخوذ ہونے پر ایک سیر حاصل بحث اور تبصرہ ہے۔ بہر کیف اگرچہ رسالہ نہایت عالمانہ ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی گئی اس رسالہ کا ایک ہی نسخہ موجود ہے جو مصنف کے اپنے قلم کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے اور علی گڑھ یونیورسٹی لائبریری کے سبحان الٹیکیشن میں محفوظ ہے ۱۰

حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدِ ملوکی قدس سرہ ^{رحمۃ اللہ علیہ} تطبیق کے مخالفین میں حضرت مرزا مظہر کا نام سرفہرست ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری آپ کے مرید خاص تھے اور آپ ہی کے نام سے اپنی تفسیر بھی منسوب کی ہے۔ مرزا مظہر تین واسطوں سے حضرت امام ربانی مجددِ اہل ثانی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ربانی اور صوفی شمار ہوتے تھے آپ اپنے دور

ہیں سلوکِ مجددیہ کے سب سے بڑے داعی تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ انہیں قیمِ طریقہ احمدیہ لکھا کرتے تھے۔

حضرت علامہ غلام محی الدین شہرہ مولانا غلام یحییٰ (متوفی ۱۱۹۵ھ) علومِ عقلیہ و دینیہ کے فاضل تھے۔ پہلے لکھنؤ میں درس دیا کرتے تھے۔ فلسفی اور محقق تھے۔ فلسفہ کی کتابوں کی بہت سی شرحیں اور حاشیے مرتب فرمائے۔ آخر کار فلسفہ سے دست بردار ہو کر راہِ سلوک اختیار کی اور مرزا مظہر جانِ جاناں دہلوی مجددیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور آپ ہی کے ایما پر علامہ غلام محی الدین نے حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریہ تطبیق کی تردید پر قلم اٹھایا اور ۱۱۸۴ھ میں رسالہ "کلمۃ الحق" لکھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کا یہ کہنا کہ وحدت وجود اور وحدت شہود حقیقتِ اشیاء اور حادث و قدیم کے مابین ربط کو ظاہر کرتے ہیں اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے، ہر اسر غلط ہے۔ ان دونوں مسئلوں کے درمیان تو کوئی تطابق کسی طرح ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ وحدت وجود کی بنا پر عالم اور موجود عالم کے مابین عینیت پر ہے اور وحدت شہود کی رو سے واجب اور ممکن کے درمیان غیریت تامہ ہے۔

اولاً یہ کہ حقائقِ اشیاء وجودیوں کے نزدیک اعیانِ ثابتہ یعنی اسماء و صفات کے تعینات ہیں اور وحدتِ شہود کی رو سے جو شیخ مجدد کا مذہب ہے حقائقِ ممکنات عکوس ہیں اسماء و صفات کے جو ان کے اعدام متقابلہ میں منتبغ ہو گئے ہیں۔ ان دونوں مذہبوں میں بڑا فرق ہے۔ پہلے کے اعتبار سے ممکنات اسماء و صفات کے عین ہیں۔ دوسرے کے اعتبار سے وہ اسماء و صفات کے غیر ہیں کیونکہ وہ نطل ہیں اسماء و صفات کے اور نطل اصل کا عین نہیں ہوتا۔

ثانیاً یہ کہ شاہ ولی اللہ کا کہنا کہ اس باب میں شیخ مجدد کو تسامح ہو یا یہ بھی سراسر غلط ہے کیونکہ شیخ مجدد کو واجب اور ممکن کی غیریت پر اصرارِ بلیغ ہے ان کی عینیت

کو وہ الحاد و زندقہ سمجھتے ہیں اور اس اصرار سے ان کے مکتوبات بھرے پڑے ہیں۔
ثالثاً یہ کہ وحدت وجود کی رو سے خدا کی ذات میں تغیر واقع ہوتا ہے اور وہی ذات بصورت تعینات عالم بن جاتی ہے اور وحدت شہود کی رو سے عالم کی تخلیق سے خدا کی ذات میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا اور وہ بحال خود موجود رہتا ہے ان دونوں مذہبوں میں اتنا بڑا فرق ہے کہ نہ تو ایک کو دوسرے پر محمول کیا جاسکتا ہے اور نہ ان دونوں میں کوئی مطابقت ممکن ہے۔ علاوہ ازیں مولانا غلام یحییٰ کی تقریر سے متبادر ہوتا ہے کہ انہیں شاہ ولی اللہ پر یہ اعتراض بھی ہے کہ چونکہ وہ وحدت شہود کے متعلق بر بنائے کشف تقریر نہیں کرے لہذا انہیں حق نہیں کہ وہ وحدت شہود سے انکار کریں یا اس کی نسبت کہیں کہ وہ درحقیقت وحدت وجود ہی ہے۔ اس کی تائید ان کے مرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے کلمۃ الحق کی تقریظ کے طور پر لکھا ہے۔

تیسری صدی کے مجدد حضرت شاہ غلام علی
حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ دہلوی جو حضرت مرزا مظہر کے جانشین تھے
 آپ نے فرمایا وحدت وجود اور وحدت شہود کشف کے دو جدا جدا مقام ہیں۔ جو
 اہل سلوک ان مقامات سے گزرے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کی تطبیق محال ہے۔
 یعنی شاہ غلام علی کے نزدیک بھی شاہ ولی مقام وحدت وجود سے آگے نہیں بڑھے
 اور مقام وحدت شہود تک نہیں پہنچے۔ اس لیے ان کا نظریہ تطبیق حقیقت کے
 خلاف ہے لہ

حضرت مولانا غلام یحییٰ کے جواب میں شاہ ولی اللہ کے چھوٹے
مختلف آراء صاحبزادے شاہ رفیع الدین دہلوی نے "دفع الباطل" اور ان کے

پوتے اسماعیل دہلوی نے "عبقات" لکھی لیکن ان دونوں کتابوں کی تقریریں کشف و شہود پر مبنی نہیں بلکہ محض حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریہ تطبیق کی حمایت پر مشتمل ہیں۔ بعد میں اسماعیل دہلوی نظریہ وحدت الوجود کے خلاف ہو گئے تھے اور سید احمد بریلوی کے گروہ میں شامل ہو کر نظریہ وحدت الوجود کے قائل ہو گئے تھے سید احمد بریلوی تو نظریہ وحدت الوجود کو محمدین وجودیہ کی بدعت سے تعبیر کرتے تھے انہوں نے بھی نظریہ وحدت الوجود کو کشف و شہود کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی جو اپنے وقت میں فلسفہ کے امام شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے وحدت الوجود کی تائید میں ایک رسالہ "روض المجرود" لکھا۔ ان کے علاوہ علامہ عبدالعلی لکھنوی نے بھی وحدت الوجود کی حمایت میں ایک رسالہ "وحدت الوجود" لکھا۔ چونکہ دونوں حضرات کی تقریریں کشف و شہود سے خالی اور خالص فلسفیانہ ہیں اس لیے وہ بھی خارج از بحث ہیں۔ علامہ عبدالعلی لکھنوی کے رسالہ "وحدت الوجود" کا حاشیہ اور خاتمہ نبیرہ امام ربانی حضرت زید البواکسین فاروقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اس میں آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریہ تطبیق کو ناقابل تسلیم قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

"کجا اثبات یک وجود واجبی لاغیر و کجا اثبات دیگر وجود امکانی، کجا قول ہمہ اوست کہ مقام جمع است و کجا گفتار ہمہ ازوست کہ مقام فرق است۔"

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال حضرت امام ربانی کے
 حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نظریہ توحید شہودی سے بے حد متاثر تھے۔
 بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ انہوں نے اپنے تصور خودی کی بنیاد حضرت امام ربانی کے تصور وحدت الوجود پر رکھی ہے۔

لے صراط مستقیم

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اپنے انگریزی خطبات میں تصور وحدت الشہود کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

”سترہویں صدی کا ایک گراں قدر مفکر۔۔۔ شیخ احمد سرہندی، ہم عصر تصوف پر جن کی بے باکانہ تشریحی تنقید نے ایک تکنیک (نظریہ وحدت الشہود) کو جنم دیا۔ صوفیاء کے مختلف سلاسل طریقت جو سنٹرل ایشیا اور عرب سے ہندوستان آئے ان میں صرف موصوف کی وہ تکنیک ہے جس نے ہندوستانی حدود و ثغور کو عبور کیا اور آج بھی پنجاب، افغانستان اور ایشیائی روس میں ایک زندہ قوت ہے“

ڈاکٹر قاسم السامرائی کتاب سیرت مجدد الف ثانی کے مولف پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (کراچی) لکھتے ہیں:

حال ہی میں لیڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) کے فاضل ڈاکٹر السامرائی نے ایک تنقیدی مقالہ نظر ثانی کے لیے راقم کو ارسال فرمایا ہے۔ ڈاکٹر قاسم نے تصور وحدت الوجود اور نظریہ وحدت الشہود کو ایک ہی حقیقت کی دو مختلف مصطلحات قرار دینے سے اختلاف کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں نظریات اپنی علیحدہ قدر و قیمت رکھتے ہیں ان دونوں میں صرف لفظی اختلاف نہیں بلکہ معنوی اختلاف بھی ہے

◎ ہمارے ملک کے ممتاز دانشور سکالر پروفیسر برہان احمد فاروقی نے اس موضوع پر ایک رسالہ ”حضرت امام ربانی کا نظریہ توحید“ کے نام سے تالیف کیا، جس میں وہ رقمطراز ہیں:

جن حضرات نے شیخ مجدد کی تنقیص یا تائید کی، انہوں نے وحدت شہود کا ایک خاص معنی یہ سمجھا کہ وہ بھی وحدت وجود کی طرح ایک نظریہ ہے ذات باری اور عالم کے مابین تعلق کا، مگر یہ صحیح نہیں شیخ مجدد کے نزدیک وحدت شہود کا مفہوم فقط یہ ہے کہ وحدت وجود کا جو شہود ساکب کو اپنے ارتقا و روحانی کے دوران میں ایک خاص مقام پر پہنچ کر حاصل ہوتا ہے اور جسے متصوفین سمجھتے ہیں کہ نفس الامر

کا مشاہدہ ہے اور اس سے وحدت وجود ثابت ہوتی ہے وہ محض ان کا شہود ہے یعنی ان کی ایک کیفیت نفسی ہے اور حقیقت اس کے خلاف ہے عبارتِ آخری وجود ایک نہیں بلکہ سالک کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا وجود ایک ہی ہے۔ یعنی جب سالک بالارادہ اپنی نظر کو غیر خدا سے پھیر کر خدا پر قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ایک منزل پر پہنچ کر اسے یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ سوائے خدا کے اور کچھ نہیں سب کچھ وہی ہے۔

جو نظریہ وجود شیخ مجدد نے پیش کیا ہے اسے وحدت شہود کہنا غلطی ہے۔ اس کا کوئی نام نہیں رکھا گیا لیکن اگر کوئی نام رکھا جائے تو تشبیہ وجود یا وحدت وجود کہنا مناسب ہوگا۔

دوسری بات قابل لحاظ یہ ہے کہ وحدت وجود سے شیخ مجدد کا انکار بر بنائے عقل و استدلال نہیں بلکہ بر بنائے کشف و شہود ہے وہ کہتے ہیں کہ وحدت وجود کا شہود ایک مقام ہے جس پر سالک پہنچتا ہے لیکن اگر وہ اس مقام سے ترقی کر جائے اور اعلیٰ تر مقام پر پہنچ جائے تو اس پر منکشف ہو جاتا ہے کہ وحدت وجود کا شہود محض ایک شہود تھا اور وحدت وجود حقیقت نہیں ہے۔ پس شیخ مجدد کے دعوے کا جواب بر بنائے کشف و شہود ہونا چاہیے تھا یعنی شاہ ولی اللہ اور ان کے متبعین کو یہ بتانا چاہیے تھا کہ شیخ مجدد کا یہ بیان غلط ہے کہ وحدت وجود کے شہود سے بالاتر بھی کچھ مقامات ہیں یا یہ کہنا چاہیے تھا کہ ان اعلیٰ تر مقامات سے (جن پر شیخ مجدد فائز ہوئے) بالاتر اور مقامات ہیں جہاں پہنچ کر وحدت وجود کا اذعان پھر مکمل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ مقام تعجب ہے کہ ان حضرات نے اپنی تقریر کا منبع کشف و شہود کو نہیں بنایا بلکہ عقل و استدلال پر اس کی بنا رکھی۔ لہذا شیخ مجدد کے مذہب کی تردید اور توحید وجودی سے اس کی تطبیق ایک بے نتیجہ چیز جانی ہے نیز یہ کہ شاہ ولی اللہ اور دیگر حضرات نے جو دلائل وحدت وجود کی موافقت

یہ ہے کہ وجود اور موجود خارجی کے مابین کسی عنصر مشترک کا پالینا ایک ناممکن سی بات ہے
 ثانیاً یہ کہ شاہ ولی اللہ وجود کو ذات بحت کہتے ہیں۔ ذات بحت سے مراد
 ہے ایسی ذات جو ہر قسم کے تعینات سے معزاً ہو۔ پھر ایسے وجود کا نہ تو ادراک ممکن ہے
 نہ وہ خیال میں لایا جاسکتا ہے۔ "صحت اور واقعیت" کے درمیان کسی مشترک عنصر
 کا پالینا قریب قریب ناممکنات سے ہے۔ اس کا تصور کرنے کے لیے بھی فکر
 تہجد کی انتہائی شدید جدوجہد درکار ہے۔ پھر احدیت معقولہ اور ذات بحت دونوں
 کا ادراک عقل کرتی ہے یعنی وہ تصورات میں تصورات کلیہ۔ یہ کیسے ممکن ہو گا کہ اس
 وجود کو وحدت ذاتی یا وحدت عددی سے متصف کیا جائے۔ دراصل یہاں یہ سوال ہو
 سکتا ہے کہ آیا اس وجود کو وحدت ذاتی سے متصف کیا بھی جاسکتا ہے؟ یہ ظاہر ہے
 کہ جب تک وہ تصورات کلیہ ہیں جو اب نفی میں ہو گا۔ اس وجود کو وحدت ذاتی سے
 متصف کرنا جب ہی ممکن ہے کہ جب اس تصور کلی کو اس ناقابل عبور حلالہ کے اُپر سے
 جو کلی اور جزئی کے مابین ہے جسٹ کر اس کے ایک جزئی میں تبدیل کر دیا جائے۔
 لیکن کیا کلی کا جزئی ہو جانا ممکن ہے؟ کیا ہم اتنا بھی کہنے کے حقدار ہیں کہ تصور کلی
 کی مثال صرف ایک ہی موجود واحد و منفرد ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ ہم یہ حق نہیں رکھتے
 کیونکہ غور سے دیکھا جائے تو ایسا کوئی ایک وجود موجود نہیں جو اس درجہ کلی کے مصداق
 ہو۔ گو سرسری نظر سے دیکھا جائے تو ہر وجود واقعی بالکل اس کا مصداق ہے دراصل ہوا یہ
 کہ وحدت نظری تو محض وحدت نوعی تھی یہ ہرگز وحدت عددی ہونے کی متقاضی نہ تھی۔
 لیکن شعور مذہبی کے زیر اثر یہ وحدت عددی بن گئی یعنی ایک موجود واحد اور منفرد۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احدیت معقولہ، ذات بحت، وجود منبسط جو کسی
 نہ کسی طرح ایک منفرد موجود حقیقی ہے یہ کیونکر مجموع صفات کمال بن گیا۔ کیونکہ فی نفسہ تو
 وہ موجود محض سے زیادہ کچھ بھی نہیں یعنی ہم یہ کیونکر ثابت کر سکتے ہیں کہ وہ تمام کمالات
 کا حامل ہے؟ یہ تو بلاشک و شبہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں کمالات بالفعل تو موجود

نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں کمالات بالقوہ یا بالاستعداد موجود ہیں اور یہ بھی وجوب عقلی کے طور پر نہیں بلکہ محض واقعات محسوسہ کی توجیہ کے طور پر۔ اور یہ کہ وہ بعد میں بالفعل موجود ہو جاتے ہیں۔ مگر جو کچھ بالفعل وجود میں آجاتا، وہ کمالات نہیں بلکہ تقاضے ہیں۔ پس ہم انہیں تقاضے کی استعداد سے متصف کہہ سکتے ہیں نہ کہ کمالات کی استعداد سے۔ ہوتا یہ ہے کہ مفکر ناوانستہ طور پر مقتضیات شعور مذہبی سے متاثر ہو کر بغیر تنقید کے ہر خیر و کمال سے اس غیر مشخص وجود کو متصف کر دیتا ہے اور اس طرح وہ وجود مستجمع صفات کمال یعنی مذہب کے مشخص و ممتاز وجود الہیت میں منقلب ہو جاتا ہے۔

اگر تنزلات پر غور کیا جائے جن کے ذریعہ سے یہ وجود کامل عالم بنتا ہے تو کوئی وجہ ہی پیش نہیں کی جاسکتی کہ اس وجود میں وہ تنزلات کیوں واقع ہوتے ہیں۔ اگر اس وجود پر بصحت تمام یعنی بحیثیت تصویر کلی کے غور کیا جائے جیسا کہ وہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ حرکت و تغیر سے قطعاً معزاً ہے۔ لیکن اگر اس پر ایک واقعہ نفس الامری کی حیثیت سے غور کیا جائے جو محسوس اور معقول میں عنصر مشترک ہے یعنی بحیثیت موجود فی الخارج یا موجود فی الذہن ہونے کے تو بھی اس کے واسطے ایسے اصول حرکت کا متعین کرنا مشکل ہوگا جو اس وجود کی ہر صورت میں مشترک ہو اور اس سے اس وجود کو متصف کیا جاسکے مگر واقعہ یہ ہے کہ شعور نظری کا مقتضی ہے کہ عالم کی توجیہ اس حیثیت سے کی جائے کہ وہ وحدت مفروضہ کا منظر ہے اور لہذا ایک اصول حرکت کو اس سے وابستہ کر دیا جائے۔ یہ مقتضی پورا کر دیا جاتا ہے۔ اس کی ایک غایت تجویز کی جاتی ہے اور اس امر کا اثبات کیا جاتا ہے کہ وہ وجود اپنے تئیں جاننا چاہتا ہے۔ اس غایت کا مبنی بھی حقیقت میں مذہب ہے مزید برآں اس حرکت کی خصوصیت یہ ہے کہ پہلے وہ علمی ہے پھر عینی یا خارجی۔ یہ کسی طرح شعور نظری کا مطالبہ نہیں کہ اگر اس کے علمی اور خارجی ہونے کی کوئی غرض ہو تو

وہ مذہبی ہو۔ دراصل مذہبی غرض ہی برسر عمل ہے جس نے غشاد نظری کو بدل دیا ہے کیونکہ وحدت اب خدا بن کر متصور ہو رہی ہے۔ لہذا پہلے تو اس میں شعور خودی ہونا چاہیے اور پھر اسے اپنی ذات سے وجود خارجی کو پیدا کرنا چاہیے۔ بہر کیف شعور نظری پھر بہ شدت تمام برسر عمل آتا ہے اور وجود خارجی وجود الوہیت کے منظر کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ بذات خود اپنی تجلیات میں سے ایک تجلی کی صورت میں وہی وجود ہے جو تجلی کا عین ہے۔

اب شعور مذہبی اور شعور نظری کے مابین جو تضاد ہے وہ بالکل عیاں ہو جاتا ہے شعور نظری واحدی ہے اور وجود اولیٰ اس کے نزدیک کائنات میں ساری ہے اور اس کا اصول ارتقاء جبراً ہے۔ اگر ایسا ہے تو ظاہر ہے کہ ہم سخت ترین جوہر کے تحت کام کر رہے ہیں۔ تصوف کو اس سے انکار نہیں۔ پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان میں احتیاج اور اذیت جو شعور مذہبی کا مہیٹی ہے کہاں سے آئی اور فرض اور ذمہ داری کا سرچشمہ کیا ہے؟ اور اختیار جس کے بغیر کوئی بلند مذہب ایک لمحہ کے لیے باقی نہیں رہ سکتا کہاں سے آیا نیز یہ نظریہ نفس انسانی میں ایسا میلان پیدا کرتا ہے جو شعور نظری کی خصوصیت ہے یعنی فکر اور مراقبہ کا میلان۔ ایک متصوف کا مقصود ہے عرفان وہ اپنی زندگی مراقبہ اور کاشفہ میں بسر کرتا ہے۔ اس کا منہ ہلتے مقصود وصل ہے یعنی فنا یا وجود اولیٰ میں گم ہو جانا۔ ظاہر ہے کہ یہاں بقاء بعد الموت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، گو وہ شعور مذہبی کے تحت میں اکثر اس کا ذکر کرتا ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ جستہ جستہ وحدت مذہبی کے شعور متصوفانہ میں بعض اہم عناصر داخل ہو جاتے ہیں لیکن غلبہ شعور نظری کا رہتا ہے۔

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ تصوف اپنے تمام پہلوؤں کے لحاظ سے تو افلاطونیت سے بہت زیادہ مماثل ہے اور تاریخی حیثیت سے بھی اس سے بہت مستفید ہوا ہے۔ اس کا نظریہ وحدت وجود اور تشریحات یعنی اس کے تعینات زندگی

اور اجتماعیت کی طرف اس کا رویہ رہبانیت اور انفرادی اور انسان کی غایت قصویٰ کو حاصل عرفان یا ذات اولیٰ میں مدغم یافتہ ہو جانا۔ یہ سب کی سب باتیں ہر اعتبار سے وہی ہیں جو نوافل طونیت نے کہیں نیز یہ کہ تصوف شعور مذہبی کو شعور نظری میں تبدیل کرنے کی اس سعی پر مبنی ہے جس پر نوافل طونیت مبنی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی خالی از معنی نہیں کہ نوافل طونیت کا مقصود مذہب بننے سے یہ تھا کہ اس طرح و ثنیت یعنی صنم پرستی کو عیسویت کی زد سے بچائے۔ اسی طرح تصوف بھی ایک مذہب بن کر اسلام میں داخل ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا شاہ ولی اللہ اس بات میں حق بجانب ہیں کہ شیخ مجدد کا مسلک حقیقتاً وہی ہے جو ابن عربی کا ہے یعنی وحدت وجود اور وحدت شہود میں فرق صرف استعارہ اور تشبیہ کا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دو مختلف مسلک معلوم ہوتے ہیں اور شیخ مجدد کو یہ مغالطہ لگا کہ وہ اپنے مسلک کو وحدت وجود کا منظر سمجھتے ہیں۔ ان پر شیخ مجدد کا یہ حق ضرور تھا کہ وہ بہ تفصیل وضاحت فرماتے کہ یہ فرق صرف ظاہر ہے اور فی الواقعہ استعارہ بیان پر مبنی ہے۔ مگر شاہ ولی اللہ یہ نہیں کرتے اور اختلاف استعارہ و تشبیہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ شیخ مجدد اور ابن عربی کے درمیان صرف تشبیہ اور استعارہ کا اختلاف نہیں بلکہ معنی اور حقیقت کا فرق ہے۔ یہ فرق اتنا ہی واقعی اور حقیقی ہے جتنا وحدت نظری اور وحدت مذہبی کا فرق۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ کا یہ دعویٰ اس پر مبنی ہے کہ اس سلسلہ بحث میں لفظ "ظن" استعمال ہوا ہے۔ "ظن" یقیناً ایک استعارہ ہے اسی طرح "عکس، تجلی اور تلبس" استعارات ہیں جو وہ خود اور ابن عربی استعمال کرتے ہیں۔ "ظن" بہر کیف "تجلی یا عکس" سے بہتر استعارہ ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا مفہوم اصل یا شے کے مفہوم سے جدا ہے۔ نیز یہ کہ وہ اصل یا شے پر مبنی ہے اور اس میں یہ بھی مضمر ہے کہ ظن کا وجود بمقابلہ اصل کے بیچ ہے۔ بخلاف اس کے

تجلی کا لفظ اس سے بالکل متضاد معنی کو ظاہر کرتا ہے۔ نطل اور تجلی کے متضمنات میں یہ اختلاف بلاشبہ نہایت ہی اہم ہے اور اگر اس تحقیق میں احتیاط سے کام لیا جاتا تو بالکل واضح ہو جاتا کہ شیخ مجدد مقصود لفظ "نطل" سے صرف یہی ظاہر کرنا نہ تھا کہ وہ اصل یا شے سے جدا ہے بلکہ یہ بھی کہ نطل محض معلول ہے اصل کا، یعنی یہ کہ فی الحقیقت وہ ایک فعل تخلیقی ہے اللہ کا۔

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مجدد نے جن معنی میں لفظ نطل استعمال کیا ہے اسکی توضیح کی جائے کیونکہ اس اصطلاح کے غلط تصور سے ایک غلط احتمال پیدا ہو گیا ہے۔
بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مجدد نطل کو کم و بیش "عکس یا پرتو" کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جس سے یہ پہلو نکلتا ہے کہ گویا نطل کسی نہ کسی طرح اصل کا جز ہے۔ ظلیت کے مقام پر وہ نطل کو اس معنی میں استعمال کرنے کی طرف مائل تھے۔ اگرچہ وہاں بھی ان کے نزدیک نطل بمقابلہ عکس یا پرتو کے ایک ادنیٰ اثر وجود کو ظاہر کرتا ہے۔

بعد ازاں وہ لفظ نطل کو کثرت کے ساتھ اصل سے غیریت ظاہر کرنے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کا مقصود اس لفظ کے استعمال سے یہ ہے کہ اصل کے مقابلہ میں کثرت کی بے بضاعتی کا اظہار کیا جائے نیز یہ کہ کثرت کا وجود اصل کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

من عجب است کہ شیخ محی الدین و تابعان
او ذات واجب تعالیٰ را بجهول مطلق
میگویند و محکوم علیہ بہ هیچ حکمے دانند مع ذالک

لہ دفتر دوم مکتوب ۱ لہ دفتر اول مکتوب ۱۶۰ لہ دفتر دوم مکتوب ۱۱

احاطہ ذاتی و قرب و معیت ذاتیہ اثبات می نمایند
 وَمَا هُوَ إِلَّا حُكْمٌ عَلَى الذَّاتِ تَعَالَى وَتَقَدَّسَ
 فَالصَّوَابُ مَا قَالَهُ الْعُلَمَاءُ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ مِنْ
 الْقُرْبِ الْعِلْمِيِّ وَالْإِحَاطَةِ الْعِلْمِيَّةِ

ترجمہ: تعجب ہے کہ حضرت شیخ محی الدین اور ان کے پیروکار
 حضرات، ذات واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں اور اس کو کسی بھی حکم کے
 ساتھ محکوم علیہ نہیں جانتے اور اس کے باوجود اس کے لیے احاطہ اور قرب و
 معیت ذاتیہ ثابت کرتے ہیں حالانکہ یہ حق تعالیٰ کی ذات پر حکم لگانا ہی تو
 ہے۔ پس درست وہی ہے جو اہل سنت کے علماء نے فرمایا ہے کہ
 اللہ تعالیٰ کا قرب و احاطہ علمی ہے نہ کہ ذاتی۔

شرح

مسطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت شیخ محی الدین راہن
 عربی قدس سرہ کے کلام میں تناقض و تضاد کی نشاندہی فرمائی ہے۔ آپ فرماتے
 ہیں کہ حضرت شیخ ایک طرف تو فرماتے ہیں کہ ذات حق تعالیٰ مجہول مطلق ہے
 اور غیر محکوم علیہ ہے یعنی ہمارے ادراکات و محسوسات سے برتر و بالا ہے اور
 اس پر کسی قسم کا کوئی حکم ثابت نہیں کیا جاسکتا لیکن اس کے باوجود خود ہی اللہ تعالیٰ
 کے احاطہ اور قرب و معیت کو ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں (جیسا کہ فصوص الحکم وغیرہ
 میں موجود ہے) یہ اس کی ذات پر حکم لگانا نہیں تو اور کیا ہے؟ لہذا آپ اس امر

پر اظہارِ تعجب فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ کے یہ دو قول متناقض ہیں جب کہ حق وہی ہے جو اہل سنت و جماعت کے علماء متکلمین کا مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عالمین کے ساتھ احاطہ اور قرب و معیت ذاتی نہیں بلکہ علمی ہے جیسا کہ آیت قرآنی بھی اس مسلک کی مؤید ہے اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ واضح ہے کہ ابن عربی کے کلام میں مزید کسی تناقض و تضاد موجود نہیں لیکن ہم ان کی جلالتِ شان کے پیش نظر توجیہ و تاویل سے کام لیں گے۔

یہ امر ملحوظ ہے کہ حضرت ابن عربی قدس سرہ
تناقضات کی توجیہات کے کلام میں تناقضات اور اقوال میں کشفی اور نظری تسامحات کے باوجود حق تعالیٰ کے مقربین میں سے ہیں۔ طریقت میں ان کی اجتہادی غلطیاں، فقہاء کی اجتہادی غلطیوں کی طرح ہیں۔ لہذا ان کو مُصِيب ہی سمجھا جائے گا اور ان کے کلام کی توجیہات کی جائیں گی۔

اولاً ان کے متناقض اقوال کو تعددِ اوقات و احوال پر محمول کیا جائے۔
 ثانیاً ان کے سُکر یہ علوم و معارف غلبہٴ احوال اور سُکرِ وقت کا نتیجہ ہیں۔
 ثالثاً ان پر رد و طعن کی بجائے ان کے کلام کی تاویل کرنی چاہیے۔

رابعاً شاید ان کی تصانیف میں بعض اسکا قی عباراتیں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔
 جیسا کہ حضرت امام ربانی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

وَجَمِيعُ مَا عَارَضَ مِنْ كَلَامِهِ ظَاهِرُ الشَّرِيعَةِ وَمَا عَلَيْهِ الْجَمُورُ
 فَهُوَ مَذْسُوسٌ عَلَيْهِ لَه

(یعنی) ان کا کلام جس قدر ظاہرِ شریعت اور طریقِ جمہور کے خلاف ہے وہ ان کے کلام میں خارج سے داخل کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عربی قدس سرہ کے نظریہ وحدت الوجود کے برعکس حضرت بلینہ نمبر ۱ امام ربانی قدس سرہ نے جو نظریہ توحید پیش کیا ہے وہ کتاب سنت کی روشنی میں علمائے اہل سنت کے عقائد عین مطابق ہے۔ دونوں نظریات میں تطبیق دینا یا نزاع لفظی قرار دینا بعید از حقیقت ہے یہ اختلافات حقیقت پر مبنی ہیں۔

نمبر ۲ عصر حاضر کے بعض حضرات نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بلینہ نمبر ۲ حضرت امام ربانی اور حضرت ابن عربی کے نظریات میں کوئی فرق و اختلاف نہیں۔ دونوں وحدت الوجود کے قائل ہیں حاشاً و کلاً ان کی یہ کوشش عبث اور حد سے تجاوز کے مترادف ہے اگر مان بھی لیا جائے کہ ابن عربی کے کلام میں الحاقی عبارتیں شامل ہیں تو پھر بھی ان کی نشاندہی کرنا ایک ایسا مشکل امر ہے جس پر نہ کوئی تفصیلی حوالہ ملتا ہے اور نہ ہی کوئی دلیل موجود ہے۔ بصورت دیگر اگر متنازعہ عبارتیں الحاقی ہیں تو پھر ان کی تاویلات کرنے کا جواز باقی نہیں رہتا اور ترویج کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ)

متن بعضے اکثریت مراقبات توحید برین
 احکام می آرد کہ صورت آن مراقبات
 در متخیلہ نقش می بندد و بعضے دیگر را علم توحید و
 تکرار آن نحوے از ذوق بان احکام می بخشد و این
 ہر دو صورت توحید معلول اند و داخل دائرہ علم
 بحال کارے ندارند و بعضے دیگر را نشاء این احکام
 غلبہ مجتہت است کہ بواسطہ استیلاء حبیب محبوب

کے اسمائی و صفاتی کمالات کا منظر ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حق اور خلق کے درمیان یہی نسبتیں بعض عوارض کی بنا پر بعض لوگوں کے لیے احکام و ہمیدہ کے حصول کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس کے بعد آپ ان عوارض و اسباب کی تشریح فرماتے ہیں۔

وہ عوارض جو توحید و جودی کے قول کا سبب ہیں

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ توحید و جودی کا قول کرنے والے سالکین کو تین قسم کے عوارض پیش آتے ہیں۔

بعض سالک توحید کے مراقبوں کی اتنی کثرت کرتے ہیں کہ ان عارض اول مراقبوں کی صورت ان کی قوت خیالیہ پر نقش کا کجبر ہو جاتی ہے یعنی کلمہ نفی اثبات کا تکرار کرتے وقت ذہن میں اس کا معنی ملحوظ رکھتے ہیں اور یہی معنی کثرت تکرار کی وجہ سے ان کے قلب و ذہن میں راسخ ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ وحدت وجود کا قول کرنے پر مضطر ہو جاتے ہیں۔

بعض سالکوں کو توحید و جودی کا ظاہری علم (جو تکرار کی وجہ سے اور عارض ثانی فتوحات و فصوص کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے) ایک خاص قسم کا ذوق بخش دیتا ہے جس سے رہائی پانا مشکل ہو جاتا ہے اور وہ علمی اور ذوقی طور پر توحید و جودی کا قول کرتے ہیں۔

کچھ سالکین ایسے بھی ہوتے ہیں جو غلبہ محبت کی بنا پر محبوب عارض ثالث کے علاوہ ہر شے کی نفی پر مجبور ہو جاتے ہیں کیونکہ محبت کی شدت غیر محبوب کے وجود کو قبول نہیں کرتی حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے اور توحید و جودی کی یہ قسم پہلی دونوں قسموں کی توحید سے اعلیٰ ہے اور

حال کے دائرہ میں داخل ہے اگرچہ یہ بھی ظاہری حواس، عقل اور شریعت کے موافق نہیں لیکن توحید و جود کی پہلی دونوں قسمیں ضعیف اور علم و قال کے دائرہ میں داخل ہیں حال سے ان کا کچھ بھی تعلق نہیں۔ لہذا توحید و جود کے ان احکام و ہمہ کو شریعت و حقیقت کے ساتھ تطبیق دینا بیجا تکلف کے مترادف ہے۔

ارباب توحید و جود کے تینوں گروہوں کے بارے میں مفصل گفتگو دفتر پینتہ اول مکتوب ۲۹۱ میں موجود ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

مشائخ نقشبندیہ کی ان عبارتوں کا جواب جو توحید و جود پر دلالت کرتی ہیں

اس مکتوب میں آپ نے مشائخ نقشبندیہ اور بعض دوسرے مشائخ کی ان عبارتوں کا جواب دیا ہے جو توحید و جود پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ان مشائخ عظام کو یہ احوال و شہود درمیان میں پیش آئے ہوں گے اور اس کے بعد وہ اس مقام سے گزر گئے ہوں گے جیسا کہ آپ خود بھی ان احوال سے گزرتے تھے۔ نیز ان میں سے بعض مشائخ کے ظاہر کو جو کثرت ہیں۔ باطن میں احدیت صرف کی پوری پوری نگرانی حاصل ہونے کے باوجود ان احکام و شہود سے حکمتاً مشرف فرمایا گیا۔ جیسا کہ ابتداءً مکتوب میں آپ نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد قدس کے حال کی خبر دی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ابتدائے سلوک وحدت الوجود سے انکار میں وحدت الوجود کو قبول فرمایا تھا لیکن بعد میں اس سے انکار فرما دیا اور توحید و جود پر اصرار کرنے والے بزرگوں کے احوال و اقوال کی تاویل فرماتے رہے۔ آپ کا یہ موقف ترویج شریعت کے لیے تجددی حکمتوں پر مبنی تھا۔ آپ کا کلام تضادات سے مبرا ہے لیکن احوال کی تبدیلی کے

پیش نظر بظاہر تضاد محسوس ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں آپ نے اس مکتوب میں
صراحت کے ساتھ فرمادیا کہ

« اگر قبول وحدت وجود بودہ است از کشف بودہ است نہ از روئے تقلید

و اگر انکار است ہم از الہام است »

(یعنی) اگر ابتداء میں اس فقیر کو وحدت الوجود قبول رہا ہے تو وہ کشف کی بناء

پر تھا نہ کہ تقلید کے طور پر اور اگر اب وحدت الوجود سے انکار کر رہا ہے تو یہ بھی
الہام کی وجہ سے ہے اور الہام میں انکار کی گنجائش نہیں ہے اگرچہ دوسروں کے
لیے الہام حجت نہیں۔

آپ کے ارشاد سے واضح طور پر آپ کا وحدت الوجود کی صحت سے

انکار ثابت ہو رہا ہے ہمارے ایک ہم عصر مصنف کیپٹن واحد بخش سیال چشتی صابری

نے اپنی تصنیف "وحدت الوجود و وحدت الشہود" میں یہ ثابت کرنے کی کوشش

فرمائی ہے کہ حضرت امام ربانی بھی وحدت الوجود کے قائل تھے انکے اور ابن عربی قدس سرہ

کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ان کی یہ تحقیق ایک مفروضے سے زیادہ کچھ حقیقت

نہیں رکھتی اسی طرح دونوں نظریات میں تطبیق دیکر نزاع لفظی ثابت کرنے والے

حضرات نے بھی تکلفات بعیدہ کا ارتکاب فرمایا ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وحدت الوجود غلبہ سکر کا نتیجہ ہے

اور سکر کا تعلق مقام ولایت سے ہے اس سے بالاتر مقام صحو و ارشاد ہے جس کا

تعلق مقام نبوت سے ہے۔ وحدت الشہود کے معارف علوم نبوت سے

متقرب ہیں اور یہ امر واقعی ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے بعد آج تک آپ

جیسا صاحب کشف و الہام عارف پیدا نہیں ہوا یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عربی کے

فلسفہ توحید پر جس طرح آپ نے تبصرہ فرمایا ہے کسی کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے

بیان کردہ ابرادات کا شافی جواب دے سکے جن حضرات نے آج تک ان حقائق

کے بارے میں لب کشائی فرمائی ہے وہ علم و عقل اور فلسفہ کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف ہے ہیں۔ کشف و شہود کی بنیاد پر وہ توحید و جود ہی اور توحید شہودی پر قلم نہ اٹھائے لہذا حضرت مجدد کے نظریہ توحید پر ان کے اعتراضات سورج کو چسپاں دکانے کے مترادف ہیں۔

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت مرزا حسن علی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

اکابر نقشبندیہ کی نسبت خاصہ
حضرت امام مہدی اسی نسبت خاصہ (نقشبندیہ) کی تکمیل فرمائینگے
طبقات مشائخ . معترضین کی غلط فہمی کا ازالہ

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت میرزا حسام الدین احمد بن نظام الدین احمد حنفی
 نقشبندی بدخشی ثم الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ مکتوبات شریفہ
 میں آپ کے نام سولہ مکتوب ہیں۔ آپ مشائخ نقشبندیہ میں سے ہیں جنہوں نے
 خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔ ۱۷۷۹ء
 میں بدخشاں کے قصبہ قندوز میں پیدا ہوئے تحصیل علوم متداولہ کے بعد شیخ
 ابو الفضل بن مبارک ناگوری کی ہمشیرہ سے شادی ہوئی والد ماجد کے انتقال
 کے بعد حکومت سے منصب و جاگیر پائی۔ اکبر بادشاہ نے آپ کو عبدالرحیم
 خانخاناں کی زیر قیادت لشکر میں شامل کر دیا۔ چونکہ آپ کی طبیعت ترک و تجرید
 کی طرف مائل ہو گئی تھی اس لیے لشکر اور سلطانی خدمات سے استعفی ہو گئے
 اور عزلت و ریاضت اختیار کر لی بعد ازاں آپ دہلی میں آ گئے اور بقیہ زندگی
 حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و تربیت میں گزار کر معارف الہیہ میں عالی
 مرتبہ پر فائز ہوئے۔ ترک و تجرید کے غلبہ کے سبب مسند ارشاد کی ذمہ داریوں پر
 پورے نہ اتر سکے لہذا اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہے اور ان کے وصال
 کے بعد ان کے صاحبزادگان کی تربیت و خدمت میں مشغول رہے۔
 وفات: یکم صفر ۱۰۴۳ھ اکبر آباد میں وفات پائی وہیں دفن کیے گئے کچھ عرصہ
 بعد آپ کے جسدِ غامی کو دہلی لا کر حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہ کے
 قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ (زبدۃ المقامات و زہۃ الخواطر)

مکتوب - ۳۲

متن از عدم دریافت نسبت خاصہ پیر و تگلیر علیہ الرحمۃ
 نوشتہ بودند و سبب آنرا پسیدہ مخدوم و ماشرح امثال این
 سخنان بطریق تحریر بلکہ تقریر ہم مناسب نمے نماید تا در
 فہم کے چہ در آید و از آنجا چہ فرالیر و حضور بشرطِ حُسن
 ظن یا طولِ صحبت بہر نیج کہ باشد در کارست و
 بِدُونِهِ خَرَطُ الْقِتَادِ ۱۰

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے

تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

ترجمہ: آپ نے حضرت پیر و تگلیر (خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سترہ) کی
 نسبت خاصہ کے دریافت نہ ہونے کے متعلق لکھا تھا اور اس کا سبب پوچھا تھا
 اے مخدوم! اس قسم کی باتوں کی تشریح اور تفصیل تحریر بلکہ تقریر کے طریقے پر بھی
 مناسب نہیں۔ کیونکہ کیا معلوم کسی کی سمجھ میں کیا بات آئے اور وہ اس سے کیا
 مطلب نکالے اس کے لیے اپنے مرشد کے ساتھ حُسنِ ظن رکھتے ہوئے عرصہ
 دراز تک صحبت میں رہنا ہر لحاظ سے ضروری ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بے فائدہ
 رنج و مشقت اٹھانا ہے۔

(شعر کا ترجمہ) ایک پرسکون اور چاندنی رات ہوتا کہ میں تیرے ساتھ ہر بات کھول

کر بیان کروں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی بارگاہ عالیہ میں حضرت میرزا حسام الدین احمد نے ایک مکتوب ارسال کیا تھا جس میں تحریر تھا کہ ہمارے پیر و شکر خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہ کی نسبتِ خاصہ کے بارے میں آپ نے جو معارف (زبان یا قلم سے) بیان فرمائے ہیں یہ معارف حضرت کے وقت میں سُننے میں نہیں آئے تھے حالانکہ ہم دونوں پیر بھائی ہیں۔ لہذا آپ ان معارف کی تشریح فرمائیں کہ یہ آپ پر کہاں سے منکشف ہوئے اور اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میرے مخدوم! اکابر نقشبندیہ کی نسبتِ خاصہ کے معارف دراصل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معارف ہیں جو اس فقیر پر ہزار سال کے بعد الف ثانی کے آغاز میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اس قسم کے معارف تحریر و تقریر کے ذریعے معلوم نہیں ہو سکتے ان کی دریافت حُسن ظن اور یقینی عقیدت کے ساتھ عرصہ دراز تک صُحبت و ملازمت اختیار کرنے پر مبنی ہے۔ اس کے بغیر خار و درخت پر ہاتھ مارنے کے مترادف ہے۔

بلندیہ نمبر ۱ علوم و معارف باطنیہ کا حصول حُسن ظن اور دیر پا صحبت کا متقاضی ہے کیونکہ یہ علوم و معارف کشف و شہود کی راہ سے آتے ہیں لہذا اپنے شیخ اور مُرتبی کے معاملے میں قلبی طور پر حُسن ظن اور اعتماد لازمی ہے کیونکہ تخمین و ظن سے شکوک و شبہات جنم لیتے ہیں نیز اولیاء کرام کی صحبت اکیر کا درجہ رکھتی ہے۔

عارفِ رومی نے فرمایا ہے

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
 بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
 (یعنی) اولیاء اللہ کی تھوڑی سی صحبت بھی سو سال کی بے ریا نفل
 عبادات سے بہتر ہے۔

فلن آنا بحکم سوائے راجواب بے باید این قدر ولے
 نماید کہ ہر مقامے را علوم و معارف دیگرست و احوال
 و مواجید دیگر

ترجمہ: لیکن اس حکم کے مطابق کہ سوال کا جواب ہونا چاہیے صرف اس قدر
 ظاہر کرتا ہے کہ ہر مقام کے علوم و معارف مختلف ہوتے ہیں اور احوال و مواجید
 بھی جدا ہوتے ہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہر مقام کے علوم و معارف جدا اور
 احوال و مواجید مختلف ہوتے ہیں مثلاً سالک کے لیے ایک مقام میں ذکر اور توجہ
 مناسب ہے اور دوسرے مقام میں تلاوت اور نماز، کوئی مقام جذبہ (سیرِ نفسی)
 کے ساتھ خاص ہوتا ہے، کوئی مقام سلوک (سیرِ آفاقی) کے ساتھ ایک مقام جذبہ
 سلوک دونوں کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے اور ایک مقام ان دونوں جہتوں (جذبہ و
 سلوک) سے جدا ہوتا ہے۔ اس مقام میں جذبہ کا سلوک سے کوئی تعلق نہیں ہوتا
 اور سلوک کا جذبہ کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ یہ مقام نہایت عجیب و غریب
 ہے اور اس مقام کے ساتھ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ممتاز و مشرف

ہیں۔ اس مقام والوں کو دوسرے مقامات والوں سے مکمل امتیاز اور انفرادی شان حاصل ہے۔ یہ نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ان شہداء اللہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ذات اقدس میں پوری طرح ظاہر ہوگی اور ان کو تصرفات ظاہری و باطنی بھی پورے طور پر حاصل ہوں گے یعنی ولایت (بفتح واو) کے ساتھ ولایت (بکسر واو) سے بھی بہرہ یاب ہوں گے کیونکہ ولایت (واو پر زبر کے ساتھ) کا معنی قرب حق ہے اور ولایت (واو کے نیچے زیر) کا معنی تصرف ہے۔ یہ مقام جذبہ اور سلوک سے بلند تر ہے کیونکہ جذبہ و سلوک کمالاتِ ظلیہ کیساتھ مخصوص ہیں اور یہ مقام کمالاتِ اصلیہ کے ساتھ ممتاز ہے اور کمالاتِ اصلیہ فقط سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ صحابہ کرام کمالاتِ ظلیہ (جذبہ و سلوک) کے بغیر براہِ راست کمالاتِ اصلیہ سے مشرف تھے۔ ان کے علاوہ اکابر اولیاء بھی اگر کمالاتِ اصلیہ سے مشرف ہوئے ہیں تو وہ بھی کمالاتِ ظلیہ کے حصول کے بعد ہی اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے ہیں (اس میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کا اپنی ذات کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے) یہی کمالاتِ اصلیہ مشائخِ نقشبندیہ علیہم السلام کی نسبت خاصہ ہے جو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے تبعیت کے طور پر انہیں حاصل ہے۔ باقی سلسلوں کے مشائخ میں سے بہت کم مشائخ نے اس مقام کی خبر دی ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس مقام کے علوم و معارف کے متعلق گفتگو کی ہو۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام اسی نسبتِ خاصہ (نقشبندیہ) کی تکمیل فرمائیں گے!

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے تحریر فرمایا:

انگارم کہ حضرت مہدی موعود کہ باکلیت ولایت معبود است نیز برین نسبت خواهد بود و تقسیم و تکمیل این

سلسلہ علیہ خواہ فرمودے

یعنی میرا خیال ہے کہ حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام جو ولایت کی اکمالت کے لیے مقرر ہیں وہ بھی اسی نسبت کے حامل ہوں گے اور اسی سلسلہ علیہ (نقشبندیہ) کی تمیم و تکمیل فرمائیں گے۔

حضرت امام ربانی کے فرمان کا مطلب ظاہر ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام حضرات انبیاء کرام کی نبوت کے کمالات کے کامل وارث ہوں گے اور ان کا مقام اولیائے کرام کے اور اک سے بہت بلند ہوگا۔

ہر مقام کے علوم و معارف اور احوال و مواجید کا جدا جدا ہونا ^{لوقت} بلینہ نمبر ۲ کے بنیادی اصول و قواعد میں سے ہے مثلاً ذکر اور توجہ مبتدی سالک کے لیے ہے اور ولایت صغریٰ میں ذکر اور توجہ ہی زیادہ مفید ہیں اور ولایت کبریٰ میں جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ولایت ہے نماز کے اندر اور باہر تلاوت قرآن زیادہ بہتر ہے اور انبیاء کی نبوت کے کمالات میں جو کہ انبیاء کی ولایت کے کمالات سے زیادہ بلند ہیں عروج اور ترقی نماز کے ساتھ مربوط ہے کیونکہ انبیاء کی ولایت کے کمالات کا تعلق صفات سے ہے اور انبیاء کی نبوت کے کمالات ذات بخت سے متعلق ہیں اور وہ مقام جو جذبے کے ساتھ مخصوص ہے طریقہ عالمی نقشبندیہ کی ابتداء میں درج ہے اور وہ مقام جو سلوک کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے سلاسل طریقت کی ابتداء سے متعلق ہے اور وہ مقام جو جذبہ اور سلوک دونوں کے ساتھ مخلوط ہے طریقت کے چاروں سلاسل کی انتہاء سے مربوط ہے اور وہ مقام جو جذبہ اور سلوک دونوں جہتوں سے جدا ہے انبیاء کی نبوت اور انبیاء کی ولایت کے کمالات کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ جذبہ و سلوک متعارفہ جو کمالاتِ ظلیہ کے

کے ساتھ مخصوص ہے انبیاء کی نبوت اور ولایت کے کمالات سے اس کا کوئی واسطہ نہیں کیونکہ انبیاء کرام کا جذب و اجتہاد اور اضطرار جذبہ و سلوک کی منازل سے بہت بلند اور ورار انوار ہے۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

مثنیٰ از مشائخ طبقات رحمہم اللہ سبحانہ کم کے ازین

مقام خبر و ادہ است۔

ترجمہ: طبقات اسلاسل کے مشائخ میں سے کم مشائخ نے اس مقام (نسبت) کی خبر دی ہے۔

شرح

نسبت خاصہ (جس کا ذکر سطور بالا میں ہو چکا ہے) ایک ایسی نادر الوجود نسبت ہے جس کا جذب و سلوک کی منازل طے کرنے سے کوئی تعلق نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے صحبت نبوی علیٰ صہا الصلوٰۃ کی برکت سے یہ نسبت پہلے قدم میں ظاہر ہو جاتی تھی اور کچھ مدت کے بعد درجہ کمال تک پہنچ جاتی تھی۔ اسی نسبت کے بارے میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ طبقات مشائخ میں سے بہت کم مشائخ نے اس کی خبر دی ہے۔

طبقات مشائخ اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد مشائخ عظام پر ہوتا ہے طبقات مشائخ پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً محمد بن علی حکیم ترمذی کی کتاب "تاریخ مشائخ یا طبقات الصوفیہ" ابو بکر محمد بن داؤد کی کتاب "اخبار الصوفیہ والرفاؤ" ابو سعید احمد بن محمد غزنی کی کتاب "طبقات النساک" محمد بن احمد مشہور ابو بکر مفید جبرانی کی کتاب "اللمع" ابو اسحاق ابراہیم بن احمد بن داؤد مستملی کی

کتاب ”معجم الشیوخ“ ابو العباس احمد بن محمد بن زکریا زاہد نسوی خراسانی کی کتاب ”طبقات الصوفیہ“ ابو سعید نقاش کی کتاب ”طبقات الصوفیاء“ سراج عمر بن علی ابن الملقن شافعی علیہم الرحمۃ الرضوان نے بھی اسی نام سے کتاب لکھی تھی۔ سب سے زیادہ مشہور کتابیں جو طبقات مشائخ پر لکھی گئی ہیں ان میں حضرت ابو عبد الرحمن سلمیٰ کی کتاب ”کتاب الصوفیہ سلمیٰ“ حضرت شیخ الاسلام خواجہ عبد اللہ انصاری کی کتاب ”طبقات الصوفیہ ہروی“ اور حضرت مولانا عبد الرحمن جامی کی کتاب ”نفحات الانس“ ہیں۔ مشائخ کے مختلف طبقات ہیں۔

پہلے طبقے میں ابو ہاشم صوفی، ذوالنون مصری، فضیل بن عیاض، معروف کرخی، ابراہیم بن ادھم، بشر بن الحارث الکافی اور بایزید بسطامی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

دوسرے طبقے میں سہل بن عبد اللہ تبری، ابو حمزہ خراسانی، ابو سعید الخزاز اور ابو الحسن نوری رحمہم اللہ تعالیٰ۔

تیسرے طبقے میں ظاہر مقدسی، ابو یعقوب السوسی، خیر نساج، ابو العباس بن عطا بغدادی، ابو عمر الدمشقی اور ابو الحسن الوراق ابو بکر الواسطی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ چوتھے طبقے میں ابو علی الرودباری، ابو بکر شبلی اور ابراہیم بن الشیبان رحمہم اللہ تعالیٰ۔

پانچویں طبقے میں ابو سعید ابن الاعرابی، عبد اللہ الرازی، ابو القاسم لنصر آبادی اور ابو الحسن الحصری رحمہم اللہ تعالیٰ۔

چھٹے طبقے میں ابو الحسن السیروانی، ابو بکر المنظف الترمذی اور استاذ ابو علی دقاق رحمہم اللہ تعالیٰ زیادہ مشہور ہیں۔

(مزید تفصیلات کے لیے کتب مذکورہ کی طرف رجوع کیا جائے)

مَن در بابِ میاں شیخ الہ واد خصوصاً نوشتہ بودند، فقیر
را بیچ مضائقہ نیست اما ندامت از تغیر وضع خود مُشار
الیہ را در کارست کہ اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ اِشْتِفَاعِ فِرْعِ
ندامت ست۔

ترجمہ: میاں شیخ الہ واد کے متعلق خاص طور پر لکھا تھا اس فقیر کو کوئی مضائقہ
نہیں۔ لیکن مُشار الیہ شیخ الہ واد کے لیے لازم ہے کہ اپنی وضع تبدیل کرنے
سے ناوم ہو۔ بہطابق حدیث ندامت توبہ ہے، شفاعت طلب کرنا معافی مانگنا،
ندامت کی فرع ہے۔

شکر

حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہ کے وصال کے بعد بعض مخلصین (مُریدین)
نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کے بعض نادر الوجود علوم و معارف (جو حضرت
خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان اقدس سے بھی نہ سُنے تھے) پر از راہِ
رقابت و ناواقفیت زبان طعن و اعتراض دراز کی جس سے حضرت امام ربانی
قدس سرہ کو سخت رنج و ملال ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہطابق حدیث و تفسیر

تخریج حدیث اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ یہ حدیث حضرت امام بخاری نے اپنی تاریخ میں.....
ابن ماجہ ص ۳۱۳ اور حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن سعور رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے
شعب الایمان ص ۴۳۷ ج ۵ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے۔ امام
سناوی نے اس حدیث کو صحیح اور علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس حدیث
حسن فرمایا ہے۔

مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ آپ کے معترضین کے احوال خراب اور باطن تیرہ وتار ہو گئے اور ان کی نسبت بھی سلب ہو گئی۔ کیوں کہ حضرت امام ربانی صاحب وقت اور قطب الارشاد والہدایت تھے۔ چونکہ آپ صاحب وقت تھے اور صاحب وقت سے اس وقت کے تمام اولیائے کرام اور صاحبین اُمت اپنی استعداد کے مطابق فیض پاتے ہیں اور اس کے منکر و معترضین محروم ہو جاتے ہیں۔

حضرت میرزا حسام الدین احمد (جو امام ربانی کے پیر بھائی تھے) نے اپنے مکتوب میں ان کے لیے عذر خواہی کی درخواست پیش کی تھی۔ جس کے جواب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ فقیران کی نسبتیں سلب کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوا بلکہ وہ خود بخود خدا کی طرف سے سلب ہو گئی ہیں اور یہ لوگ جو اپنے دلوں کے اندر سے ذکر کی آوازیں سنتے ہیں یہ اور چیز ہیں اور نسبتوں کا مقام کچھ اور ہے۔ وہ تاہنوز سلب ہیں یہاں تک کہ وہ اعتراض کی بے ادبی سے تائب اور نادم نہ ہوں کیونکہ حدیث پاک کے مطابق ندامت توبہ ہی کا نام ہے۔

یہ بھی انہی معترضین میں شامل تھے بلکہ حضرت خواجہ میاں شیخ الہ داد دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی اور اپنی مشیختیت کے دعویدار ہو گئے تھے۔ حالانکہ حضرت خواجہ دھلوی علیہ الرحمۃ نے انہیں اپنی ظاہری حیات میں صرف مہمانوں کی خدمت اور لنگر کے انتظامات سنبھالنے کا حکم دیا تھا ان کے متعلق مولانا محمد ہاشم کشتی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے :

”جس زمانے میں حضرت خواجہ باقی باللہ دھلوی قدس سرہ لاہور سے ماوراءالنہر (ترکستان) تشریف لے جانے کی تیاری فرما رہے تھے۔ شیخ الہ داد حضرت کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو کر طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا اور سفر سے واپسی پر حضرت خواجہ نے درگاہ کی خدمت اور مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام شیخ کے سپرد کر دیا تھا۔ لے

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ شیخ الہ داد حضرت خواجہ کے حکم اور اس فقیر کی تجویز پر بطور سفارت بعض مُبتدعی یاروں کو ذکر بتانے اور ان کے احوال ہم تک پہنچانے پر مامور تھے۔ ان کا مسندِ مشیخت پر از خود براجمان ہو جانا خیانت کے زمرے میں آتا ہے۔

مستشرقین کی غلط فہمی کا ازالہ مزید آپ نے اس مکتوب میں وضاحت فرمائی ہے کہ ہر فن و صنعت کا مکمل

ہونا بہت سی فکروں کے ملنے پر موقوف ہے مثلاً سپینویہ (عمر بن عثمان شیرازی) کے علمِ نحو میں اس کے متاخرین نے اس گنا اضافہ کر دیا حضرت خواجہ شاہ نقشبند اویسی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی قدس سرہ کی نسبت میں اپنی طرف سے اضافے کر کے چار چاند لگا دیئے۔

اسی طرح ہمارے خواجہ علیہ الرحمۃ بھی اسی نسبت میں اضافے اور تکمیل کے ورپے رہے لیکن ان کی زندگی نے وفانہ کی۔ اگر یہ فقیر اسی نسبت کو اللہ تعالیٰ کی تائیدِ غیبی کے ساتھ تکمیل و ترقی کی طرف لے جا رہا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے فضلِ خاص ہی کی دستگیری ہے اس پر اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔ شیخ الہ داد ان نسبتوں کی حقیقت کو کیا جانے؟ نسبتیں ایک مقام پر پٹھری نہیں رہتیں بلکہ ان میں دن بدن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ (کَمَا لَا يَخْفَى عَلَىٰ أَمْرٍ بِابِ الْبَصِيرَةِ)

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت ملا حاجی محمد لاہوری رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

علمائے سور کی خدمت اور علماء حق کی فضیلت
تذکرہ نفس اور تعلقات دنیا۔ صوفیائے کرام اور حقیقت دنیا

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی ملاحاجی محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ کا
مختصر تذکرہ مکتوب ۲۶ کی شرح میں ملاحظہ فرمائیں۔

مکتوب - ۳۳

متن علماء را محبت دنیا و رغبت در ان کلف چہرہ
 جمال شاست خلایق را اگرچہ از ایشان حصول فوائد است اما
 علم شان در حق ذات ہائے ایشان نافع نیامد ہر چند تائید
 شریعت و تقویت ملت بر ایشان مترتب است اما گاہ است
 کہ این تائید و تقویت از اہل فجور و ارباب فتور ہم می آید چنانکہ
 سید ابیاری علیہ و علیہم و علی الہ الصلوٰت و التسلیمات
 از تائید آن مرد فاجر خبر دادہ اند و فرمودہ ان اللہ لیؤید ہذا

الدین بالرجل الفاجر☆

ترجمہ: علماء کے لیے دنیا کی محبت اور اس میں رغبت ان کے جمال کے چہرے پر

☆ تخریج حدیث: یہاں امام ربانی قدس سرہ نے جو حدیث نقل فرمائی ہے اس کا پورا مضمون حدیث پاک میں
 اس طرح ہے،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ حَتَّى نَأْتِيَ لِرَجُلٍ مَيِّمَنٍ يُدْعَى بِالْإِسْلَامِ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَئِمَّا
 حَضَرْنَا الْقِتَالَ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالَ الرَّجُلِ فَمَا أَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ

دھبہ ہے مخلوق کو اگرچہ ان سے فائدے حاصل ہوتے ہیں لیکن ان کا علم ان کی اپنی ذات کے حق میں نافع نہیں ہوتا۔ ہر گاہ کہ شریعت کی تائید اور امت کی تقویت انہی پر مرتب ہوتی ہے۔ لیکن کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ دین کی یہ تائید و تقویت فاسق و فاجر قسم کے لوگوں سے بھی واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ سید الانبیاء (آپ پر اور ان پر اور آپ کی آل پر رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں) نے اس فاجر آدمی کی تائید کے متعلق خبر دی اور فرمایا کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ ضرور مدد دے گا اس دین کو ایک فاجر شخص

ابقیہ ماشیہ صفحہ گذشتہ

اللہِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ الَّذِي قُلْتُ لَهُ: أَيُّفَاؤُكُمْ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَاتِلُ الْيَوْمِ قِتَالًا شَدِيدًا وَقَدِمَاتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِلَى النَّارِ فَكَأَدَّ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَرْتَابَ فَبَيَّنَّمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ إِذْ قِيلَ فَإِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلَكِنْ بِهِ جِرَاحٌ شَدِيدٌ فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَقَالَ اللهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ ثُمَّ أَمْرًا لِأَقَادِي فِي النَّاسِ أَنْ لَا يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَأَنَّ اللهُ يُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (بخاری ۲/۹۰ مسلم ۲/۱ واللفظ له)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگِ حنین میں شریک تھے۔ ہم میں ایک شخص تھا جو مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ جہنمی ہے پس جب قتال شروع ہوا تو وہ شخص بڑی بے جگری سے لڑا اور زخمی ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے وہ آج بڑی بہادری کیساتھ لڑا اور اب وہ مرجح ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخ میں گیا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تہہ تک نہ پہنچ سکے۔ اتنے میں کسی نے آکر عرض کیا کہ وہ شخص ابھی مرا نہیں تھا لیکن شدید زخمی تھا رات کو وہ زخم کی تکلیف برداشت نہ کر سکا پس اس نے خودکشی کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ نکلے ”اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں“ پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلوا کر لوگوں میں سنا دی کہ وہی کہ صرف مسلمان ہی جنت میں جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس دین کو فاسق و فاجر کے ذریعے تقویت دیتا رہتا ہے۔

مُعَرَّب مکتوبات حضرت علامہ فراد کی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث امام بخاری و مسلم نے حضرت بیتنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے اور اس حدیث کو ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابو نعیم نے علیہ میں اور ابن عدی نے کمال میں مختلف الفاظ کے ساتھ روایت فرمایا ہے۔

کے ذریعے“

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مکتوب میں علماءِ سور کی مذمت اور علماءِ حق کی فضیلت میں بعض آیات و احادیث نقل فرمائی ہیں اور دنیا کی محبت و رغبت کو ان کے چہرہ جمال کے لیے ایک بدنما داغ قرار دیتے ہوئے ان کی مثال سنگِ پارس کے ساتھ دی ہے۔ جیسا کہ پارس (پتھر) کے ساتھ لوہا اور تانبار گڑکھا کر سونا بن جاتا ہے لیکن خود وہ پتھر ہی رہتا ہے۔ اسی طرح وہ آگ جو پتھر اور بانس میں موجود ہوتی ہے دنیا کے لوگ اس سے بہت فائدے حاصل کرتے ہیں۔ لیکن خود پتھر اور بانس اپنے اندر کی آگ سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ ایسے ہی وہ علماء جو دنیا کا مال و متاع جمع کرنے کے لیے علمِ دین کو پیشہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان کی دینی خدمات قبولیت کے درجے کو نہیں پاسکتیں کیونکہ ان کی نیتوں میں اخلاص نہیں ہوتا یہی علماءِ سو کی پہچان ہے۔ ظاہری طور پر ان کے ساتھ دینِ اسلام کی رونق اور تقویت وابستہ نظر آتی ہے لیکن درحقیقت وہ علماءِ دنیا ہوتے ہیں نہ کہ علمائے آخرت۔ کیونکہ انہوں نے اس علم کو کمینہٴ دنیا یعنی مال و جاہ و ریاست کے حاصل کرنے کا وسیلہ بنا لیا ہے حالانکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل و خوار اور مخلوق میں سب سے بدتر ہے۔ ارشادِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت اس امر پر گواہ ہے۔

لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ

مَا سَقَى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً لَّهُ

(ترجمہ) اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت ایک پتھر کے پرتنی بھی ہوتی

تو وہ کسی کافر کو دنیا کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔

علماءِ سُور کا حشر حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ علماءِ سُور کا علم ان کی اپنی ذات کے لیے بھی مضر ہے کیونکہ اس علم نے ان پر حجت تمام کر دی۔ حدیث میں ہے:

إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمًا يَنْفَعُهُ
اللَّهُ بِعِلْمِهِ ☆

یعنی (یعنی) بے شک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب اس عالم کے لیے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے کچھ نفع نہیں دیا۔
قرآن و حدیث کی رُو سے وہ علماء جو کمینہ دُنیا کی محبت میں گرفتار ہیں علماءِ سُور ہیں، وہ دین کے چور اور شیطان کا گروہ ہیں۔ حالانکہ اپنے آپ کو دین کا پیشوا جانتے ہیں۔

علمائے آخرت کی فضیلت

مَنْ آرَىٰ عُلَمَاءَ كَهْ أَزْوَاجَ رِجَالٍ
حُبِّ جَاهٍ وَرِيَاةٍ وَمَالٍ وَرَفْعَتِ آزَادٍ
أَزْوَاجَ أَعْرَابٍ وَأَنْبِيَاءٍ
أَنْدَوْرَثَةٍ أَبْيَارٍ أُنْدَعَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ وَ

☆ تخریج حدیث: علامہ مُراد کی فرماتے ہیں کہ حدیث مذکورہ کو ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کو طبرانی نے صغیر میں اور بیہقی نے شعب میں اور ابن عدی و عالم نے اپنی مستدرک میں بھی الفاظ مختلفہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ
عَالِمٌ لَا يَنْفَعُ بِعِلْمِهِ (دارمی ۱۶)

نیز حدیث میں ہے: أَلَا إِنَّ شَرَّ النَّاسِ شَرَّارُ الْعُلَمَاءِ (دارمی ۸۶)

بہترین خلائق ایشاند کہ فردائے قیامت سیاہی ایشان
 راجون شہدائے فی سبیل اللہ وزن خواہند کرد و پلہ این
 سیاہی خواہد چربید و نوم العلماء عبادۃ در شان ایشان
 متحقق ست۔

ترجمہ: ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور جاہ و مال اور سرداری
 کی محبت سے آزاد ہیں، علماء آخرت میں سے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے
 وارث ہیں اور بہترین خلائق ہی علماء ہیں کہ کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو اللہ
 تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے خون کے ساتھ وزن کریں گے اور اس سیاہی
 کا پلہ بھاری رہے گا اور نوم العلماء عبادۃ یعنی علماء کی نیند عبادت ہے
 انہی علماء کے حق میں ثابت ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں قیامت کے دن علماء کے قلم کی سیاہی
 شہیدوں کے خون سے وزنی ہوگی۔ علامہ محمد مراد مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ

☆ تخریج حدیث: علامہ ابن عبد البر نے اس کو سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی
 حدیث سے بیان کیا ہے۔ علامہ عراقی نے بھی اسی طرح فرمایا ہے اور اس کے شارح نے کہا ہے کہ شیرازی اس کو
 القاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طرق سے لایا ہے نیز ابن الجوزی اور دہلی نے بھی روایت کیا ہے (تہی ملخصاً،
 نیز نوم العلماء عبادۃ سے اس حدیث مرفوع کی طرف اشارہ ہے جس کو حضرت امام غزالی
 نے احیاء علوم الدین میں بیان فرمایا ہے اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں لَفُسُهُ تَسْبِيحٌ عَالَمٌ كَالسَّاسِ
 لِيَسْبِيحَ بِهِ“

کے اس قول میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے:

قَالَ الْحَسَنُ رَحِمَهُ اللَّهُ يُوزَنُ مِدادُ الْعُلَمَاءِ بِدَمِ الشُّهَدَاءِ فَيَرْجِعُ مِدادُ الْعُلَمَاءِ بِدَمِ الشُّهَدَاءِ لَهُ

تزکیہ نفس اور تعلقاتِ دنیا

متن آ رہے جمعے از مشائخ کہ از خود و بائیت خود بتمام برآمدہ اند بواسطہ بعضے نیاتِ حقانیہ اختیار

صورتِ اہلِ دُنیا نمودہ اند و بظاہر راغب مینمایند فی الحقیقت ہیچ تعلقے ندارند و از ہمہ فارغ و آزاد اند

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

ترجمہ: ہاں بعض مشائخ جو اپنی خواہش اور اپنے ارادے سے باہر نکل چکے ہیں بعض نے درست اور خالص نیتوں کے واسطے سے اہلِ دُنیا کی صورت اختیار کر لی ہے اور بظاہر دُنیا کی طرف راغب معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت دُنیا سے کسی شے کا تعلق نہیں رکھتے اور سب سے فارغ و آزاد ہیں۔ اہلی لوگوں کے پاس ہیں ارشاد خداوندی ہے: ”یہی وہ لوگ ہیں جن کو تجارت و خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔“

لے احیاء العلوم کتاب العلم باب اول

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ سطور بالا میں ان مشائخ عظام و علمائے اعلام کا ذکر فرما رہے ہیں جو تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کی سعادت سے مشرف ہو کر قلبی طور پر دنیا یافتہا سے فارغ و آزاد ہو چکے ہیں۔ اگرچہ ظاہری طور پر دنیا کے ساتھ تعلقات کی بنا پر وہ اہل دنیا معلوم ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ اہل آخرت ہوتے ہیں کیونکہ دنیا کے ساتھ تعلق اور عدم تعلق نفس کے تزکیہ اور عدم تزکیہ کے ساتھ مربوط ہے جب تک تزکیہ نفس نہ ہو جائے قلبی طور پر ماسوی اللہ سے قطع تعلق اور ذات حق سے اصلی محبت محال ہے۔ اس حقیقت کی بنیاد یہ ہے کہ انسان دو قسم کی محبتوں سے خالی نہیں ہو سکتا یا تو محبت نفس میں گرفتار ہوگا یا محبت حق سے سراسر ہوگا کیونکہ یہ دونوں محبتیں ایک دوسرے کی نقیض (ضد) واقع ہوتی ہیں جیسا کہ اسی مکتوب میں کچھ پہلے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہے :

مَا الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ إِلَّا ضَرَّتَانِ إِنْ رَضِيَتْ إِحَدَاهُمَا سَخَطَتْ الْآخِرَىٰ (یعنی دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ان میں سے ایک راضی ہوگی تو دوسری ناراض ہو جائے گی)

واضح رہے کہ نفس کی خلقت اور جبلت میں اللہ تعالیٰ کی عداوت و مخالفت مرکوز و مضمر ہے جیسا کہ حدیث قدسی ہے : عَادَ نَفْسَكَ فَإِنَّهَا انْتَصَبَتْ بِمَعَادَاتِي۔ یعنی اپنے نفس سے دشمنی کر دو کیونکہ وہ میری دشمنی پر قائم ہوا ہے۔

۱۔ امام احمد نے مسند احمد ج ۴ اور امام غزالی نے احیاء العلوم ج ۳ میں اس مفہوم کی حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہے
 ۲۔ شیخ جلال الدین نجندی علیہ الرحمۃ نے شرح قصیدہ میں اسے بطور حدیث قدسی نقل کیا ہے اور اسی مفہوم کی ایک روایت امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور امام سیوطی نے جامع الضمیر میں نقل کی ہے
 (تشبیہ البیانی ص ۸)

صوفی وہ ہوتا ہے جو پوشیدہ بھی ہو اور آشکارا بھی یعنی ظاہر میں مخلوق کے ساتھ وابستہ ہو اور باطن میں خالق کے ساتھ پیوستہ بھی، باہمہ بھی ہو اور بے ہمہ بھی۔ حضرت خواجہ عزیزان قدس سرہ فرماتے ہیں:

از دُروں شو آشنا وز بُروں بیگانہ و ش

این چنین زیبا روشش کم می بود اندر جہاں

ثابت ہوا کہ اہل اللہ کا شغل ظاہری ان کے شغل باطنی کے لیے مانع نہیں ہوتا۔

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: اِنِّیْ لَا جَهْرُ جَبْتِیْ وَ اِنَّا فِی الصَّلٰوٰةِ یعنی میں نماز بھی پڑھتا رہتا ہوں اور جہاد کے لیے شکر بھی ترتیب دیتا رہتا ہوں اور میرا یہ ظاہری شغل نماز کے اندر باطنی عروجات کے لیے حجاب نہیں بنتا اور میں کامل جمعیت سے بہرہ ور رہتا ہوں۔ ذَا لِکَ فَضِّلُ اللّٰهِ یُوْتِیْہِ مَنۢ یَّشَآءُ۔

مشائخ نقشبندیہ شکر اللہ سبغیہم کے نزدیک ہی نسبت دوام حضور مع اللہ کہلاتی ہے اور وہ اسی نسبت کی تکمیل و تکمیل پر مامور ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند اویسی بخاری قدس سرہ الساری فرماتے ہیں کہ میں نے منیٰ کے بازار میں ایک ایسے تاجر کو دیکھا جو کم و بیش پچاس ہزار دینار سے خرید و فروخت کر رہا تھا لیکن اس کا دل ایک لحظہ کے لیے بھی خدا تعالیٰ سے غافل نہیں تھا۔ وَاللّٰهُ الْمُوْفِیْقُ وَهُوَ یَهْدِیْ اِلَی سَبِیْلِ الرِّشَادِ۔ اَللّٰهُمَّ اٰمِیْن



دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

شیخ العالم حضرت ملا حاجی محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

عالم امر کے جواہر خمسہ - برزخیت عرش و قلب
مراتب جواہر خمسہ



مکتوب - ۳۳

من فلسفی کہ دیدہ بصیرت اوبہ کُل متابع صاحب
 شریعت علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ المکمل نشدہ
 است از حقیقت عالم امر نابیناست فضلا عن ان
 یکنون لہ شعور عن مرتبۃ الوجود
 تعالی و تقدس نظر کوتاہ او مقصور بر عالم خلق است
 و در آنجا نیز نام تمام ست جواہر خمس کہ اثبات نموده اند ہمہ
 در عالم خلق اند نفس و عقل را کہ از مجردات شمرده اند
 از نادانی است

ترجمہ: وہ فلسفی جس کی بصیرت کی آنکھ صاحب شریعت صل اللہ علیہ وسلم کی تابعی
 کے نرے سے محروم ہے، عالم امر کی حقیقت ا جاننے اور دیکھنے سے اندھا
 ہے۔ چہ جائیکہ اس کو مرتبہ وجود حق تعالی کا شعور ہو۔ اس کی کوتاہ نظر صرف عالم
 خلق پر ہی لگی رہتی ہے اور اس میں بھی نامکمل ہے وہ پانچ جواہر جن کو فلسفیوں نے
 ثابت کیا ہے وہ تمام عالم خلق میں شامل ہیں نفس اور عقل کو جو انہوں نے مجردات
 مادہ سے پاک سے شمار کیا ہے یہ ان کی نادانی کی وجہ سے ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہاں حکمائے یونان اہل فلسفہ کے بیان

کردہ جو اہرِ خمسہ کی تردید فرمائی ہے اور حکمائے ایمان (اہل تصوف) کے متعین فرمودہ جو اہرِ خمسہ کی تائید فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جو اہرِ خمسہ دراصل وہی ہیں جن کو صوفیائے کرام نے کشف و شہود کی راہ سے ثابت فرمایا ہے اور وہ عرش کے اوپر ہیں اور عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں۔ فلسفیوں نے جن کا نام جو اہر رکھا ہے وہ خروف ریزے (ٹھیکریاں) ہیں جو مادی الاصل ہیں اور عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔

اہل فلسفہ کی جہالت اور نفس و عقل (ہیولی صورت جسمیہ ہو یا نوعیہ)

جسم نفس و عقل کو جو اہرِ خمسہ کا نام دیا ہے اور نفس و عقل کو مجردات سے شمار کیا ہے۔ یہ فلسفیوں کی جہالت اور بے خبری کی وجہ سے ہے کیونکہ نفس ناطقہ بھی نفسِ امارہ ہی کو کہا جاتا ہے اور وہ تزکیہ کا محتاج ہے اس کی ذات میں سستی اور کمینگی کا غلبہ ہے عالم امر اور تجرّد محض سے اس کو کوئی مناسبت نہیں ہے اسی طرح عقل بھی معقولات میں سے سوائے ان امور کے جو محسوسات کے ساتھ تعلق یا مناسبت رکھتے ہیں کچھ بھی اور اک نہیں کر سکتی۔ اسی وجہ سے اس کی نظر بے چوٹی کے احکام معلوم کرنے سے کوتاہ ہے اور امور غیبیہ کی معرفت میں محض گمراہ ہے اور عقل کی یہی علامت اس کے عالم خلق سے ہونے کی گواہ ہے کیونکہ عالم امر خود عالم قدس ہے۔ اس کا رخ بے چوٹی کی طرف ہے اس کی طبیعت میں نورانیت اور تجرّد محض ہے وہ جسمانیت و مکانیت سے بری ہے اور نورانیت و لامکانیت سے آراستہ ہے لہذا عالم امر کے لطف ہی جو اہر کہلانے کے لائق ہیں۔

بلتہ نمبر ۱ واضح ہو کہ عالم امر کے حقائق پر اطلاع پانا اور ان کے مقامات طبعی کا مشاہدہ کرنا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرنے والوں کا خاصہ ہے اور انہی کی آنکھیں متابعت کے سر سے سر ملیں ہو کر عالم غیب کے رازوں سے آشنا ہو سکتی ہیں۔ فلسفی لوگ جو شرفِ متابعت سے محروم

ہیں عالم امر کے متعلق کیا خبر دے سکتے ہیں وہ تو ظن و تخمین کے غلام بن کر بے تمکین ہو چکے ہیں۔

پائے استِ لایاں چو ہیں بود
پائے چو ہیں سخت بے تمکین بود

اہل فلسفہ کے افکار حقائق کے انکار پر مبنی ہیں جیسا کہ ان کے خیال کے مطابق عرش کے اوپر نہ خلا ہے نہ ملا۔ حالانکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آسمانوں میں خرق و التیام نہیں ہے۔ اسی بنیاد پر وہ واقعہ معراج کا انکار بھی کرتے ہیں اور کسی انسان کا آسمانوں سے گزرنا محال مانتے ہیں لیکن اس کے باوجود عرش سے اوپر کی باتیں کرتے رہتے ہیں کہ وہاں نہ خلا ہے نہ ملا ہے۔ خدا جانے یہ عرش کے اوپر کیسے جاتے ہیں خواب میں یا بیداری میں۔ فَضَلُوا وَآضَلُوا

اں کس کہ نداند و نداند کہ نداند

در جہل مرکب ابد الہم می ماند

عالم امر کے جواہرِ خمسہ
صوفیائے محققین رحمہم اللہ تعالیٰ نے عالم امر کے پانچ لطائف کو جواہرِ خمسہ کا نام دیا ہے اور وہ عرش کے اوپر محلاتِ نور ہیں جن کا متعلق انسان کے جسم کے ساتھ قائم کیا گیا ہے تاکہ انسان مجاہدات و ترقیات کے ذریعے لطائف کا تزکیہ حاصل کر کے دائرہ وجود کے فیضان اور تجلیات کا متحمل ہو سکے۔ (وَهُوَ الْمُقْتَصِدُ) اور وہ قلب، روح، سترِ نفسی اور اخفیٰ ہیں۔

عالم خلق کے جواہرِ خمسہ
صوفیائے کرام نے عالم خلق کے لطائف کو عالم خلق کے جواہرِ خمسہ سے تعبیر فرمایا ہے اور وہ عناصرِ اربعہ ہوا، پانی، آگ، مٹی اور نفسِ ناطقہ ہیں ان کا مقام عرش کے نیچے ہے۔

مَن عرشِ مجید مبداءِ این جو اہرِ عالمِ کبیرست در رنگِ
قلبِ انسان و باین مناسبت قلب را نیز عرشِ اللہ تعالیٰ
گویند و باقی مراتب از جواہر پنجگانہ فوق العرش اند

ترجمہ: قلب انسان کی مانند عرشِ مجید، عالمِ کبیر کے (مذکورہ) جواہر (خمسہ) کا
مبداء ہے اور اسی مناسبت کی بنا پر قلب کو بھی اللہ تعالیٰ کا عرش کہتے ہیں اور جواہر
خمسہ کے باقی مراتب عرش کے اوپر ہیں۔

تشریح

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ارشادِ بالا کو سمجھنے کے لیے چند امور کی
وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ ہیں:

- ◎ عالمِ کبیر، عالمِ صغیر اور عالمِ اصغر کیا ہیں؟
 - ◎ عالمِ امثال کس کو کہتے ہیں؟
 - ◎ عقل، نفس اور خیال کیا چیزیں ہیں؟
 - ◎ انسان کون سی اشیاء سے مرکب ہے؟
 - ◎ عالمِ امر اور عالمِ خلق کیا ہیں اور ان کے مقاماتِ طبعی کہاں ہیں؟
- اب ترتیب وار ان کا اجمالی بیان ملاحظہ فرمائیں! وباللہ التوفیق
- عالمِ کبیر: تمام ممکنات فوق العرش و تحت العرش کو عالمِ کبیر کہا جاتا ہے۔
- عالمِ صغیر: انسان کو عالمِ صغیر کہا جاتا ہے۔
- عالمِ اصغر: قلب انسان کو عالمِ اصغر کہا جاتا ہے۔
- عالمِ امثال: عالمِ جسم سے لطیف اور عالمِ ارواح سے کثیف ہے۔ عالمِ کبیر

میں اس کا مرکز عالم اجسام اور عالم ارواح کے درمیان ہے۔

عالم مثال ایک عالم موجود و موجود ہونے کے لیے جو ہر ہوت کے باوجود تمام عالمین کا آئینہ و تمثال ہے جس میں تمام اجسام و ارواح و معانی کے معکوس منقش ہیں اور تمام اشیائے گذشتہ و آئندہ اس میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

عقل نفسِ ناطقہ کے لیے ایک ایسی قوت (عاقلہ مدبرکہ) کا نام ہے جس کے ذریعے حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے اس کا محل سربہ اور بعض کے نزدیک اس کا محل قلب ہے۔

نفس انسان کے جسم میں ایک ایسا جوہر ہے جو حیات، حس اور حرکتِ ارادی کا حامل ہے۔ اس کو نفسِ ناطقہ اور رُوحِ حیوانی بھی کہتے ہیں۔

خیال انسانی دماغ کے لطن میں ایک قوتِ متخیلہ جو عالم مثال کا ایک نمونہ ہے اس کو خیال کہتے ہیں۔ عرفاء کا مقولہ ہے کَوْلَا اَلْخِيَالُ لَسْتَرَا اَلْحَالَ (اگر خیال نہ ہوتا تو حال مستور رہتا) بعض عارف (مراد) جب مرتبہ خیال سے گزر جاتے ہیں تو مرتبہ ذات و صفات کے ادراک کی نعمت سے مشرہو جاتے ہیں جیسا کہ امام ربانی قدس سرہ نے دفتر سوم کے آخر میں صراحت فرمائی ہے (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)۔

لطائفِ عشرہ انسان دس اجزاء (لطائف) سے مرکب ہے ان میں پانچ لطائف عالمِ امر کے ہیں اور پانچ لطائف عالمِ خلق کے ہیں۔ ان میں سے ہر لطیفہ مخصوص کمالات کا حامل ہے اور ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ عروجات اور کجلیات رکھتا ہے جن خوش نصیب حضرات کے یہ لطائف دنیاوی اور مادی تعلقات سے آزاد ہو کر اپنی اصل تک پہنچ جائیں وہ اپنے کمالاتِ اصلیہ کی بنا پر تخلیقِ انسانی کے اصل مقصد کو پالیتے ہیں اور وہ اصل مقصد عبادت اور معرفت ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ اَكْت

لَيَعْرِفُونَهُ

عالم امر اور عالم خلق
 ارشادِ باری تعالیٰ ہے اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ
 آگاہ رہو کہ خلق اور امر دونوں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیتِ کریمہ کے تحت لکھا ہے :

قَالَتِ الصُّوفِيَّةُ الْمُرَادُ بِالْخَلْقِ وَالْاَمْرِ عَالَمُ الْخَلْقِ
 يَعْنِي الْجِسْمَانِيَّةَ الْعَرْشَ وَمَا تَحْتَهُ مِنَ السَّمَوَاتِ
 وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَأَصْوُلُهَا الْعَنَاصِرُ الْاَرْبَعَةُ
 النَّارُ وَالْهَوَاءُ وَالْمَاءُ وَالْتُّرَابُ وَيَتَوَلَّدُ مِنْهَا النُّفُوسُ
 الْحَيَوَانِيَّةُ وَالنَّبَاتِيَّةُ وَالْمَعْدِنِيَّةُ وَهِيَ اَجْسَامُ
 لَطِيْفَةٌ سَارِيَةٌ فِي اَجْسَامٍ كَثِيْفَةٍ وَعَالَمُ الْاَمْرِ
 يَعْنِي الْمُجَرَّدَاتِ مِنَ الْقَلْبِ وَالرُّوْحِ وَالسِّرِّ وَالْخَفِيِّ
 وَالْاَخْفَى الَّتِي هِيَ فَوْقَ الْعَرْشِ سَارِيَةٌ فِي النُّفُوسِ
 الْاِنْسَانِيَّةِ وَالْمَلَكِيَّةِ وَالشَّيْطَانِيَّةِ سَرِيَانِ
 الشَّمْسِ فِي الْمِرْآةِ سُمِّيَتْ بِعَالَمِ الْاَمْرِ لِأَنَّ
 اللّٰهَ تَعَالَى خَلَقَهَا بِاِمَادَةٍ بِاَمْرِهِ كُنَّ قَالِ الْبَغْوِيُّ
 قَالَ سَفِيَانُ بِنُ عَيْنَةَ فَرَّقُ بَيْنَ الْخَلْقِ وَالْاَمْرِ
 فَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ كَفَرَ بِهِ

ترجمہ: صوفیاء نے فرمایا کہ خلق اور امر سے مراد عالم خلق یعنی عالم اجسام ہے

۱۔ روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۴۲ ۲۔ الاعراف ۵۲ ۳۔ تفسیر مظہری ص ۳۶ ج ۲

اور وہ عرش اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے نیچے ہے اور ان دونوں کے درمیان ہے اور ان کے اصول عناصر اربعہ یعنی آگ، ہوا، پانی اور مٹی ہیں اور انہی سے نفوس حیوانیہ، نباتیہ اور معدنیہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ اجسام لطیفہ ہیں جو اجسام کثیفہ میں ساری ہیں اور امر سے مراد عالم امر ہے یعنی مجردات اور وہ قلب رُوح، ستر، خفی اور اخفی ہیں جو عرش کے اوپر ہیں اور نفوس انسانیہ، ملکیہ اور شیطانیہ میں اس طرح ساری ہیں جیسے سُبُوح آیتنے میں اس کا نام عالم امر اس لیے ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے بغیر مادہ کے امر کن سے پیدا فرمایا ہے بقول امام بغوی سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ خلق اور امر کے درمیان فرق ہے جس نے ان دونوں کو جمع کیا اس نے کفر کیا۔

مَنْ عَرَشَ بَرَزَخِ سِتِّ دَرْمِيَانِ عَالَمِ خَلْقٍ وَعَالَمِ اَمْرِ دَرْمِيَانِ
عَالَمِ كَبِيْرٍ وَرَنْكِ قَلْبِ اِنْسَانٍ كَهْ بَرَزَخِ سِتِّ دَرْمِيَانِ عَالَمِ
خَلْقٍ وَعَالَمِ اَمْرِ دَرْمِيَانِ صَغِيْرِ قَلْبٍ وَعَرَشِ الرَّجْمِ دَرْمِيَانِ خَلْقِ ظَاهِرِ
اِنْدَا مَا اَزْ عَالَمِ اَمْرِ اِنْدِيْءِ نَصِيْبِيْ اَزْ بِيْچُونِيْ وَبِيْچَلُوْنِيْ دَارِنْدِ اَطْلَاعِ بَر
حَقِيْقَتِ اَيْنِ جَوَاهِرِ خَمْسَةِ كَمْتَلِ اَفْرَادِ اَوْلِيَاءِ اَلْمَدْرَةِ اِسْلَمِ سِتِّ كَهْ
مَرَاتِبِ سُلُوْكِ رَاہِ تَفْصِيْلِ كَذَرِ اِنْبِيْءِ بِنَبَاهِيْتِ اَلنَّبَاهِيْتِ
سَيِّدِهٖ اِنْدِهٖ

ہر گدائے مرد میسداں کے شود
پیشہ آخرا سیلماں کے شود

ترجمہ: عرش عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ (واسطہ) ہے جیسا کہ قلب عالم صغیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے قلب اور عرش اگرچہ ظاہر میں عالم خلق سے ہیں لیکن حقیقت میں عالم امر سے ہیں۔ بیچونی اور بے چونی سے جھڑ رکھتے ہیں عالم امر کے جو اہر خمرہ کی حقیقت پر مطلع ہونا اولیاً اللہ میں سے کامل افراد کے لیے ستم ہے جو مراتب سلوک کو تفصیل کے ساتھ طے کر کے نہایت نہایت کے مرتبے تک پہنچ چکے ہیں۔

نہیں ہوتا بھکاری مرد میدان
کہ پتھر بن نہیں سکتا سیلیاں

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ سطور بالا میں اس حقیقت کو واضح فرما رہے ہیں کہ جس طرح عرش عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے اس طرح قلب بھی عالم صغیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے۔

برزخیتِ عرش و قلب

عرش کے برزخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عرش کے اوپر عالم امر ہے اور اس کے نیچے عالم خلق ہے لہذا عرش کو برزخیتِ مکانی حاصل ہے لیکن قلب کی برزخیتِ مکانی نہیں کیونکہ قلب عالم خلق اور عالم امر کے درمیان مکانی طور پر واقع نہیں ہے بلکہ انسان کے وجود میں عالم خلق اور عالم امر دونوں ملے جھلے ہوتے ہیں لہذا قلب کے برزخ ہونے کا معنی یہ ہے کہ قلب حصول ایصال فیوضات کا واسطہ ہے اس کی ذرا سی تفصیل یوں ہے کہ:-

”عالم قدس کے فیوضات سب سے پہلے رُوح کو پہنچتے ہیں۔ چونکہ رُوح عالم امر سے ہے اور قلب بھی عالم امر سے ہے اسی مناسبت کی وجہ سے وہ فیوضات رُوح سے قلب کو پہنچتے ہیں۔ قلب کی دو قسمیں ہیں۔ قلب نوری (لطیفہ)

اور قلب صنوبری (مُضغَةُ گوشت) چونکہ قلب صنوبری، قلب نُورِی کا ظرف ہے پس عالمِ قُدس کا وہ فیض بواسطہ ظرفیت و منظر و فیت کے قلب نُورِی سے قلب صنوبری کو پہنچتا ہے اور چونکہ قلب صنوبری عالمِ خلق سے ہے اور نفس بھی عالمِ خلق سے ہے لہذا اسی مناسبت کی وجہ سے وہ فیض قلب صنوبری سے نفس کو پہنچتا ہے اور نفس چونکہ کل ہے اور جو اس و جو ارح اس کے اجزاء و اعضاء ہیں اس لیے وہ فیض کل نفس سے اس کے اجزاء (جو اس) تک پہنچتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قلب کی برزخیت ایصالِ فیض کا واسطہ ہونے کے اعتبار سے ہے نہ کہ مکان کے اعتبار سے۔ (فانھم)

قَلْبُ الْمُؤْمِنِينَ عَرْشُ اللَّهِ
 (مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے)

قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے
 کے ارشاد میں قلب کو عرش قرار دینے کی ایک وجہ تو اس کا عالمِ خلق و امر کے درمیان برزخ ہونا ہے جیسا کہ عرش بھی برزخ ہے اسی برزخیت کی مناسبت سے قلب کو عرش کہا جاتا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآنی آیت التَّحَمُّانُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ کے مطابق عرش تجلیاتِ ذات و صفات کا منظر ہے۔ اسی طرح قلب عارف بھی فنا و بقا کے بعد انوارِ ذات و صفات کا منظر ہوتا ہے بلکہ صوفیاء کے نزدیک قلب کو عرش پر فضیلتِ جزوی حاصل ہے کیونکہ قلب کو عالمِ قُدس کے ساتھ تعلقِ عشقی و محبتی حاصل ہے اور عرش عشق و محبت کی نعمت سے محروم ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے

عرش و غزنین ہر دو یک طبق است
 بلکہ غزنین شریف تر طبق است

یعنی عرش و غزنی دونوں مرتبے میں برابر ہیں بلکہ غزنی کا شرف عرش سے زیادہ ہے۔ کیونکہ غزنی کے اولیاء کے قلوب میں جو عشق الہی ہے عرش اس عشق سے بے خبر ہے۔

بیت نمبر ۲ واضح رہے کہ عرش کے اوپر والی طرف بے چوں و بے کیف ہے اس لیے اس کے اوپر والا حصہ عالم امر سے تعلق رکھتا ہے اور نیچے والی طرف چوں و چنڈ اکیف و کم ہے متصف ہے اس لیے نچلا حصہ عالم خلق میں شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح قلب کی بھی دو حیثیتیں ہیں ایک حیثیت سے قلب لطیفہ نور ہے اور دوسری حیثیت سے مضغہ گوشت ہے۔ لطیفہ نور کی حیثیت سے قلب کا تعلق عالم امر سے ہے اور مضغہ گوشت کی حیثیت سے قلب کا تعلق عالم خلق سے ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک عرش و قلب عالم امر کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں لہذا ان کو عالم امر سے ہی شمار کیا جانا چاہیے۔ صوفیائے محققین کے نزدیک عرش کے اوپر قلب نوری کا مقام ہے۔ قلب نوری سے اوپر روح کا مقام ہے روح سے آگے ستر ہے اور اس سے آگے نضحی اور نضحی سے اوپر نضحی کا مقام ہے۔ ان کی حقیقت پر اولیائے کرام میں سے ان خاص اور کامل افراد کو اطلاع دی جاتی ہے جو راسخین فی العلم ہوتے ہیں اور وَمَا أُوتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا کے مصداق ہیں۔

مراتبِ جواہرِ خمسہ

مکن باید دانست کہ ابتدا بر آن جواہر از صفاتِ اصنافہ

است کہ کالبرایخ اندین الوجوب والامکان و فوق اینہا
 صفات حقیقیہ کہ روح راز تجلیات اینہا نصیب ست و
 قلب رابصفات اضافیہ تعلق ست و تجلیات اینہا
 مشرف ست..... الخ

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ ان جواہر خمسہ کی ابتداء صفات اضافیہ سے ہے جو کہ
 وجوب اور امکان کے درمیان برزخوں (واسطوں) کی طرح ہیں اور ان کے اوپر
 صفات حقیقیہ ہیں جن کی تجلیات سے روح کو حصہ حاصل ہے اور قلب کو
 صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق ہے اور وہ ان کی تجلیات سے مشرف ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جواہر مقدسہ علیہ (لطائف خمسہ
 عالم امر) کے بارے میں جو ارشاد فرمایا ہے اس کا اجمالی بیان ہدیہ قارئین ہے۔
 جواہر خمسہ کی اصل اور ابتداء اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ ہیں اور عالم خلق و
 عالم امر کا وجود انہی صفات کا اثر ہے اور صفات اضافیہ سے مراد، تخلیق (پیدا
 کرنا، تزئین (برزق دینا)، امانت (مارنا)، احیاء (زندہ کرنا) وغیرہ ہیں اور یہی
 صفات عالم وجوب اور عالم امکان کے درمیان برزخ (واسطے) ہیں ان کے
 اوپر صفات حقیقیہ (ثمانیہ) ہیں اور وہ ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام، علم
 حیات اور تکوین ہیں۔

قلب صفات اضافیہ کی تجلیات سے مشرف ہے اور روح کو صفات
 حقیقیہ کی تجلیات سے حصہ حاصل ہے اور باقی جواہر یعنی برزخ یعنی اور انھی کا تعلق

صفات حقیقیہ سے اُوپر کے مراتب سے ہے یعنی ان کا مبداء فیض صفات حقیقیہ سے اُوپر ہے یہ مطلب نہیں کہ یہ جواہر خود صفات حقیقیہ سے بلند ہیں کیونکہ خود یہ لطائف عالم امکان سے ہیں اور صفات حقیقیہ عالم و جوب سے ہیں۔ البتہ ان لطائف کے مبادئی فیوض (جو شیونات ذاتیہ و صفات سلبیہ اور شان جامع سے عبارت ہیں) صفات حقیقیہ ثمانیہ سے اُوپر ہیں۔ اسی لیے ان سینوں جواہر (لطائف) کی تجلیات کو تجلیات ذاتیہ کہتے ہیں۔

تجلیات ذاتیہ کے دو معنی ہیں :
 اول، تجلیات ذاتیہ بمعنی اعم
 دوم، تجلیات ذاتیہ بمعنی اخص۔

تجلیات ذاتیہ بمعنی اعم کا مفہوم یہ ہے کہ وہ تجلیات صفات زائدہ نہ ہوں اور تجلیات ذاتیہ بمعنی اخص کا مفہوم یہ ہے کہ وہ تجلیات فقط ذات بحت تعالیٰ کی ہوں اس مقام میں عارف کے سامنے شیونات و اعتبارات کی تجلیات بھی ملحوظ نہیں ہوتیں یہاں تجلیات ذاتیہ سے تجلیات شیونات و اعتبارات بمعنی اعم مراد ہیں کیونکہ شیونات اعتبارات کا وجود انزاعی ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلَمٌ بِالصّٰوَابِ

آخر میں آپ نے فرمایا ہے کہ ان حقائق کا اظہار خلاف مصلحت ہے اور یہ بحث معافی مکتونہ اور اسرار غامضہ سے ہے۔ اسی لیے عالم امر اور حقیقت رُوح پکبش و تمحیص سے روک دیا گیا ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ کا یہ فرمانا کہ حقائق عالم امر کا اظہار خلاف مصلحت ہے اس امر کا عمارت ہے کہ آپ پر یہ حقائق ظاہر کر دیتے گئے تھے اور آپ اُن را سخن فی العلم میں سے ہیں جن کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا : وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا

دفتر اول مکتوب ۳۵

مکتوب الیہ

شیخ العالم حضرت ملا حاجی محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

سیر و سلوک سے مقصود تزکیہ نفس ہے
فنائے مطلق اور محبت ذاتی

مکتوب - ۳۵

فلن مقصود از سیر و سلوک تزکیہ نفس امارہ است و تطہیر
 آن تا از عبادتِ آلہ باطلہ کہ ناشی است از وجودِ ہوائی
 نفسانی نجاتی میسر شود و بہ حقیقت جز یک معبودِ برحق
 تعالی و تقدس قبلہ توجہ نماید و ہیچ مقصدے برے
 نہ گزیند چہ از مقاصدِ دینی و چہ از مطالبِ دنیاوی

ترجمہ: سیر و سلوک سے مراد نفس امارہ کا تزکیہ اور اس کی تطہیر ہے تاکہ ان باطل
 معبودوں (جھوٹے خداؤں) کی عبادت (پوجا) سے نجات حاصل ہو جائے جو
 کہ اس خواہشاتِ نفسانی کے وجود سے پیدا ہوتے ہیں اور حقیقت میں ایک معبودِ
 برحق (بلند اور پاک) کے سوا کوئی توجہ کا قبلہ نہ رہے اور اس پر کسی بھی مقصد کو اختیار
 نہ کرے خواہ وہ دینی مقاصد میں سے ہو یا دنیاوی مطالب میں سے۔

شرح

سیر و سلوک سے مراد تزکیہ نفس ہے
 حضرت امام ربانی قدس سرہ
 فرماتے ہیں کہ صوفیائے کرام
 کے سیر و سلوک سے مقصود یہ ہے کہ عبادات و ریاضات اور مراقبات کے ذریعے
 نفس امارہ کا تزکیہ اور تطہیر ہو جائے تاکہ سالک معبودانِ باطلہ کی عبادت اور

خواہشاتِ نفسانی کی شرارت سے نجات حاصل کرے اور اس کی توجہ کا قبلہ سوائے معبودِ برحق کے اور کوئی نہ رہے۔

نفسِ عالمِ خلق سے ہے اور اپنی ذات کے اعتبار سے نفس اور خبیث ہے لہذا اس کی طہارت لازمی ہے۔ عالمِ امر اپنی ذات کے اعتبار سے پاکیزہ اور لطیف ہے لیکن جسمِ انسانی میں ان دونوں عالموں کے لطائف ایک دوسرے کے قریب واقع ہیں جب مجاورت کی وجہ سے عالمِ خلق کی کثافتیں عالمِ امر کے لطائف کو غبارِ آلود کر دیتی ہیں تو عالمِ امر کے لطائف کا تصفیہ بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی لیے صوفیائے کرام لطائفِ عالمِ امر کے لیے تصفیہ کا لفظ بولتے ہیں اور لطائفِ عالمِ خلق کے لیے تزکیہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

فنائے مطلق اور محبتِ ذاتی

مَنْ ہر چند از حسنات است اما کارِ ابرار است مقررین
آن را سیمہ میدانند و جزئیے را مقصود نے شمارند این دولت
وابستہ ب حصولِ فناست و تحققِ محبتِ ذاتی کہ در آن مومنین
انعام و ایلام مساوی است۔

ترجمہ: دینی مقاصد اگرچہ حسنات (نیکیوں) میں سے ہیں لیکن یہ کام ابرار کا ہے مقررین ان کو سیمات (برائیاں) جانتے ہیں اور سوائے ایک ذاتِ حق کے کسی کو اپنا مقصود خیال نہیں کرتے یہ دولت حصولِ فنا اور محبتِ ذاتی کے تحقق کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ اس مقام میں انعام (نعمت دینا) و ایلام (رنج دینا) برابر ہے۔

شرح

عارف وہی ہوتا ہے جو ذاتِ حق تعالیٰ کو اپنا قبلہ توجہ اور مقصودِ حقیقی جانے اور کوئی مقصد اس کے پیش نظر نہ ہو خواہ وہ مقصد دینی ہو یا دنیاوی۔ واضح رہے کہ دینی مقاصد اگرچہ حسنت میں سے ہیں لیکن یہ مقام ان لوگوں کا ہے جو ابرار کے زمرے میں شامل ہیں مقربین کا مقام ابرار کے مقام سے بلند تر ہے بقولہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقْرَبِينَ کے مطابق جو مقاصد ابرار کے نزدیک نیکیوں میں شمار ہوتے ہیں وہ مقربین کے نزدیک گناہوں میں شامل سمجھے جاتے ہیں اور یہ دولت جو مقربین کو حاصل ہے فنائے مطلق اور محبتِ ذاتی کے ساتھ مربوط ہے۔ فنائے مطلق کے بعد عارف کو محبتِ ذاتی کے مقام تک رسائی ہوتی ہے۔ اس مقام میں عارف کی نظر کسی نعمت یا زحمت پر نہیں ہوتی وہ لَا مَقْصُودَ اِلَّا اللّٰہ کی منزل میں گم ہوتا ہے۔

وہ ایذا و عذاب میں بھی وہی لذت پاتا ہے جو نعمت و راحت میں پاتا ہے حتیٰ کہ انعام و ایلام مساوی ہو جانے کی بنا پر جنت اور دوزخ سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہیں یہ حضرات اگر جنت کے طالب ہوتے ہیں تو فقط اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے اگر دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو وہ بھی اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مقام ہے۔

غرضیکہ ان حضرات کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ جنت کی طلبِ راحتِ نفس کے لیے نہیں کرتے اور دوزخ سے پناہ زحمتِ نفس کی وجہ سے نہیں مانگتے بلکہ وہ رضائے الہی میں فنائے مطلق کے بعد محبتِ ذاتی کا مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں اور

كُلُّ مَا يَفْعَلُهُ الْمُحِبُّوبُ مَحْبُوبٌ

محبوب کا ہر کام محبوب ہوتا ہے، کے مطابق کلمہ توحید اور اخلاص کی حقیقت پالینے کا یہی مقام ہے (ذات اللہ التوہیق) اس محبتِ ذاتی کے بغیر جو بے ملاحظہ اسما و صفات اور بے توسل انعام و

ایلام ہو مقصود کا حاصل ہونا بہت محال ہے کیونکہ شکرِ سوزِ محبت کے بغیر فنائے
مطلق بھی ہاتھ نہیں آتی ہے

عشق آں شعلہ است کہ چوں بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جُسلہ سوخت

(مثنوی)

جبکہ روشن عشق کا شعلہ ہوا
ماسوا معشوق کے سب جل گئی

دفتر اول مکتوب ۳۶

مکتوب الیہ

شیخ العالم حضرت ملا حاجی محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

شرعیات کے اجزائے سہ گانہ: علم عمل اور اخلاص
مقام رضا کی ترغیب - تجلیات سہ گانہ
حقیقت و طریقت سے مراد شرعیات کی حقیقت ہے

مکتوب - ۳۶

متن
 شریعت را سہ جزو است علم و عمل و اخلاص
 تا این ہر سہ جزو مستحق نشوند شریعت مستحق نشود
 و چون شریعت مستحق شد رضائے حق سبحانہ و تعالیٰ حاصل
 گشت کہ فوق جمیع سعادات دنیویہ و اخرویہ است
 وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ۔

ترجمہ: شریعت کے تین اجزاء ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک یہ تینوں اجزاء ثابت نہ ہوں اس وقت تک شریعت ثابت نہیں ہوتی اور جب شریعت ثابت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگئی جو کہ دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے اوپر ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی سعادت ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مکتوب میں شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات کی جامعیت و کاملیت بیان فرمائی ہے اور دو قسم کے گروہوں کو خصوصی طور پر تنبیہ فرمائی ہے۔

ان صوفیائے خام کو تنبیہ فرمایا ہے جو شریعت کو کامل نہیں سمجھتے اور طریقتِ اولیٰ حقیقت کو مغز اور شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور ان کا جو یہ گمان

ہے کہ ہم حضور علیہ السلام کے زیادہ محبوب ہیں اس لیے مغز ہمیں دیا ہے اور پوست
علماء وغیرہم کو دیا ہے محض باطل قرار دیا ہے۔

ثانی ان علمائے ظواہر کو انتباہ فرمایا ہے جو طریقت اور تصوف کو خلاف
شریعت سمجھتے اور بدعت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ تصوف احسان
اخلاص کا دوسرا نام ہے اور احسان و اخلاص دونوں مامورات شریعتیہ میں سے ہیں جیسا
کہ حدیث احسان **أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ**۔ اور آیت **اخْلَاصُ مُخْلِصِينَ
لَهُ الدِّينَ**۔ اس امر کی توثیق ہے۔

علم، عمل اور اخلاص
حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ
شریعت کے تین جزو ہیں۔ اولاً علم، ثانیاً
عمل اور ثالثاً اخلاص۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ علم و عمل علماء سے حاصل ہوتا ہے اور
اخلاص صوفیائے کرام کی صحبت پر منحصر ہے۔

وہ علماء جو بغرض جاہ و ریاست و حصول منفعت علم و عمل میں مشغول ہیں، گو
صورتِ اخلاص کے حامل ہیں لیکن حقیقتِ اخلاص سے غافل ہیں وہ طریقت اور
حقیقت کو جو حقیقتِ اخلاص کے حصول کا سبب ہیں، لایعنی شمار کرتے ہیں اور تزکیہ
نفس سے محروم اور بے نصیب ہیں۔ صورتِ اخلاص سے بھی کبھی جھٹکیا ہوتے
ہیں اور اکثر طور پر اس سے بھی خالی رہتے ہیں۔ انہی کو علمائے دنیا یا علمائے ظاہر کہا
جاتا ہے اور وہ علماء جو حقیقتِ اخلاص سے متحقق ہیں، علمائے دین یا علمائے آخرت
کہلاتے ہیں۔

صورتِ اخلاص
صورتِ اخلاص یہ ہے کہ اپنے اعمالِ حسنہ کی تشہیر و
تعریف پسند کی جائے اور عزت، شہرت اور رفعت کو

مقصود سمجھا جائے ایسے لوگوں کے اعمال کبھی رضائے نفس کے تابع اور کبھی رضائے الہیہ کے تابع ہوتے ہیں۔

حقیقتِ اخلاص ہو جائے عزت، شہرت اور رفعت و منصب کے ترک کا، ہتمام کیا جائے اور ہر وقت اپنے تمام اعمالِ حسنہ کو رضائے الہی کے لیے مخصوص سمجھا جائے اور اخلاص پر استقامت نصیب ہو جائے۔

حقیقت و طریقت سے مراد شریعت کی حقیقت و طریقت

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

حقیقت عبارت از حقیقتِ شریعت است نہ آنکہ حقیقت از شریعت جداست۔ طریقت عبارت از طریق و وصول است بہ حقیقتِ شریعت نہ امرے مبان از شریعت و حقیقت پس پیش از تحقق بہ حقیقتِ شریعت حصول صورتِ شریعت است فقط و حصول حقیقتِ شریعت در مقام اطمینانِ نفس است و وصول بدرجہ ولایت^۱۔

ترجمہ: حقیقت سے مراد شریعت کی حقیقت ہے نہ کہ حقیقتِ شریعت سے الگ کسی چیز کا نام ہے۔ طریقت سے مراد حقیقتِ شریعت تک پہنچنے کا طریقہ ہے شریعتِ حقیقت سے الگ کوئی اور چیز نہیں ہے شریعت کی حقیقت حاصل ہونے سے پہلے صرف شریعت کی صورت کا حصول ہوتا ہے اور شریعت کی حقیقت کا حصول اطمینانِ نفس کے مقام میں ہوتا ہے جبکہ آدمی کو درجہ ولایت میں رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔

آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ وہ صوفیاء جو اپنے کمالات کو شریعت کے کمالات سے اعلیٰ جانتے ہیں مغرور اور مفتون ہیں اور وہ علماء جو طریقت اور حقیقت کو شریعت سے بیگانہ سمجھتے ہیں بے خبر اور نور فرست سے محروم ہیں۔

مقامِ رضا کی ترغیب

متن احوال و مواجید و علوم و معارف کہ صوفیاء را

در اثناءِ راہ دست می دهند از مقاصد اند

بَلْ أَوْهَامٌ وَخَيَالَاتٌ تُرَبِّیْ بِهَا أَطْفَالَ

الطَّرِيقَةِ۔ از جمیع اینها گذشتہ بمقامِ رضا باید

رسید کہ نہایت مقاماتِ سلوک و جذبہ است چہ مقصود

از طی منازلِ طریقت و حقیقت ماورائے تحصیلِ اخلاص

نیست کہ مستلزمِ مقامِ رضا است۔

ترجمہ: احوال و مواجید اور علوم و معارف جو کہ صوفیاء کرام کو راہِ سلوک طے کرنے

کے دوران حاصل ہوتے ہیں مقاصد میں سے نہیں بلکہ وہم و خیالات میں سے

ہیں جن سے طریقت کے بچوں (طلباء) کی تربیت کی جاتی ہے۔ ان تمام سے گزر کر

مقامِ رضا تک پہنچنا چاہیے جو کہ سلوک اور جذبہ کے مقامات میں سے آخری مقام

ہے کیونکہ طریقت و حقیقت کی ساری منسزلیں طے کرنے سے اس کے سوا اور

کچھ بھی مقصود نہیں کہ اخلاص حاصل ہو جائے جو کہ مقامِ رضا حاصل ہونے کے

یے لازم ہے۔

شرح

سُطُورِ بِالَا میں حضرت امام ربانی قُدَسُ بَرُتْرُہُ سَالِک کو مقامِ رضا کی ترغیب دلا ہے ہیں اور اس حقیقت سے پر وہ اٹھا رہے ہیں کہ صوفیاء کو اثنائے راہ میں جو وجدِ حال اور علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہوتے بلکہ اوہام و خیالات ہوتے ہیں جن سے طریقت کے طالب علموں کو بہلایا جاتا ہے تاکہ ان کے شوق میں اضافہ ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ سالکین کو ان کھلونوں سے آگے گزر جانا چاہیے اور مقامِ رضا تک پہنچنا چاہیے جو کہ سلوک و جذبہ کے مقاماتِ عشرہ میں سے آخری مقام ہے واضح ہو کہ مقاماتِ عشرہ میں پہلا مقام توبہ ہے اور آخری مقام رضا ہے۔

حضرت امام ربانی قُدَسُ بَرُتْرُہُ نے وجد و حال کے رنگین کھلونوں کو بیسہ مقاصد شمار کرنے والوں کو کوتاہ اندیش اور وہم و خیال کے قیدی قرار دیا ہے۔ وہم و خیال سے مراد ان کا یہ ناقص گمان ہے کہ ظلال کو مطالب سمجھتے ہیں اور مطالب سے غافل رہتے ہیں۔ آپ کے نزدیک ظلال (وجد و حال) کی زیادہ سے زیادہ حیثیت یہ ہے کہ وہ مُعَدَّات (اسباب و وسائل) مطلوب ہیں نہ کہ خود مطلوب کیونکہ مطلوب وہم و خیال کے آئینوں سے ماوراء ہے۔

تجلیاتِ سہ گانہ

مَن از تجلیاتِ سہ گانہ و مُشاهداتِ عارفانہ
گزرانیدہ از ہزاران یکے را بدولتِ اخلاص

و مقام رضا میرساند۔

ترجمہ: تینوں قسم کی تجلیات اور عارفانہ مشاہدات سے گزار کر ہزاروں سالکوں میں سے کسی ایک کو اخلاص اور مقام رضا کی دولت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

شرح

تجلیات سہ گانہ سے مراد تجلی افعال، تجلی صفات اور تجلی ذات ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ سالک کو ان تجلیات سے گزار کر مقام اخلاص و رضا تک پہنچاتے ہیں یہاں پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ سالک جب تجلیات ذاتیہ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو تزکیہ نفس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ بظاہر آیت کریمہ **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُظْمِئَةُ ۖ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ** تزکیہ نفس کا نام ہی مقام رضا ہے۔ لیکن حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ تجلیات سہ گانہ کے بعد مقام رضا حاصل ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی یہاں تجلیات سہ گانہ سے مراد ظلال تجلیات سہ گانہ ہیں نہ کہ اصل تجلیات اور یہ امر ظاہر ہے کہ ظلال سے گزرنے کے بعد ہی اصل تک رسائی ممکن ہے۔ لہذا اطلاق تجلیات کے بعد ہی مقام رضا میسر ہو سکتا ہے۔ **وَاللَّهُ عَلِيمٌ**

۱۔ تجلیات سہ گانہ کی تفصیلی شرح کے لیے دفتر سوم مکتوب ۷۵ کا مطالعہ فرمائیں۔
۲۔ الفجر ۲۷، ۲۸

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت شیخ محمد حجتی رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

نسبت نقشبندیہ سنت نبویہ پر مبنی ہے
اجیائے سنت کا ذوق
نماز اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے

مکتوب - ۳۷

متن
 طریق ایشان کبریتِ احرست و بسنی بر
 متابعتِ سنتِ علی مَصَدِرِهَا الصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ این فقیر از نقدِ وقتِ خود می
 نویسد کہ مدتها از علوم و معارف و از احوال و مقامات
 در رنگِ ابرنیشان رنجند و کارے کہ باید کرد بعنائیت
 اللہ سبحانہ کردند و اکمال آرزوئے نماذہ است الا حیائے
 سنتے از سننِ مُصطفویہ علی صاحبہا الصلوات و التسلیمات
 نموده آید و احوال و مواجید مَرارِ بابِ ذوقِ راسُلم باشد
 می باید کہ باطن را بہ نسبتِ خواجہا قدس اللہ تعالیٰ
 اَسرارِہم معمور داشته ظاہر را بکَلِّیتِ بتابعتِ سننِ ظاہرہ
 مُتعلقی مُتذکرین دارند۔

ترجمہ : ان بزرگوں (خواجگانِ نقشبندیہ) کا طریقہ سُرخِ گندھک یعنی اکسیر ہے جو
 سنتِ نبویہ علی مَصَدِرِهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ پر مبنی ہے۔ یہ فقیر اپنے موجودہ حال کے
 متعلق لکھتا ہے کہ بہت مدتِ علوم و معارف اور احوال و مقامات ماہِ ساؤن کے
 بادلوں کی طرح مسلسل وارد ہوتے رہے اور کام جو کرنا چاہیے تھا اللہ تعالیٰ کی عنایت

سے ہو گیا۔ اب اس کے سوا کوئی آرزو نہیں رہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے اور احوال و مواجید اہل ذوق کے سپرد رہنے دینے جائیں اور چاہیے کہ اپنے باطن کو خواجگان کی نسبت سے آباد رکھا جائے اور اپنے ظاہر کو پورے طور پر ظاہری سنتوں کی تابعداری سے آراستہ بنایا جائے۔

شرح

نسبتِ نقشبندیہ سنتِ نبوی پر مبنی ہے

اس مکتوب میں حضرت
امام ربانی قدس سرہ

نے نسبتِ نقشبندیہ کو سنتِ نبویہ پر مبنی قرار دیتے ہوئے اس کے حصول کی ترغیب لائی ہے اور اس نسبت کو سُرخ گندھک کے نام سے تعبیر فرمایا ہے کیسے گروں کے نزدیک سُرخ گندھک تانبے کو سونا بنانے والی اکیس کا جزوِ اعظم ہے اور سُرخ گندھک نہایت نایاب ہے۔ آپ نے سالیکن کو تاکید فرمائی ہے کہ باطن کو نسبتِ نقشبندیہ سے اور ظاہر کو سنتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ کے آراستہ رکھنے کی پوری کوشش کریں تاکہ مقصود حاصل ہو جائے۔

احیائے سنت کا ذوق مجاہدوں کی بجائے سنتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ کے

مطابق اعمال و عبادات کا التزام ہے نقشبندی فقراً احوال و مواجید میں گرفتار نہیں ہوتے کیونکہ وجد و ذوق، ابرار کا طریقہ ہے اور یہ مقربین کے طریق پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ یہ نخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کرتے ہیں اور حضور اکرم علیہ السلام کی سنتوں کے احیاء پر مامور رہتے ہیں جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ زندگی بھر سنتیں زندہ کرنے کی آرزو میں مچلتے رہے اور آپ نے حتی المقدور تمام سنتوں کو زندہ کیا۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بہت مدت کے
 بعد یہ راز معلوم ہوا کہ احوال و مواجید تو بس راستے میں رہ
 جانے والی چیزیں ہیں۔ مطلوب اصلی احوال و مواجید سے وراہ الوراہے اور سنتوں
 پر عمل کے سوا مطلوب تک جانے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

نماز اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے

نماز پنجگانہ راور وقت اول ادا نماید الا عشاء
 زمستان کہ تاثلث شب تاخیر در آن مستحب
 است درین امر فقیر بے اختیار ست نمی خواہد کہ سہرہ
 تاخیر راور ادائے صلوٰۃ گنجائش باشد و عجز بشریت
 مستثنی است۔

ترجمہ : پانچوں وقت کی نماز کو اول وقت میں ادا کیا کریں سوائے سردیوں
 میں عشاء کی نماز کے کہ اس میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے۔ اس معاملے
 میں فقیر بے اختیار ہے۔ نہیں چاہتا کہ نماز کے ادا کرنے میں بال کے برابر تاخیر
 ہو لیکن کسی بشری تقاضے کی وجہ سے تاخیر ہو جانا اس سے مستثنیٰ ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں رسول اکرم
 علیہ السلام کی سنت کے تقاضوں کے مطابق پانچوں نمازیں اول وقت میں ادا
 کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اکرم علیہ السلام

سے پوچھا گیا ائى الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ یعنی کون سا عمل افضل ہے۔ قَالَ الصَّلَاةُ لِأَوَّلِ وَقْتِهَا آپ علیہ السلام نے فرمایا اول وقت میں نماز ادا کرنا افضل ہے۔ نیز آپ نے حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائی ہے کہ سردیوں کے موسم میں عشاء کی نماز ادا کرنے میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لِأَخَّرْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِ اللَّيْلِ یعنی اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑ جانے کا خیال نہ ہوتا تو عشاء کی نماز کو تہائی رات یا نصف رات تک مؤخر کرنے کا حکم دیتا (کیونکہ یہ افضل اور مستحب ہے) آپ فرماتے ہیں کہ یہ فقیر اس امر میں بے اختیار ہے کہ نماز کی ادائیگی میں سر کے بال کے برابر بھی تاخیر ہو لیکن کسی بشری تقاضے کا حامل ہو جانا ایک استثنائی امر ہے۔

دفتر اول مکتوب ۳۸

کتوب الیہ

حضرت شیخ محمد حیتری رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

حق تعالیٰ کی صفات لاهو و لا غیرہ ہیں
اقسام معرفت و فایمقامات عشرہ کی تفصیل

مکتوب - ۳۸

مَنْ وَهَرَجَ مَا دُونَ ذَاتِ نَجْتِ اسْتِ تَعَالَى شَانُهُ
 مُعْتَبَرٌ بَعِيرٌ اسْتِ اَلرَّجْعِ اَسْمَاءُ وَصِفَاتٌ بَاشِدٌ وَاَنْكَه
 مُتَكَلِّمِينَ صِفَاتٍ اَلَا هُوَ وَلَا غَيْرُهُ لَفْتُهُ اَنْدَ مَعْنَى
 وَاِذَا وَازِغِيْرٌ غَيْرِ مُصْطَلِحٍ خَوَاسْتُهُ اَنْدَ وَاَبَانَ مَعْنَى
 نَفْسِي كَرُوْدُهُ اَنْدَ مَعْنَى مُطْلَقٍ وَنَفْسِي خَاصٌّ مُسْتَلْزِمٌ نَفْسِي

عام نسبت -

ترجمہ: اور جو کچھ ذاتِ محضِ حقِ تعالیٰ کے سوا ہے اس کو غیرِ حق سے تعبیر
 کیا گیا ہے اگرچہ وہ حقِ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہی ہوں اور یہ جو متکلمین نے
 صفاتِ باری تعالیٰ کو 'اَلَا هُوَ وَلَا غَيْرُهُ' کہا ہے اس کا معنی کچھ اور ہے اور
 غیر سے ان کی مراد اصطلاحی غیر ہے اور انہوں نے اس معنی کی نفی کی ہے، مطلق
 طور پر نفی نہیں کی اور نفی خاص نفی عام کو مستلزم نہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ عارفین کے نزدیک ہر ناسوی
 اللہ کو غیرِ حق کہا جاتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات بھی اس کی ذات کا
 غیر ہیں۔ اس ارشاد سے سالک کو یہ سبق سکھانا مطلوب ہے کہ اس کا مقصود فقط

ذات ہے نہ کہ صفات۔ لہذا اسالک کو بلند ہمت ہو کر عروج کی منازل طے کرنی چاہئیں اور ظلال و صفات پر قناعت نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ گرفتار صفات بھی گرفتار غیر ہے۔

علمائے متکلمین اہل سنت قدس اللہ تعالیٰ

صفات حق لاہو ولا غیرہ ہیں

اگر اہل علم نے صفات حق تعالیٰ کو جو لاہو ولا غیرہ قرار دیا ہے اس کا یہ معنی نہیں سمجھنا چاہیے کہ انہوں نے صفات کو ذات کا غیر ماننے سے انکار کیا ہے انہوں نے مطلق طور پر غیر کی نفی نہیں فرمائی بلکہ ان کی مراد اصطلاحی غیر ہے یعنی ایسا غیر جو نہ ذات کا عین ہو اور نہ ذات سے قائم ہو۔ لہذا لاہو میں عینیت و اتحاد کی نفی کا معنی پایا جاتا ہے اور لا غیرہ میں ذات پر زائد نہ ہونے اور ذات کے ساتھ قائم نہ ہونے کی نفی کا مفہوم موجود ہے۔

غیرت کی دو قسمیں ہیں
 ۱۔ غیرتِ مطلقہ
 ۲۔ غیرتِ مُصطلحہ

یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان مفہوم اور مصداق کے اعتبار سے مغایرت ہو۔

غیرتِ مطلقہ

یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان حقیقی و ذاتی طور پر مغایرت موجود ہو۔

غیرتِ مُصطلحہ

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں اگرچہ مغایرت مفہومی و مصداقی موجود ہے لیکن مغایرت حقیقی ذاتی موجود نہیں ہے کیونکہ صفات اسی ذات کے ساتھ ہی قائم ہیں لہذا ذات و صفات کے درمیان غیرتِ مطلقہ ہے نہ کہ غیرتِ مُصطلحہ پس ثابت ہوا کہ متکلمین نے کلمہ لاہو کے ساتھ غیرتِ مطلقہ کا اثبات کیا ہے اور

کلمہ لاغیرہ کے ساتھ غیرتِ مُصطلحہ کی نفی فرمائی ہے۔

حقیقتِ معرفت

متن و بعضے ارباب سلوک بہ نہایت کارنار سیدہ
چون رابے چون تصور کردہ اند و شہود و معرفت را باو

راہ داوہ اند ارباب تقلید براتب ازینہا بہتر اند
ترجمہ: بعض سالک جو مقصد کی انتہا تک نہیں پہنچے انہوں نے چون کو بے
چون تصور کر لیا ہے اور اس کو شہود و معرفت سمجھ بیٹھے ہیں اہل تقلید ان سے کئی
درجے بہتر ہیں۔

شرح

بعض غیر نخبہ سالکین جو سیر عروجی کے دوران عالم و جوب کے مشاہدات میں امتیاز
نہیں کر سکتے لامحالہ ایسے ناقص سالکین تجلیاتِ عالم ارواح یا ظلالِ اسماء و صفات
(یا خود صفات) کو عین مقصود و مطلوب قرار دے لیتے ہیں اور اس طرح چون کو
بے چون اور غیر مطلوب کو مطلوب سمجھ لیتے ہیں اور اسی کو شہود و معرفت کا نام دے
کر ظلال پر قناعت کر لیتے ہیں۔ تقلید والے لوگ ان سے کئی درجے بہتر و افضل
ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے کشف کی بجائے شکوۃ نورِ نبوت سے حاصل ہونے والے
علوم کی تقلید کرتے ہیں جس میں سہو و خطا کو ہرگز دخل نہیں۔ ذات بے چون ایسے تمام
تصورات سے بلند و بالا ہے اور علم و شہود و معرفت کو اس کی طرف کوئی راہ نہیں
اور لیس گمراہ شہیجے اس کی شان کے لائق سب (عاشیہ بصفواندہ)

سے بہتر تعبیر ہے اور جو کچھ کہ دیکھا، جانا اور پہچانا جاتا ہے سب اس کا غیر ہے اور ان کے ساتھ تعلق قائم کرنا غیر کے ساتھ گرفتار ہونا ہے۔ سب کو کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے نیچے لا کر ان کی نفی کرنی چاہیے اور کلمہ إِلَّا اللَّهُ کے ساتھ فقط ذاتِ بے چون کا اثبات کرنا چاہیے۔ سالک کو چاہیے کہ ابتدا میں یہ اثبات تقلید کے طور پر کرتا رہے اور آخر میں تحقیق کے طور پر کرنا خود آسان ہو جائے گا اور اس ضمن میں اکابرین کے اس فرمان کو ملحوظ رکھنا چاہیے سُبْحَانَ مَنْ لَمْ يَجْعَلْ لِنَخْلَقِ إِلَيْهِ سَبِيلًا إِلَّا بِالْعِزِّ جَزَعًا مَعْرِفَتِهِ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے نہیں بنایا مخلوق کے لیے اپنی طرف کوئی راستہ سوائے عجز کے اپنی معرفت سے۔

امام اعظم اور معرفت
 امام الامم، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے
 جو یہ فرمایا ہے سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ
 حَقَّ عِبَادَتِكَ وَلَٰكِنْ عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی اے اللہ تو
 پاک ہے ہم نے تیری عبادت نہیں کی جیسا کہ اس کا حق ہے لیکن ہم نے تیری معرفت
 کا حق ادا کر دیا ہے۔

اس عبارت میں معرفت کا حق ادا کرنے سے یہی مراد ہے کہ معرفت کی انتہا
 اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہم اس بے چون و بے چگون کو نہیں پہچان سکتے۔
 حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اس قول سے کوئی نادان
 شخص یہ گمان نہ کرے کہ اس معرفت میں تو خاص و عام سب برابر ہیں کیونکہ معرفت
 اور علم میں فرق ہے۔ عوام کو اس امر کا علم حاصل ہے اور خواص کو اس کی معرفت
 نصیب ہوتی ہے اور معرفت کا مرتبہ علم سے آگے ہے کیونکہ علم ہر خاص و عام

کو حاصل ہو سکتا ہے اور معرفت فنا کے بغیر میسر نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ علم سبب ادراک ہے اور معرفت میں ادراک نہیں۔ اسی لیے اس معرفت کا نام ادراک بسیط ہے یعنی وہ ادراک جس میں مدرک، مدرک کی تعبیر سے عاجز ہو ادراک بسیط کہلاتا ہے۔

اقسام معرفت و فنا واضح ہو کہ معرفت فنا کے بعد میسر آتی ہے چونکہ فنا کئی قسم کی ہوتی ہے اس لیے معرفت بھی کئی اقسام پر مشتمل ہوگی۔ اگر فنا کامل ہوگی تو معرفت بھی کامل ہوگی اور اگر فنا ناقص ہوگی تو معرفت بھی ناقص ہوگی۔

فنائے اول پہلی فنا، صفاتِ اضافیہ کے مرتبے میں ہوتی ہے۔ جب سالک ممکنات سے گزر کر ظلالِ صفات تک پہنچ جاتا ہے یہ فنا کی صورت ہے حقیقت نہیں۔ کیونکہ صفاتِ اضافیہ، برزخ و جوب امکان ہیں۔

فنائے دوم: یہ دوسری فنا ہے جو صفات کے مرتبے میں ہوتی ہے۔
فنائے سوم: تیسری فنا شیونات و اعتبارات کے مرتبے میں ہوتی ہے
فنائے چہارم: چوتھی فنا مرتبہ ذات میں ہوتی ہے جس کو فنائے ذاتی کہتے ہیں اور یہ معرفت کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔

مقاماتِ عشرہ مقدماتِ فنا ہیں

ملن و چون مامور باخلاص است و آن بے فن
 صورت نمی بندد و بے محبت ذاتیہ متصور نمی شود

لاجرم تحصیل مقدمات فنا کہ مقامات عشرہ است می باید
 کرد اگرچہ فنا مؤہبت محض است اما مقدمات و مبادی
 آن بہ کسب تعلق دارد اگرچہ بعضی باشند کہ بحقیقت
 فنا ایشان را مشرف سازند بے آنکہ کسب مقدمات آن
 نمایند و بریاضات و مجاہدات حقیقت خود را مصفا
 سازند۔

ترجمہ : اور چونکہ انسان کو اخلاص کا حکم دیا گیا ہے اور وہ بغیر فنا کے نہیں
 آتا اور محبت ذاتیہ کے بغیر متصور نہیں ہوتا۔ اس لیے لازماً فنا کے مقدمات یعنی
 مقامات عشرہ دس مقامات کو حاصل کرنا چاہیے۔ اگرچہ فنا محض عطیہ خداوندی
 ہے لیکن اس کے مقدمات و مبادی (ابتدائی امور) کسب سے تعلق رکھتے ہیں
 اگرچہ بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو کسب کے بغیر اور اپنی حقیقت کو ریاضت و
 مجاہدہ کے ذریعے صاف کیے بغیر حقیقت فنا سے مشرف کر دیتے ہیں۔

شرح

چونکہ انسان شرعاً اخلاص کے حکم کے ساتھ مکلف ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ
 ہے : **الْاِلٰهَ الَّذِيْنَ الْخَالِصُ** اور **وَمَا اَمْرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا**
اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ نہی حدیث میں ہے : **اَسْعَدُ النَّاسِ**
بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ

۱۔ الامر ۲، البینہ ۳، صحیح بخاری ص ۱۰۱، شکرہ ص ۲۸۹

لہذا اخلاص ہی ہر عمل کی قبولیت کے لیے رُوحِ رواں کا درجہ رکھتا ہے صوفیائے کرام کے نزدیک اخلاص ہی کا دوسرا نام فنا ہے اور محبتِ ذاتیہ کے بغیر فنا کا تصور بھی محال ہے۔ لہذا ضروری ہو کہ فنا کے ابتدائی امور (مقدماتِ مبادی) حاصل کیے جائیں اور وہ دس مقامات ہیں جن کو اصطلاحِ صوفیاء میں اُصولِ عشرہ یا مقاماتِ عشرہ کا نام دیا گیا ہے کیونکہ بعض صوفیاء نے انہی مقامات کو طُرُقِ وصولِ الی اللہ کے نام سے بھی تعبیر کیا ہے۔ اکثر طور پر صوفیاء کے تجربہ میں آیا ہے کہ ان دس مقامات کا حصول فنائے کامل کا سبب بنتا ہے لیکن بعض اوقات مقاماتِ عشرہ کو حاصل کیے بغیر بھی محض فضلِ خداوندی سے فنائے کامل عطا ہو جاتی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے **اللَّهُ يُجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ تَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ** ۷

داو حق را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرطِ قابلیت داد اوست

مقاماتِ عشرہ کی تفصیل
راہِ وصول کے حسبِ ذیل دس اُصول یا دس مقام ہیں:

توبہ، زُهد، قناعت، توکل، صبر، شکر، خوف، رجا، فقر اور رضا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَوْ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ** ۸

حدیثِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوا إِلَى اللَّهِ فَإِنِّي أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةً مَرَّةً** ۹ یعنی اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو بے شک میں بھی روزانہ اللہ کے حضور سو بار توبہ کرتا ہوں۔
عربی لغت میں توبہ کے حقیقی معنی "رجوع کرنے" کے ہیں۔

۷ اشوری ۱۳، ۸ اللہ ۲۱، ۹ صحیح مسلم ص ۲۲۶ ج ۲

التَّوْبَةُ رُجُوعٌ عَمَّا كَانَ مَذْمُومًا فِي الشَّرْعِ إِلَى مَا هُوَ مَحْمُودٌ فِيهِ ۱

(یعنی، شریعت میں جو کچھ مذموم اور برا کام ہے اس سے لوٹ کر محمود اور اچھا کام کی طرف آجانے کا نام توبہ ہے۔

سچی توبہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ محبوب بنا لیتا ہے اور انہیں مسندِ درجہ ذیل انعامات سے نوازتا ہے۔

اول : مغفرت عطا فرماتا ہے۔

دوم : آسمان سے بارشیں نازل فرماتا ہے۔

سوم : مال، اولاد، باغات و انہار جیسی مختلف نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے

جیسا کہ قرآن حکیم میں وعدہ فرمایا ہے فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ط

إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا

تَوَيِّدًا لَكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ..... ۲

بزرگانِ دین نے فرمایا اگر گناہ کے بعد آٹھ کام کیے جائیں تو گناہ کا کفارہ ہو جاتا

ہیں ان میں سے چار کاموں کا تعلق دل سے ہے اور چار کا تعلق بدن سے۔

دل سے متعلق یہ ہیں ۱۔ سچی توبہ کرنا ۲۔ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم

۳۔ گناہ کی وجہ سے خوفِ عذاب کا غلبہ ۴۔ معافی کی امید

بدن سے متعلق یہ ہیں ۱۔ دو نفل نماز توبہ ۲۔ شتر یا سو بار استغفار

۳۔ سبحان اللہ العظیم و بحمدہ ۴۔ ایک دن کا نفل روزہ رکھ کر صدقہ کرے

اور آئندہ بُری صحبت ترک کر دے۔

واضح رہے کہ توبہ وصول الی اللہ کے لیے پہلی شرط ہے۔ سالک مقامِ توبہ میں

سیر کرتا ہوا خدا تک پہنچتا ہے فَمَنْ لَا تَوْبَةَ لَهُ لَا سَتِيْرَةَ لَهُ پس جس کی توبہ نہیں اس کی سیر نہیں۔

و ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَمَا هَذِهِ الْحَيَوَةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَسَهْوٍ وَ زُهْدٍ لَعِبٌ يَعْنِي نَهِيں ہے دنیوی زندگی مگر کھیل اور تماشا۔

حدیثِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت میں ہے :

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ یعنی دنیا میں غریب (اجنبی) یا مسافر کی طرح رہو۔ قَالَ الْإِمَامُ الْجَنَائِدُ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ الزُّهْدُ اسْتِصْغَارُ الدُّنْيَا وَمَحْوُ اثْرَاهَا مِنْ الْقَلْبِ یعنی حضرت امام جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا کو حقیر جاننا اور دل سے اس کے نشانات محو کرنا زُہد ہے۔

زُہد ایک مرتبہ قلبیہ ہے اس مرتبہ میں سالک کے قلب سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور وہ قلبی طور پر دنیا کی طرف التفات نہیں رکھتا۔ اس کے لیے فقر و غنا اور اخذ و عطا کی دونوں حالتیں برابر ہوتی ہیں کیونکہ وہ قلبی طور پر طلبِ دنیا اور خواہشاتِ نفس سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔ زُہد کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ بندہ کا ہاتھ دنیا کے مال سے خالی ہو جائے اور کسبِ حلال چھوڑ کر محتاجی کی زندگی گزارے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یوں دعا فرمایا کرتے تھے: اللَّهُمَّ اَبْسُطْ لِي الدُّنْيَا وَ زَهِّدْ نِي عَنْهَا حضرت علامہ المناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فَلَئِنْ الزُّهْدُ تَجَنَّبَ الْمَالِ بِالْكُلِّيَّةِ بَلْ تَسَاوَى وَجُودُهُ وَ عَدَمُهُ وَ عَدَمٌ تَعَلَّقَهُ بِالْقَلْبِ إِلَيْهِ یعنی زُہد، مال دنیا سے مکمل طور پر اجتناب کرنے کا نام نہیں بلکہ زُہد یہ ہے

۱۱۱ العنکبوت ۶۲ ۱۱۲ صحیح بخاری ص ۹۲۹ ۱۱۳ مشکوٰۃ ص ۱۳۹ ۱۱۴ زاد القیر، ۱۱۵ کشف المحجوب ۵۵ فیض القدر شرح کما برع الصغیر

کہ دنیا کے مال کا ہونا اور نہ ہونا سالک کے لیے برابر ہو جائے اس طرح کہ اس کا مال کے ساتھ قلبی تعلق نہ رہے تاکہ آفات دنیا سے محفوظ رہے۔

زہد کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کے لیے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل واضح صورت میں موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الزاہدین ہو کر بھی گوشت، حلویہ اور شہد استعمال میں لاتے اور ازواجِ مطہرات، خوشبو اور اچھے لباس کو پسند فرماتے تھے۔ بعض کم فہم لوگوں نے اسلام میں زہد کے وجود سے انکار کیا ہے اور اس کو رہبانیت سمجھ کر بدعت قرار دیا ہے۔ درحقیقت وہ لوگ حقیقت اسلام سے جاہل ہیں انہوں نے صوفیاء کرام پر زبانِ طعن دراز کر کے زہد کے بارے میں صوفیاء کرام کے اصل موقف سے بے خبری کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ اگر یہ لوگ کتابِ سنت کی طرف رجوع کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زہد کی تعلیم و ترغیب دی ہے۔

أَلْهَكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (یعنی تمہیں زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس نے غافل رکھا۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے) کے علاوہ متعدد آیاتِ قرآنیہ اس امر پر روشن دلیل ہیں اور مختلف احادیثِ مقدسہ میں بھی زہد کی صراحتاً ترغیب و تعمیل کا حکم موجود ہے۔ مثال کے طور پر درج ذیل حدیث پر غور کرنا چاہیے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
 أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ دُلَّنِي
 عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِي اللَّهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللَّهُ

وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّوكَ ۝
 حضرت بہل بن سعد الساعدي رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص
 نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے ایسا عمل
 بتایا جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے میرے ساتھ محبت کیا
 کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں زُہد اختیار کر، اس سے اللہ تعالیٰ اور
 لوگ تیرے ساتھ محبت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ
 ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً
 طَيِّبَةً ۝

© صاحب رسالہ قشیریہ نے تحریر فرمایا ہے کہ بہت سے اہل تفسیر کا قول ہے
 کہ اس آیت میں حیاتِ طیبہ سے مراد دنیا میں قناعت ہے۔ دوسری آیت میں
 فرمایا گیا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۝ اس آیت کی تفسیر میں بھی بعض
 نے فرمایا ہے کہ رزقِ حسن سے مراد قناعت ہے۔

© حضرت سلیمان علیہ السلام کی دُعَاہِبْ لِيْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِيْ لِاِحْدٍ ۝
 کی تفسیر میں بعض نے لکھا ہے کہ ملک سے مراد قناعت کا مقام ہے۔

© حدیث میں ہے الْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفِدُ وَكَزْرٌ لَا يَفْنِي ۝
 یعنی قناعت نہ ختم ہونے والا مال اور خزانہ ہے۔

© حضرت ابو عبد اللہ خنیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفقہ و چیز کی امید
 کو ترک کرنے اور موجود چیز کے ساتھ استغناء کا نام قناعت ہے۔

© حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو رزق کسی انسان کی قسمت

میں لکھا جا چکا ہے اس پر راضی رہنے کا نام قناعت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ
توکل مُؤْمِنِينَ ۚ نِيز فرمایا: وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۚ
 ان آیات میں توکل کو ایمان کے ساتھ مربوط و مشروط فرمایا گیا ہے لہذا توکل ایمان
 کے نتائج و ثمرات سے ہے۔

حدیث میں ہے: لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقًّا
 تَوَكَّلْتُمْ لَرَزَقْتُمْ كَمَا تَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوا خِمَاصًا
 وَتَرُوحُ بِطَانًا ۚ

اس حدیث میں توکل کی اہمیت کے ساتھ ساتھ یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ توکل
 اسباب سے متعارض نہیں کیونکہ پرندہ بھی صبح سے شام تک رزق کی تلاش میں کوشش
 محنت کرتا رہتا ہے اور اپنے رزق دینے والے پر اعتماد اور توکل کی برکت سے
 بھوکا پرندہ شام کو سیر ہو کر واپس لوٹتا ہے۔ ایک حدیث میں اُمت مسلمہ کو توکل
 کی یوں ترغیب دی گئی ہے: إِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْتِهِ فَقَالَ
 بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَ
 يُقَالُ حِينَئِذٍ هُدَيْتَ وَكُنَيْتَ وَوَقَيْتَ فَيَتَنَحَّى لَهُ
 الشَّيْطَانُ فَيَقُولُ شَيْطَانُ أَخْرُكَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَنَهِدِي
 وَكُنِي وَوَقِي ۚ

اس حدیث میں مذکورہ دعا کو گھر سے نکلنے وقت پڑھنے والا اللہ تعالیٰ
 کی حفاظت میں آجاتا ہے اور شیطان اس سے دُور بھاگ جاتا ہے اس کی وجہ
 توکل علی اللہ ہے۔

۱۲۶ المائدہ ۲۳ ۱۲۶ المائدہ ۱۱ ۱۲۶ جامع ترمذی ص ۵۰ ج ۲ ۱۲۶ البوداؤد ص ۳۲۹ ج ۲

توکل کی تعریف کچھ یوں ہے: التَّوَكُّلُ هُوَ الثِّقَةُ بِمَا عِنْدَ اللَّهِ
وَالْبَاسُ عَمَّا فِي آيَدِي النَّاسِ یعنی توکل یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے
پاس ہے اس پر اعتماد ہو اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوسی ہو۔

◎ توکل ایک مرتبہ قلبیہ ہے جس میں متوکل بندہ اپنے امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر
دیتا ہے اور تمام احوال میں اسی پر اعتماد کرتا ہے اور اپنی کوشش اور محنت کے
بعد نتیجہ مُسْتَبِطِ الاسباب پر چھوڑ دیتا ہے۔ لہذا توکل اور اسباب کے درمیان کسی قسم
کا تعارض نہیں کیونکہ توکل کا محل قلب ہے اور اسباب کا محل بدن ہے۔

◎ بعض جہلاء کے نزدیک توکل ترک اسباب، ترک علاج اور ترک جہد کا
نام ہے معاذ اللہ، توکل کا یہ مفہوم خلاف کتاب و سنت ہے۔

◎ توکل علی اللہ سے دلوں میں سکون و اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ خاص کر مصائب
اور مشکلات کے وقت توکل علی اللہ بندے کے لیے آخری سہارا ثابت ہوتا
ہے۔

◎ اہل توکل کا وظیفہ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ہے۔ حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں
پھینکے گئے تو آپ نے یہی وظیفہ پڑھا تھا اور حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی
کثرت کے ساتھ ہی وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔

صبر اللہ رب العزت جل جلالہ کا ارشاد ہے: إِنَّمَا يَوْفَى الصَّابِرُونَ
حَسَبَ آجْرِهِمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ اس آیت میں صبر والوں کے لیے بغیر
حساب کے اجر و جزا ملنے کی خبر دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر صبر کی
اہمیت اور صابریں کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

حدیث پاک میں ہے: **إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَيْهِمْ إِذَا هُمْ خَيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَيْهِمْ إِذَا هُمْ**۔ اس حدیث میں لوگوں کی اذیتوں پر صبر کرنے والے کو صبر نہ کرنے والوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔

◎ صاحب کتاب التعریفات لکھتے ہیں: **الصَّبْرُ هُوَ تَرْكُ الشِّكْوَى مِنَ الْمَبْلُوعِ لِغَيْرِ اللَّهِ** یعنی ابتلا کے وقت لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کرنے کا نام صبر ہے۔

◎ علماء نے صبر کی بہت سی اقسام بیان فرمائی ہیں ان تمام اقسام کا خلاصہ تین اقسام پر مشتمل ہے۔ ۱۔ **الصَّبْرُ عَلَى الطَّاعَاتِ** (عبادات پر صبر) ۲۔ **الصَّبْرُ عَلَى الْمَصَائِبِ** (مصائب پر صبر) ۳۔ **الصَّبْرُ عَلَى الْمَعَاصِي** (گناہوں سے صبر) غرضیکہ صبر انبیاء کی صفت ہے، اولیاء کی زینت ہے، فقرار کی خلعت ہے، حسنت کی کلید ہے، خیرات کی لوند ہے اور صابروں کی عید ہے۔

شُكْر فرمان باری تعالیٰ ہے: **وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُوا** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور ناشکری کرنے سے روکا ہے۔ نیز فرمایا: **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ** اس آیت میں وعدہ فرمایا گیا ہے کہ شکر کرنے والوں کے لیے نعمتوں میں اضافہ کیا جائے گا۔ حدیث میں ارشاد فرمایا: **الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ** یعنی اللہ کا دیا ہوا رزق کھا کر شکر کرنے والا صبر کرنے والے روزے دار کی طرح ہے۔

۱۔ ترمذی ص ۳۷ ج ۲، ۲۔ کتاب التعریفات ص ۵، ۳۔ البقرہ ۱۵۲، ۴۔ ابیہم، ۵۔ صحیح بخاری ص ۲۸

○ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کریں۔ **اللَّهُمَّ اعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ** لہ۔

○ حضرت علامہ ابن علان الصدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے شکر کی تعریف میں فرمایا **الشُّكْرُ إِعْتِرَافٌ بِالنِّعْمَةِ وَالْقِيَامُ بِالْخِدْمَةِ فَمَنْ كَثُرَ ذَلِكَ مِنْهُ سُمِّيَ شُكُورًا وَمِنْ ثَمَّ قَالَ سُبْحَانَهُ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِي الشُّكُورُ** یعنی نعمت کے اعتراف اور خدمت کے ساتھ قیام کا نام شکر ہے اگر کوئی شخص اس میں اضافہ کی توفیق پائے تو اس کو شکر کہا جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے شکور (شکر گزار) بندے تھوڑے ہیں۔

○ صاحب کتاب التعریفات فرماتے ہیں **الشُّكْرُ الْعُرْفُ هُوَ صَرَفُ الْعَبْدِ جَمِيعَ مَا أَنْعَمَ اللَّهُ بِهِ عَلَيْهِ مِنَ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَغَيْرِهِمَا إِلَى مَا خُلِقَ لِاجْتِلَاءِ** یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو اسی مقصد کے لیے صرف کرنا جس کے لیے وہ نعمتیں پیدا کی گئی ہیں شکر کہلاتا ہے شکر کی اجمالی طور پر تین اقسام ہیں **شُكْرُ اللِّسَانِ** (زبان سے شکر ادا کرنا) **شُكْرُ الْأَرْكَانِ** (اعمال کے ذریعے شکر کرنا) اور **شُكْرُ الْجَنَانِ** (دل سے شکر کرنا کہ یہ نعمت اللہ کی طرف سے ہے)

شُكْرُ اللِّسَانِ **تَحْدِيثِ نِعْمَتٍ كَوَقْتِهِ** جیسا کہ فرمایا **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** لہ

شُكْرُ الْأَرْكَانِ عملِ خالص کو کہتے ہیں جیسا کہ فرمایا **إِعْمَلُوا آلَ**

لہ ابوداؤد ص ۲۱۳ ج ۱ لہ دلیل الفالحین بطرق ریاض الصالحین ۲۲ لہ کتاب التعریفات ص ۵۶ لہ لفظی ۱۱

دَاوُدُ شُكْرًا لَهُ

شہادتِ قلبی کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ لَهُ (کما فی حقائق عن المتصوف

لشیخ عبدالقادر عیسوی)

اللَّهُ رَبُّ الْعِزَّةِ كَأَرْشَادِهِ : وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ **خوف** وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ

الْمَأْوَىٰ لَهُ اس آیت میں خوفِ خدا رکھنے والے اور نفس کو ناجائز خواہشات سے روکنے والے کے لیے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ نیز فرمایا وَخَافُونَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۗ اس آیت میں خوف کو ایمان کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلَا يَلِيغُ النَّارَ رَجُلًا مِّنْ اَبْكِي مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۗ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والے کے لیے عذابِ دوزخ سے رہائی کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

◎ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فَتَذِيكُونَ الْخَوْفُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى بِمَعْرِفَةِ صِفَاتِهِ یعنی بندے کو کبھی اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت خوف کے درجے پر پہنچا دیتی ہے۔ اسی مرتبے والوں کے حق میں فرمایا گیا اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علماء (معرفت والے) ہی اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتے ہیں۔

◎ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل کے لیے مناسب یہی ہے کہ خوفِ خدا کے سوا کوئی اور چیز اس پر غالب نہ ہو۔ نیز فرمایا صُوفِيَاءُ كَوُفُوفٌ

۱۳ اسبار ۱۲ ۵۳ ۵۲ ۴۱۰۴۰ ۴۵ آل عمران ۱۴۵

۵۵ جامع ترمذی ص ۱۹۶ ج ۱ ۱۴ الفناطر ۲۸

ہی کی بدولت بلند مرتبے ملے ہیں اگر اسے کھودیتے ہیں تو نیچے اتر آتے ہیں۔
 ◎ حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوف اور رجا نفسوں کے لیے
 دو لگاموں کا کام دیتے ہیں تاکہ نفس رعونت و تکبر اختیار نہ کریں۔
 ◎ حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت رابعہ عدویہ
 (بصریہ) رحمہا اللہ زیادہ رونے اور غم کرنے والی تھیں۔ جب عذاب دوزخ کا
 ذکر سنتی تھیں تو ڈر کے مارے بے ہوش ہو جاتی تھیں آپ کے سجدوں کی جگہ
 آنسوؤں کی کثرت سے چھوٹے چھوٹے گڑھے پڑ جاتے تھے گویا آپ یہ سمجھتی تھیں
 کہ آگ صرف میرے لیے بنائی گئی ہے۔

قرآن حکیم میں ہے: **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ**
حَبَّارَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ
يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ کہ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان
 والوں اور اپنی راہ میں ہجرت اور جہاد کرنے والوں کو اپنی رحمت کا اُمیدوار قرار
 دیا ہے: **يَنْزِرُهَا يَا، لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ** کہ یعنی میری رحمت
 سے نا اُمید مت بنو۔

حدیث میں ہے: **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ**
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَلَّمْ تَذُنُبُوا
لَذَهَبَ اللَّهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذُنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ
فَيَغْفِرُ لَهُمْ کہ اس حدیث میں گناہ گاروں کو توبہ کرنے کی برکت سے مغفرت
 کی اُمید دلائی گئی ہے۔

۱۔ رسالہ شیریہ ۲۔ حقائق عن التصوف للشيخ عبد القادر عيسى
 ۳۔ البقرہ ۲۸ ۴۔ الزمر ۵۲ ۵۔ صحیح مسلم ص ۳۵۵ ج ۲

رجاء کے بارے میں صوفیاء کرام کے مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا اللہ تعالیٰ سے اس کے کرم کی اُمید کا نام رجا ہے۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کے جلال کو جمال کی آنکھوں سے دیکھنے کا نام رجا ہے بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کی مہربانی پر خوشی کا اظہار کرنا رجا ہے بعض نے کہا جس نے اپنے نفس کو صرف رجا پر رکھا اس نے عمل چھوڑ دیا اور جس نے اپنے نفس کو صرف خوف پر رکھا وہ مایوس ہو گیا لہذا انسان کو خوف و رجا دونوں رکھنے چاہئیں کیونکہ ایمان خوف اور اُمید کی درمیانی اہلی علی کیفیت کا نام ہے۔

فقر
فرمان باری تعالیٰ ہے: لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اس آیت میں فقر کی تعریف میں فرمایا گیا ہے کہ فقیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں رُکے ہوئے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا: الْفَقْرُ فُخْرِي وَالْفَقْرُ مِثْنِي یعنی فقیر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ نیز فرمایا فقر مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔

بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے افضل مقام یہ ہے کہ انسان قبر تک فقر پر صبر کرنے کا عزم باجزم کر لے۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بندے پر اللہ کی ناراضگی کی علامت یہ ہے کہ بندہ فقر سے ڈرتا ہو عبد اللہ بن خنیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو کسی چیز کا مالک نہ سمجھنا اور کسی بھی صفت کو اپنی طرف منسوب نہ کرنا فقر ہے۔ ابو بکر مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فقیر وہ ہے جو نہ کسی کا مالک ہو اور نہ مالک ہونے کی خواہش کرے۔

غرضیکہ صوفیاء کرام کے نزدیک اپنے وجودِ اضافی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے فنا کر کے مخلوق سے بے نیاز ہو جانے کا نام فقر ہے۔ اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے:

۱۔ البقرہ ۲۷۳ ۲۔ الاررار المرزوقہ ص ۱۶۹، المقاصد الحسنہ ص ۲۰۶، جامع ترمذی ص ۲۷۸ کہ رسالہ فقیر

الْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ یعنی دونوں عالم میں سوادُ الوجہ (روسیاہ) ہو جانا فقر ہے سوادُ الوجہ سے مراد دونوں عالم کے علائق سے پاک ہو کر ذاتِ احدیتِ صرفہ میں محو اور فنا ہو جانا ہے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قول الْفَقِيرُ لَا يَفْتَقِرُ إِلَى نَفْسِهِ وَلَا إِلَى غَيْرِهِ (فقیر نہ اپنا محتاج ہوتا ہے نہ غیر کا) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

فقر سے مراد وہ فقر ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فخر قرار دیا ہے نہ کہ فقرِ مکیث (ذلیل کرنے والا) جس سے پناہ مانگی گئی ہے۔

رضا قرآن عظیم میں ہے: وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو تمام نعمتوں سے بڑی نعمت قرار دیا ہے نیز فرمایا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ^۱ اس آیت میں رضا کو متبادل قرار دیا گیا ہے کیونکہ حقیقی رضا کا مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہو جائے اور بندہ اللہ سے راضی ہو جائے تاکہ دونوں رضائیں متلازم اور مترابط ہو جائیں اور بندہ اللہ سے کبھی راضی نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہو۔

حدیث میں ہے: ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ تَعَالَى رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا^۲

اس حدیث میں اہل رضا کے لیے ایمان کی حلاوت (مٹھاس) ثابت کی گئی ہے۔ کیونکہ جو شخص لذتِ ایمان سے محروم رہ جاتا ہے اس کے لیے دنیا و آخرت میں قلق و اضطراب کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مرتبہ رضا حاصل کرنے

۱ مکتوبات سعیدیہ ۲ التوبہ ۲۲ ۳ التوبہ ۱۰۰ ۴ صحیح مسلم ص ۱۷

کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور درج ذیل دُعا کے تکرار کا حکم فرمایا کرتے تھے چنانچہ
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَالَ إِذَا صَبَحَ وَإِذَا أَمْسَى رَضِينَا بِاللَّهِ
 رَبِّنَا وَبِالْإِسْلَامِ دِينِنَا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولِنَا إِنْ كَانَ حَقًّا عَلَى
 اللَّهِ أَنْ تَرْضِيَهُ لَهُ يَدْخُلُ رِضَاكَ حَقًّا وَتَرْضَاكَ حَقًّا وَتَرْضَاكَ حَقًّا
 دیا گیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو
 لکھا: ”سلام و صلوة کے بعد واضح ہو کہ بھلائی ہمہ تن رضا میں ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کی
 قضا پر راضی رہ سکو تو بہتر ہے ورنہ صبر اختیار کرو۔“

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بندے کے اپنے اختیار کا اٹھ جانا رضا
 ہے حضرت ابو تراب نخشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں دُنیا کی
 قدر و منزلت ہو وہ رضا کا مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک راضی برضا
 بھلانے کا حق دار نہیں ہو سکتا جب تک وہ مصیبت میں اسی طرح خوش نہ ہو جس
 طرح آرام میں خوش تھا۔

دفتر اول مکتوب ۳۹

مکتوب الیہ

حضرت شیخ محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

اعمال و احوال کا دار و مدار قلبِ سلیم پر ہے
اقسامِ قلب۔ امراضِ قلب۔ خطراتِ قلب



مکتوب - ۳۹

متن مدارِ کارِ بر قلبِ ست اگر دل بغیرِ اوستحجانہ گرفتار
 ست خراب و آبرست از مجر و اعمالِ صوری و عبادتِ
 رسمی کارے نمی کشاید سلامتی قلب از التفاتِ باسوائے
 اوتعالی و اعمالِ صاکنہ کہ بدن تعلق دارند و شریعتِ بتیان
 آن امر فرمودہ ہر دو در کارست دعویٰ سلامتِ قلب
 بے اتیانِ اعمالِ صاکنہ بدنیہ باطلست ہم چنانکہ درین نشاۃ
 روح بے بدن غیر متصورست احوالِ قلبی بے اعمالِ صاکنہ
 بدنی محالست بیارے از ملحدان این وقت باین قسم دعویٰ
 ادعای نمایند۔

ترجمہ: کام کا دار و مدارِ دل پر ہے اگر دل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خیر کے ساتھ گرفتار
 ہے تو برباد اور بُر ہے صرف ظاہری عملوں اور رسمی عبادتوں سے کام نہیں بنتا۔ اللہ
 تعالیٰ کے خیر کی طرف توجہ کرنے سے دل کو محفوظ رکھنا اور وہ اعمالِ صاکنہ جو بدن سے
 تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے ان کی ادائیگی کا حکم دیا ہے یہ دونوں کام درکار ہیں
 اعمالِ صاکنہ بدنیہ کی ادائیگی کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ باطل ہے جس طرح کہ اس
 دنیا میں بدن کے بغیر روح کا ہونا متصور نہیں اسی طرح اعمالِ صاکنہ بدنیہ کے بغیر
 احوالِ قلبیہ کا حصول محال ہے۔ آج کل کے بہت سے بے دین لوگ اس قسم کے

دعوے کرتے ہیں

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مکتوب میں ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے جو عبادات کو ظاہر شریعت میں منحصر سمجھتے ہیں اور حضور قلبی و اخلاص عمل کو عبادت میں شمار نہیں کرتے اور اسی طرح ملحد اور بے دین لوگ جو ظاہر شریعت (اعمال بدنیہ) کے بغیر سلامتی قلب کا دعویٰ کرتے ہیں اور عبادات کی ادائیگی کو ضروری نہیں جانتے آپ نے ان کی بھی مذمت بیان فرمائی ہے۔

اعمال و احوال کا دار و مدار قلب پر ہے

حقیقت الامر یہ ہے کہ قرآن و سنت سے اعمال ظاہری اور احوال باطنی (دونوں امور) کا تلازم ثابت ہوتا ہے سلامتی قلب کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: **يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ اِلَّا مَنْ اتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ** یعنی قیامت کے دن مال اور بیٹے نفع نہ دیں گے مگر جو شخص اس کے سامنے قلب سلیم لے کر حاضر ہوا۔ اور اعمال ظاہری کے متعلق فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۗ

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے ان کی منزل جنت الفردوس

ہے بلکہ اگر اعمال ظاہری میں ریا کا عنصر شامل ہو جائے تو عند الشرح بھی وہ عمل

باطل و فاسد ہو جاتا ہے جس طرح کفر و شرک تمام اعمالِ صالحہ کو برباد کر دیتا ہے اسی طرح ریابھی (جو کہ شرکِ خفی ہے) اعمالِ صالحہ کے فساد کو مستلزم ہے۔
 معلوم ہوا کہ ظاہری اعمال کی قبولیت بھی حضورِ قلب پر منحصر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: لَا صَلَاةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ یعنی حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور الصَّلَاةُ مَعَ رَاجِ الْمُؤْمِنِينَ اُس کے مطابق نماز مومن کی معراج اسی صورت میں ہے جب نماز حضورِ قلب سے ادا کی جائے اور حضورِ قلب ان لوگوں کا حصہ ہے جو سلیم القلب ہیں اور قلب کی سلامتی ماسوی اللہ کی گرفتاری سے آزادی کا نام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ یعنی شعائر اللہ کی تعظیم دل کا تقویٰ ہے۔
 معلوم ہوا کہ دل کا تقویٰ عند الشریع مطلوب ہے اور اعمال و احوال کی صحت کا نام ہی تقویٰ ہے۔
 حدیث میں ارشاد ہے:

اے صاحبِ تشیید البانی رقمطراز ہیں قَالَ الْمُخْرِجُ لَمْ أَجِدْهُ بِهَذَا اللَّفْظِ اِنْتَهَى قُلْتُ هَذَا حَدِيثٌ مَشْهُورٌ فِي كُتُبِ الصُّنُوفِيَّةِ (تشیید البانی ص ۱۱۸)
 اس حدیث کا مفہوم درج ذیل حدیث کے مطابق ہے لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى صَلَاةٍ لَا يُحْضِرُ الرَّجُلَ فِيهَا قَلْبَهُ مَعَ بَدَنِهِ (احیاء العلوم ص ۱۱۸)
 اے صاحبِ تشیید البانی تحریر فرماتے ہیں قَالَ الْمُخْرِجُ لَمْ أَجِدْ لَهُ أَصْلًا اِنْتَهَى قُلْتُ الْحَدِيثُ مَشْهُورٌ فِي كُتُبِ الصُّنُوفِيَّةِ - وَاللَّهُ أَعْلَمُ - (تشیید البانی ص ۱۱۸)

الْأَوَانِ فِي الْجَسَدِ مُضَغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ ۝

یعنی خبردار جسم کے اندر ایک گوشت کا لوتھر ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے خبردار اور وہ قلب ہے۔

معلوم ہوا کہ قلب کی اصلاح سے سارے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے اور جسم عبادات و طاعات پر مستقیم اور راغب ہو جاتا ہے۔ نیز ارشاد فرمایا :

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَفِي رِوَايَةٍ إِلَى أَجْسَادِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ ۝

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا لیکن تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ مزید ارشاد فرمایا : التَّقْوَىٰ هُنَا تَقْوَىٰ يَهَاں ہے (تین مرتبہ دل کی طرف اشارہ فرمایا۔)

معلوم ہوا کہ دل اور عمل دونوں متلازم ہیں جس سے احوال و اعمال کا ملازم ثابت ہوتا ہے۔ (وَلِلَّهِ الْحَمْدُ)

اسی طرح اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ سے بھی اعمال کا دار و مدار دل پر ہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ نیت کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔

قرآن کی رو سے قلب کی تین قسمیں ہیں :

۱۔ قلب غیب ۲۔ قلب شہید ۳۔ قلب سلیم

۱۔ صحیح بخاری ص ۱۲، ۲۔ صحیح مسلم ص ۲۱۴، ۳۔ صحیح بخاری ص ۱۲، ۴۔ صحیح بخاری ص ۱۲

قلب منیب ظاہر ہوں مثلاً تقویٰ، مجاہدہ، عبادت اور ریاضت

وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَانََ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ
قلب شہید کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ
قلب سلیم اللہ سے فارغ ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ
امراض قلب صوفیائے کرام کے نزدیک قلب کی بیماریاں بھی تین ہی ہیں جن سے سالک کو بچنا چاہیے۔ قلب مریض کو قلب تقیم بھی کہتے ہیں۔

حدیث نفس: اپنے ارادہ و اختیار سے دل میں باتیں کرتے رہنا۔
خطبہ: بغیر ارادہ و اختیار کے دل میں باتوں کا گزرتے رہنا۔
نظر بہ غیر: اشیائے متکثرہ کو دیکھنے سے مختلف چیزوں کے علوم و خیالات حاصل ہوتے رہنا۔

خطرات قلب انسان کے دل پر مختلف قسم کے خطابات وارد ہوتے رہتے ہیں جن سے سالک کو آگاہ رہنا چاہیے وہ چار قسم کے ہیں:

خطرہ نفسانی: اگر خطاب نفس کی طرف سے وارد ہو تو اس کو خطرہ نفسانی کہتے ہیں۔ اس کو ہوا جس بھی کہا جاتا ہے۔

خطرہ شیطانی: اگر خطاب شیطان کی جانب سے ہو تو خطرہ شیطانی کہتے ہیں اس کو سو اس بھی کہتے ہیں۔

خطرہ ملکی: اگر فرشتے کی جانب سے ہو تو خطرہ ملکی یا الہام کہتے ہیں۔

خطرہ رحمانی: اگر حق تعالیٰ کی جانب سے ہو تو خطرہ رحمانی کہا جاتا ہے۔

خطرہ نفسانی میں شہوت و لذتِ نفس کا شوق اُبھرتا ہے اور یہ دیر پا بیسہ ہوتا ہے خطرہ شیطانی میں دل کے اندر معصیت کی خواہش چٹکیاں

لیتی ہے۔ یہ جلدی چلا بھی جاتا ہے خطرہ ملکی میں اذکار و عبادت کا شوق پیدا

ہوتا ہے لیکن یہ خطرہ بھی عارضی ہوتا ہے سالک کو چاہیے کہ اس کی طرف فوراً

عملی رجوع کرے تاکہ غائب نہ ہو جائے خطرہ رحمانی میں محبتِ الہی اور مشاہدہ

حق کا شوق پیدا ہوتا ہے یہ خطرہ مبارک سالک کے دل میں مستقل قیام کر لیتا ہے

اور جانے کا نام نہیں لیتا اور دل کو غیر کی جانب متوجہ نہیں ہونے دیتا۔

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت شیخ محمد حجتی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

منازل سلوک طے کرنے مقصود حصول اخلاص ہے

عالم کی اقسام

مکتوب - ۴۰

مَن مَحْدُومًا بَعْدَ اِزْطِیْ مَنَازِلِ سُلُوكٍ وَقَطَعَ مَقَامَاتِ جَذِبَةٍ
مَعْلُومَةً شَدَّ مَقْصُودًا زَيْنَ سِيرٍ وَسُلُوكٍ تَحْصِيلِ مَقَامِ اِخْلَاصِ
سَتَ كَمَا مَرُّوْطًا بِنَسَائِ اَلْهَةِ اَفَاقِي وَانْفِسی سَتَ .

ترجمہ: اے میرے محذوم! سلوک کی منزلیں اور جذبہ کے مقامات طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقامِ اخلاص کا حاصل کرنا ہے جو آفاقی و انفسی معبودوں کی فضا پر موقوف ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ منازل سلوک طے کرنے اور مقامات جذبہ حاصل کرنے کے بعد حقیقت آشکار ہوئی کہ سیر و سلوک سے مقصود مقامِ اخلاص کا حصول ہے جو کہ آفاقی (بیرونی) اور انفسی (اندرونی) خداؤں کی نفی کے ساتھ مربوط ہے اور مقامِ اخلاص اجزاء شریعت میں سے تیسرا جز ہے جیسا کہ آپ نے ایک دوسرے مکتوب میں فرمایا کہ شریعت کے تین اجزاء ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔

اِرْشَادِ بَارِي تَعَالَى هُوَ وَمَا اَمْرٌ وَاِلاَّ لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ
مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنْفَاءً ۗ اُوْرَ اِسِي طَرِحِ دُوْسَرِي جُكِي هِي

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ نيز حدیث مبارکہ میں ہے أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ ۝

وہ علماء جو اخلاص کے مقام سے غافل ہیں اور فنا و بقا سے مشرف نہیں ہوئے اخلاص کو شریعت سے الگ سمجھتے ہیں اور امر زائد خیال کرتے ہیں، دراصل وہ علمائے ظواہر ہیں اور امور شرعیہ سے جاہل و بے خبر ہیں۔ اسی طرح وہ علماء جو علمی طور پر لفظ فنا و بقا سے واقف ہیں لیکن حالی طور پر حقیقت فنا و بقا سے مشرف نہیں ہیں اور شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور طریقت و حقیقت کو مغرب سمجھتے ہیں وہ مغرور اور مفتون ہیں۔ اگر فنا و بقا کی حقیقت سے فیض یاب ہوتے تو اس قسم کی باتیں نہ کرتے اور اس راز کو پالیتے کہ حقیقت و حقیقت شریعت کی حقیقت کا نام ہے اور طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں۔

علم کی اقسام حدیث کی رو سے علم کی دو قسمیں ہیں۔ الْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْأَدْيَانِ وَعِلْمُ الْأَبْدَانِ صوفیاء کرام کے نزدیک بھی علم دو طرح کا ہے۔ ایک علم وہ ہے جس سے مقصود عمل ہے جس کا ثبوت کفیل علم فقہ ہے۔ دوسرا علم وہ ہے جس سے مقصود صرف اعتقاد اور دل کا یقین حاصل ہونا ہے یعنی علم کلام (عقائد کا علم)۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ النورانی علم کی مندرجہ ذیل دو قسمیں بیان کرتے ہیں۔

۱ علم حصولی

۲ علم حضوری

۱ علم حصولی

۱ الزمر ۲ ۳ صحیح بخاری ص ۲ ج ۱

علم حصولی شے کی صورتوں میں سے کسی صورت کا علم ہونا۔ و حقیقت یہ نفس شے کا علم نہیں ہوتا بلکہ اس میں نفس شے کی نسبت،

جہل ثابت ہوتا ہے۔

علم حضوری وہ علم جہاں نفس شے مُدرکہ کے نزدیک موجود ہو اور کوئی ظل و صورت اس کے درمیان حائل نہ ہو۔ لہذا اس علم میں معلوم، نفس شے ہوتی۔ علم حصولی آفاق سے متعلق ہے اور علم حضوری نفس سے متعلق ہے۔

بینہ یہاں جس علم کو شریعت کا جزو قرار دیا گیا ہے وہ علم حصولی ہے۔ شریعت کا دوسرا جزو اس علم پر عمل کرنا ہے اور شریعت کا تیسرا جزو یہ ہے کہ اس علم اور عمل میں اخلاص کا جذبہ کار فرما ہو جائے۔

حضور امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ علم اور عمل یہ دونوں چیزیں علماء کی صحبت سے ملتی ہیں جبکہ اخلاص صوفیاء کی صحبت و خدمت سے میسر آتا ہے۔

اخلاص احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْإِخْلَاصِ مَا هُوَ قَالَ سَأَلْتُ رَبَّ الْعِزَّةِ عَنِ الْإِخْلَاصِ مَا هُوَ قَالَ هُوَ سِرٌّ مِنْ سِرِّي اسْتَوْدَعْتُهُ قَلْبَ مَنْ أَحَبَبْتُهُ مِنْ عِبَادِي لَهُ

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اخلاص کی حقیقت کے بارے میں دریافت فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام نے

لہ رسالہ شیریہ

عرض کیا کہ میں نے رب العزت سبحانہ و تعالیٰ سے اخلاص کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اخلاص میرا راز ہے جسے میں اپنے محبوب بندوں کے قلب میں ودیعت فرماتا ہوں۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَخْلِصْ فِي دِينِكَ يَكْفِيكَ قَلِيلًا مِنَ الْعَمَلِ یعنی دین میں اخلاص پیدا کر لو تو تمہارا تھوڑا عمل بھی کفایت کر جائے گا۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہیں الْاِخْلَاصُ سِرٌّ بَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى وَبَيْنَ الْعَبْدِ لَا يَعْلَمُهُ مَلَكٌ يَكْتُبُهُ وَلَا شَيْطَانٌ فَيُفْسِدُ وَلَا هَوَى فَيَمِيلُهُ
(یعنی) اخلاص اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان راز ہے جس کا نہ کسی فرشتے کو علم ہے کہ وہ اسے لکھے، نہ شیطان کو کچھ خبر ہے کہ وہ اسے فاسد کر سکے اور نہ ہی ہوس (نفس) کو کوئی اطلاع ہے کہ مخلص بندہ اس کی طرف مائل ہو سکے۔

صورتِ اخلاص یہ ہے کہ اپنے اعمالِ حسنہ کی تشہیر و تعریف پسند کی جائے اور عزت، شہرت اور رفعت کو مقصود سمجھا جائے ایسے لوگوں کے اعمال بھی رضائے نفس کے تابع اور کبھی رضائے الہیہ کے تابع ہوتے ہیں۔

حقیقتِ اخلاص یہ ہے کہ سالک کو تزکیہ نفس حاصل ہو جائے عزت، شہرت اور رفعت و منصب کے ترک کا اہتمام کیا جائے اور ہر وقت اپنے تمام اعمالِ حسنہ کو رضائے الہی

اے رسالہ قشیریہ اے رسالہ قشیریہ

کے لیے مخصوص سمجھا جائے اور اخلاص پر استقامت نصیب ہو جائے۔ خلاص
ہی کا دوسرا نام فنا ہے اور فنا محبتِ ذاتیہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور یہی
اصل کام ہے۔ وَهُوَ الْمُرَادُ

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت شیخ دارفلیش رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

محبوبیتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ. مقامِ صدیقیت
شرعیہ طریقت اور حقیقت کا مفہوم
صوفیائے وجودیہ کے اقوالِ سکریہ. وحی اور الہام میں فرق



مکتوب الیہ

حضرت شیخ درویش قدس سرہ کی طرف تین مکتوبات صادر فرمائے گئے۔
دفتر اول مکتوب ۴۱، ۴۲ اور ۹۷۔ آپ سلطنت کے ارکان میں سے معلوم ہوتے
ہیں کیونکہ تینوں مکتوبات میں پند و نصیحت کے بعد مستحقین کے لیے امداد کی سفارش
فرمائی گئی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

مکتوب - ۴۱

متن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رب العالمین
 است ہر چیز کہ خوب و مرغوب است از برائے
 مطلوب و محبوب است۔

ترجمہ : حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے رب کے محبوب
 ہیں وہ چیز جو اچھی اور پسندیدہ ہوتی ہے وہ مطلوب اور محبوب کے لیے ہوتی ہے

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اپنے ظاہر و باطن کو حضور سرور کائنات
 صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت کی پیروی سے مزین و آراستہ کرنا ضروری ہے اور
 اللہ تعالیٰ کو بندے کا یہ عمل بہت زیادہ محبوب ہے کیونکہ صاحب سنت و شریعت علیہ
 التحیۃ والثناء اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور اصولِ محبت یہ ہے کہ محبوب کو محبوب چیز
 دی جاتی ہے۔ لہذا آپ کو کتاب و سنت اور قوانین شریعت عطا فرمائے۔ ظاہر ہے
 کہ قرآن مجید صحائفِ آسمانی میں اور شریعتِ محمدیہ شرائعِ ربانی میں سب سے زیادہ ہر
 اور محبوب ہیں ان پر عمل کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد
 فرمایا اَقْلَ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحِبُّكُمْ اللّٰهُ
 جس سے معلوم ہوا کہ اتباعِ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبوبیت کی ضمانت ہے۔

عاشقان اوز خوبان خوب تر
خوش تر و زیب تر و محبوب تر

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے

محبوبیت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ

اس مقام محمود پر فائز ہیں جو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خاص حصہ ہے اور دوسرا کوئی
اس مرتبہ محبوبیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک و ہمسر نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی
محبوبیت مطلقہ اور محبوبیت صرفہ کے سزا شدہ ہیں۔

عَنْ مَنْرَةَ عَنِ شَرِيكِ فِي مَحَاسِنِهِ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ فضائل، حسن خصائل اور
اکمل شمائل سے نوازا ہے اور قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اُمت کے
لیے اُسوۂ حسنہ قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کو خلق عظیم کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
راستے کو "صراطِ مستقیم" قرار دیا اور اس پر چلنے کا حکم دیا۔ احادیث مبارکہ میں آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو خیر الہدیٰ (سب ہدایتوں سے بہتر) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ادب کو آسن تاویب سے سب سے اچھا ادب قرار دیا ہے۔ چونکہ محبوب کی ہر ادا
محبوب ہوتی ہے لہذا محبوب کی اداؤں کو اپنانے والے بھی مقام محبوبیت سے سرفراز
کیے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت جمال اور کمال دونوں جہتوں کے اعتبار
سے کامل اور مکمل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صورت میں بے مثال اور سیرت میں
لاجواب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں خلق اور خلق کی دونوں خوبیاں علیٰ وجہ
الکمال والامتیاز موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت خالق اور
مخلوق دونوں کے محبوب ہیں۔

۱۔ الاسزاب ۲۱ ، ۲۔ اہل بیت ۴ ، ۳۔ الانعام ۱۵۳
۴۔ مسلم ص ۲۸۵ ج ۱ ، ۵۔ کنز العمال ص ۱۱ ج ۱۱

فَاقَ النَّبِيِّنَ فِي خَلْقٍ وَفِي خُلُقٍ
وَلَمْ يَدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَلَا كَدَمٍ

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں :
حضرت یوسف ہر چند بصباحتے کہ داشت محبوب حضرت یعقوب بودہ است
عَلَى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمَا الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ اِنَّا حضرت پیغمبر ما کہ
خاتم الرسل است بملاحتے کہ دار و محبوب خالق زمین و آسمان است عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ
الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ وَزَمَانِ رَا بَطْفِيلٍ اَوْ خَلَقَ فَرْمُوهُ
است کما و تردی

(یعنی) حضرت یوسف علیہ السلام اگرچہ اس صباحت اسفید حسن کی وجہ سے جو وہ
رکھتے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کے محبوب ہوئے ہیں لیکن ہمارے پیغمبر جو کہ
خاتم الرسل ہیں اس ملاحظت (نکین حسن) کی وجہ سے جو وہ رکھتے ہیں خالق زمین و آسمان
کے محبوب ہیں اور زمین و زمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل پیدا فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ
حدیث میں وارد ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ
اَنَا حَبِيبُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعْمَ فَرَمَا يَا اَكَا وَاَنَا حَبِيبُ اللَّهِ وَلَا
فَخَرَّ لِي عَيْنِي اَكَا رَهْوُ كَهْمِي اَللَّهُ كَا حَبِيبِ (محبوب) ہوں اور میں یہ بات فخر سے
نہیں کہتا۔

آیت کریمہ يُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَهُ فِي مِثْلِهَا میں تمام مومنین کو محبوب کہا گیا ہے مگر آپ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ محبوبیت کے سب سے اعلیٰ اور اکمل درجے پر فائز ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ
کی ذات کے ساتھ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی محبت ذاتی ہے نہ کہ عرضی۔ فَا نَهْمُ

شرعیات، طریقت و حقیقت کا مفہوم

متن : و باطن مُتمم ظاہر است و کَمیل آن سر مُوی
 بایک دیگر مخالفت ندارد مثلاً دروغ بزبان ناگفتن شرعیات
 است و از دل نفعی خاطر کذب نمودن طریقت و حقیقت است
 اگر این نفعی بہ تکلف و عمل است طریقت است و اگر
 بے تکلف مُتِم است حقیقت پس فی الحقیقت باطن
 کہ طریقت و حقیقت است مُتمم و کَمیل ظاہر است کہ
 شرعیات است۔

ترجمہ : اور باطن ظاہر کو پورا اور مکمل کرنے والا ہے دونوں بال برابر بھی مخالفت
 نہیں رکھتے۔ مثال کے طور پر زبان سے جھوٹ نہ بولنا شرعیات ہے اور دل سے
 جھوٹ کے خیال کی بھی نفعی کر دینا طریقت و حقیقت ہے اور اگر یہ نفعی (جھوٹ کا
 خیال نہ آنے دینا) تکلف اور محنت سے ہے تو طریقت ہے اور اگر تکلف کے
 بغیر حاصل ہے تو حقیقت ہے پس درحقیقت باطن جو طریقت و حقیقت کہلاتا
 ہے ظاہر (شرعیات) کو پورا اور کامل کرنے والا ہے۔

شرح

شرعیات : احکام و اسرار و اوامر و نواہی کے مجموعے کا نام شرعیات ہے۔

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

یاد تپناہ حضرت شیخ فرید بنجاری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

توحید و جودی اور توحید شہودی - مراتب یقین
حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہما
حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے ناقدین



مکتوب - ۴۳

توحید وجودی و شہودی اور مرتب یقین

متن توحیدیکہ در اشارہ راہ این طائفہ علیہ راست
می دہد و قسم است توحید شہودی و توحید وجودی توحید شہودی
یکے دیدست یعنی شہود سالک جزیکے نباشد و توحید وجودی
یک موجود استن است و غیر اور معدوم انگاشتن و با
وجود عدمیت مجالے و مظاہر آن یکے پنڈاشتن پس توحید
وجودی از قبیل علم الیقین آمد و شہودی از قسم عین الیقین۔

ترجمہ: جو توحید کہ راہ سلوک طے کرنے کے دوران اس بلند جماعت (صوفیاء)
کو حاصل ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ توحید شہودی اور توحید وجودی۔ توحید شہودی
ایک ہی ذات کو دیکھنا ہے یعنی سالک کو ایک ذات کے سوا کچھ مشہود نہیں ہوتا اور توحید
وجودی ایک ہی ذات کو موجود جاننا ہے اور اس کے غیر کو معدوم (نیت و نابود)
سمجھنا اور ذات کے سوا باقی سب کو معدوم سمجھنے کے باوجود اس کی جلوہ گاہیں اور
مظاہر سمجھنا ہے۔ پس توحید وجودی علم الیقین کی قسم سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین
کی قسم سے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے توحید کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں اور توحید و جودی کو علم الیقین اور توحید شہودی کو عین الیقین کے قبیل سے شمار فرمایا ہے نیز فرمایا ہے کہ توحید شہودی ایک ذات کو ہی دیکھنے کا نام ہے اور توحید و جودی ایک ذات کو ہی موجود جاننے کا نام ہے یعنی دونوں میں دیدن اور دانستن کا فرق ہے۔

گویا توحید شہودی یہ ہے کہ سالک اپنے محبوب کے سوا کسی چیز کو نہیں دیکھتا اور اشیائے کائنات کی نفی اور اثبات کے ساتھ کوئی کام نہیں رکھتا اور توحید و جودی یہ ہے کہ سالک اپنے محبوب کو ہی موجود جانتا ہے اور اس کے سوا کو معدوم سمجھتا ہے لیکن معدوم سمجھنے کے باوجود ان اشیائے کائنات کو تجلی محبوب کا مظہر بھی سمجھتا ہے کیونکہ صوفیائے وجودیہ ماسوی اللہ (اشیائے کائنات) کو معدوم مطلق نہیں مانتے بلکہ ماسوی کو موجود علمی اور معدوم خارجی جانتے ہیں لہذا وہ ماسوی کو اللہ تعالیٰ کے علم میں مظہر تجلی جانتے ہیں نہ کہ حارج میں۔ فافہم وتذتدرو

معارف یقین
توحید و جودی کی اکثر اقسام علم الیقین کے مرتبے میں ہیں کہ اس مرتبے میں سالک ماسوی کو بعنوان وجوب دیکھتا ہے اور اس کو ماسوی کا شہود نہیں ہوتا بلکہ صرف علم ہوتا ہے۔ جبکہ توحید شہودی میں عارف ماسوی کے شہود سے گزر کر مراتب وجوب کے شہوت تک پہنچ جاتا ہے۔

یوں سمجھئے کہ توحید و جودی کے دوران سالک ماسوی کو معدوم جانتا ہے اور اس کی نفی کا حکم کرتا ہے اور توحید شہودی کے وقت میں عارف مقام حیرت میں ہوتا ہے اور اشیاء کی نفی و اثبات کے متعلق لب کشائی نہیں کرتا۔
حضرت امام ربانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

”علم الیقین عبارت از شہود آیات است کہ افادۃ یقین علمی نماید“
یعنی علم الیقین سے مراد شہود آیات الحق تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ ہے جو یقین
علمی کا فائدہ دیتا ہے۔

بعض مشائخ کے نزدیک صوفیاء کرام علم الیقین کے مرتبے میں توحید وجودی تک
پہنچتے ہیں اور یہ شہود ممکنات کا مقام ہے اور عین الیقین کے مرتبے میں توحید
شہودی سے مشرف ہوتے ہیں اور یہ شہود مراتب و جوب کی منزل ہے اور حق الیقین
کے مرتبے میں متخلق باخلاق اللہ ہو جاتے ہیں اور یہاں ان کو شہود ممکنات اور شہود
مراتب و جوب کی دونوں سعادتیں میسر آتی ہیں (وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ)

صاحب توحید وجودی اس شخص کی مانند ہے جو دن کے اوقات میں
ستاروں کے وجود سے انکار کرتا ہے کیونکہ اس کو دن کے وقت ستارے

نظر نہیں آتے صاحب توحید شہودی اس انسان کی مثل ہے جو اگرچہ دن کے اوقات
میں ستاروں کو نہیں دیکھتا لیکن ستاروں کے وجود سے انکار بھی نہیں کرتا۔

صاحب حق الیقین بمنزلہ اس شخص کے ہے جو نہایت حدیٰ البصر تیز بین و
دور بین ہو اور دن کے اوقات میں سورج کی شعاعوں کے غلبہ کے باوجود ستاروں
کو بھی دیکھتا ہے۔

معارف یقین حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ مخصوص ہیں

بعض صوفیائے کرام نے سیر آفاقی کو علم الیقین سے جانا ہے اور عین الیقین و
حق الیقین کو سیر نفسی میں شمار کیا ہے لیکن حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ سیر
آفاقی و نفسی دائرہ علم الیقین سے باہر قدم نہیں نکال سکتی اور اثر سے مؤثر کی طرف

استدلال کے سوا اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَزُيْهِمْ اَيَاتِنَا فِي الْاَفَاقِ وَفِي اَنْفُسِهِمْ لَعْنَةً آپ کے نزدیک عین الیقین اور حق الیقین کی تعبیرات جو اکثر اولیاء و علماء کرام نے بیان فرمائی ہیں وہ صرف استدلالی ہیں۔ ان کے حقیقی ادراک سے وہ سب عاجز ہیں کیونکہ یقین کے وہ علوم و معارف کجہہ تعالیٰ مجد و الف ثانی (دوسرے ہزار سال کے مجد) کے ساتھ مخصوص ہیں جو انوار نبوت علی صاحبہا الصلوٰت کی قنیل سے تقبیس ہیں لے

متن توحید شہودی از ضروریات این راہ است

ترجمہ: توحید شہودی اس راستہ کی ضروریات سے ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ توحید شہودی کو اصل توحید اور عین الیقین و حق الیقین کی منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے انقطاع فنا اور نسیان کے بغیر میسر نہیں آتا اور سالک کے لیے فنا نسیان ماسوی اللہ ایک ضروری امر ہے اور توحید شہودی کا مرتبہ فنا و نسیان و قطع علائق کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے اور یہی عین الیقین کا مرتبہ ہے لیکن توحید وجودی اس راہ کی ضروریات سے نہیں ہے کیونکہ توحید وجودی علم الیقین کے مرتبے میں ہے اور علم الیقین نہ صرف علمائے ظواہر بلکہ عامۃ الناس کو بھی میسر ہے۔ نیز توحید وجودی معارف قلبیہ کے وقت حاصل ہوتی ہے اور توحید شہودی فنائے نفس کے معارف سے ہے (افافہم)

لختم السجدہ: ۵۳

۲ تفصیلات دفتر دوم مکتوب ۴ میں ملاحظہ فرمائیں

ابن منصور الحلاج اور بایزید بسطامی علیہما الرحمہ کے
اقوال کو توحید وجودی کے بجائے توحید وجودی پر محمول کرنا چاہتے

متن پس احوال بعضے از مشائخ کہ بظاہر شریعت

حقہ مخالف می نمایند و توحید وجودی بعضے مردم آنہارا
فردی آزد مثل قول ابن منصور الحلاج انا الحق و ابی بایزید بسطامی
سجانی و امثال اینہا اولی و انسب آنست کہ توحید شہودی

فرد باید آورد و مخالفت را دور باید ساخت ۔

ترجمہ: پس بعض مشائخ کے وہ اقوال جو بظاہر شریعت حقہ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں
اور بعض لوگ ان کو توحید وجودی کی طرف لے جاتے ہیں جیسا کہ ابن منصور الحلاج کا انا الحق کہنا اور بایزید بسطامی
کا سجانی کہنا اور اسی قسم کے جو دوسرے اقوال بھی ہیں بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ان سب اقوال کو توحید
شہودی پر محمول کیا جائے اور عقل و شرع کی باہمی مخالفت کو دور کر دیا جائے ۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں بعض مشائخ کے بظاہر خلاف شرع
اقوال کو توحید وجودی سے تعبیر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ابن منصور الحلاج اور سلطان بایزید
بسطامی رحمۃ اللہ علیہما جیسے بزرگوں کا مرتبہ مقام علم الیقین سے بہت بلند ہے جو کہ توحید
وجودی کا ایک درجہ ہے کیونکہ یہ بزرگ دراصل عین الیقین کے مرتبے پر فائز تھے جو کہ

توحید شہودی کا مقام ہے۔ اس قسم کے اقوال ان سے صادر ہونے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب ان پر عالم و جوب کی تجلیات چمکتی ہیں تو ماسوی اللہ ان کی نظروں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے تو اس حال کے غلبے کی بنا پر ان کی زبان سے بلا اختیار اس قسم کے الفاظ صادر ہو جاتے ہیں۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ)

لیکن واضح رہے کہ جب اکابر مشائخ اس مقام سے گزر کر حق الیقین کے مرتبے تک پہنچتے ہیں تو حدیڈ البصر (تیز بین) ہونے کی وجہ سے اس قسم کے کلمات سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس وقت یہ اکابر توحید شہودی سے بہرہ یاب ہوتے ہیں جو کہ عقل اور شرع دونوں کے تقاضے پورے کرتی ہے۔ بخلاف توحید وجودی کے کیوں کہ توحید وجودی میں عقل و شرع دونوں میں تضاد اور مخالفت قائم رہتی ہے۔ لہذا دانش اور شعور کا یہی تقاضا ہے کہ عقل و شرع کی باہمی مخالفت کو دور کر دیا جائے۔ اگلی سطور میں حضرت امام ربانی قدس برہ نے اپنے زمانے کے ان صوفیوں کی مذمت فرمائی ہے جو توحید وجودی کو عام کرنے میں مصروف رہتے تھے اور عین الیقین کی بجائے علم الیقین ہی میں بند تھے اور مشائخ کبار کے اقوال کو اپنی مرضی کے سانچوں میں ڈھالتے اور معانی متخیزہ مراد لیتے تھے اور اپنے آپ کو مقتدا کے زمانہ تصور کرتے تھے نہ وہ صاحب حال تھے نہ صاحب مقام لیکن سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر مشائخ کے سکریہ کلمات کو سند بنا کر اپنے بے رونق بازار کو بار و نق بنانے کی فکر میں رہتے۔ وہ توحید وجودی کے اررار و معانی سے بھی قطعاً نا بلد اور بے خبر تھے۔ افسوس کہ آج کل کے اکثر گندم نما جو فروش صوفی بھی اسی طرح کے باطل خیالات میں گرفتار ہیں اور ناہمی کی بنا پر صوفیائے کرام کے درمیان تعصب کی فضا قائم کرنے کی مذموم کوششیں کر رہے ہیں۔ (اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ شُرُوْرِهِمْ)

امام ربانی قدس برہ فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض گزشتہ زمانے کے بعض مشائخ کی عبارتوں میں جو ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن سے واضح طور پر توحید وجودی ظاہر

ہوتی ہے تو ان کی ایسی باتوں پر یہ قیاس کرنا چاہیے کہ انہوں نے ابتداء میں علم الیقین کے مقام میں اس قسم کے الفاظ فرمائے ہیں اور آخر کار ان کو اس مقام سے ترقی دے کر عین الیقین تک لے گئے ہیں۔

تصور وحدت الوجود اور حضرت امام ربانی قدس سرہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مسئلہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی اس طرح تشریح و تنقیح فرمائی ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں تصورات میں تضاد نہیں۔ صرف اتنا فرق ہے جتنا جاننے اور دیکھنے میں ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے اسی مکتوب کی ابتداء میں تصریح فرمائی ہے اس سلسلے میں آپ کی تعلیمات سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ تصور وحدت الوجود احوال طریقت میں سے ایک حال ہے اور مقامات توحید میں سے ایک مقام ہے۔ یہ آخری منزل نہیں بلکہ اس سے بلند تر بھی ایک مقام ہے جس کو توحید شہودی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آپ نے ارباب توحید وجودی کے تصورات و مکاشفات کی اس خوبی سے تاویل فرمائی ہے کہ جس سے ان کی تنقیص شان کا شائبہ بھی نہیں رہتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اکابرین صوفیائے وجودیہ کے جن اقوال پر مخالفین نے کفر و شرک کے فتوے صادر کیے ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ان اقوال کو منزل فنا، سکروقت اور غلبہ حال پر محمول کر کے مخالفانہ خردہ گیری سے بچایا ہے۔ یہ امام ربانی قدس سرہ کا وہ امتیاز ہے جس سے صوفیائے وجودیہ کے مویدین بھی سرفراز نہیں ہو سکے چنانچہ آپ نے ایک مکتوب میں فرمایا ہے کہ متصوفہ گرامی میں جو کوئی وحدت الوجود کا قائل ہے اور اشیاء کو عین حق دیکھتا ہے اور ہمہ اوست کا حکم دیتا ہے اس کا مقصود یہ نہیں کہ اشیاء اور حق جل و علا متحد ہو گئے ہیں تنزیہ سے تنزل کر کے تشبیہ پر آگئے ہیں، واجب سے ممکن اور بے مثال سے مثال ہو گیا ہے۔ یہ سب باتیں کفر و بے دینی اور گمراہی و زندقہ ہیں۔ بلکہ ہمہ اوست کے معنی تو یہ ہوتے کہ وہ خود نہیں

ہیں صرف اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ اسی لیے آپ نے حضرت ابن منصور اکلج کے قول اَنَا الْحَقُّ اور حضرت بایزید بسطامی کے قول سُبْحَانِي مَا اعْظَمَ شَانِي کی تاویل فرماتے ہوئے ایک مکتوب میں فرمایا:

بہت سے حضرات ایسے بھی ہیں جو غلبہ محبت کی وجہ سے یہ احکام دیتے ہیں۔ مگر ایسا غلبہ محبت اور استیلائے عشق محبوب کی وجہ سے ہوتا ہے کہ محبت کی نظر سے غیر محبوب اوجھل ہو جاتا ہے اور وہ سوائے محبوب کے کچھ نہیں دیکھتا نہ یہ کہ محبوب کے سوا کوئی چیز موجود ہی نہیں کیونکہ یہ جس عقل اور شریعت دونوں کے خلاف ہے۔

غرضیکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جہاں کہیں تصور وحدت الوجود کی تردید فرمائی ہے اس سے مقصود اس تعبیر و تشریح کی مخالفت ہے جس سے خالق و مخلوق کے درمیان اتحاد و حلول کا شائبہ پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے بتایا ہے کہ تصور وحدۃ الوجود توحید کا ابتدائی مرتبہ ہے جو فنایت اور غلبہ محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ مقام وجودیت سے آگے مقام ظلمتیت ہے اور سب سے بڑھ کر مقام عبدیت ہے۔ آپ کے نزدیک حضرت بایزید بسطامی، حضرت ابن عربی اور دیگر طوفیائے وجودیہ علیہم الرحمہ اسی مقام وجودیت پر ہی رُکے نہ رہے تھے بلکہ یہاں سے ترقی کر کے عین الیقین اور حق الیقین کے مرتبوں پہنچے تھے اور مقام عبدیت سے مشرف ہو گئے تھے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ

حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہما

مثن میاں عبدالحق کے از مخلصان ایشاوند نقل کرد

لے دفتر دوم مکتوب ۳۳ لے دفتر اول مکتوب ۳۱

کہ پیش از مرض موت ایشاں بیک ہفتہ فرمودہ اند کہ مرا
بعین الیقین معلوم شد کہ توحید کوچہ ایست تنگ شاہراہ
دیگر است۔

ترجمہ: میاں عبدالحق نے جو کہ حضرت کے مخلصین میں سے ہیں بیان کرتے
ہیں کہ حضرت نے اپنی مرض موت سے ایک ہفتہ پہلے فرمایا تھا کہ مجھے عین الیقین
کے ساتھ معلوم ہو گیا ہے کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے شاہراہ دوسری ہے

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے سطور بالا میں میاں عبدالحق سے ایک روایت
نقل فرمائی ہے میاں عبدالحق سے مراد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ
علیہ ہیں جو اپنے دور کے اکابر علماء، محققین و محدثین میں سے تھے۔ یہ پہلے سلسلہ قادریہ
میں بیعت ہوئے تھے اس کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے دستِ حق
پرست پر سلسلہ نقشبندیہ میں بھی بیعت کی سعادت حاصل فرمائی۔ اسی حوالے سے
حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ان کو حضرت خواجہ کے مخلص دوستوں میں شمار کیا ہے
واضح رہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ عرصہ تک
حضرت امام ربانی قدس سرہ کی بعض تحریروں سے اختلاف رہا جو بعد میں دور ہو گیا
تھا۔ قدرے تفصیل کے لیے موجودہ دور کے مذہبی سکالر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
مڈظلہ مقیم کراچی کی ایک تصنیف "سیرت مجدد الف ثانی" سے چند اقتباسات
مذکر قارئین ہیں جو حقیقتِ حال کے سمجھنے میں مفید ثابت ہوں گے۔

خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کے خلفار میں سے
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی دوسرے خلیفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث

دہلوی علیہ الرحمہ (م - ۱۰۵۲ھ) تھے جن کو حضرت مجدد کی بعض تحریروں سے اختلاف
 تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کی حیات میں کسی مرید یا خلیفہ
 نے زبان نہ کھولی لیکن شکوک و شبہات اسی زمانے میں پیدا ہو گئے ہوں گے جن کا
 اظہار بعد میں ہوا۔ شیخ محمد امین بدخشی (صاحب مناقب الحضرات) نے ایک مجلس کا
 چشم دید حال لکھا ہے جس میں وہ خود شریک تھے۔ دو تین علماء اور شیخ عبدالحق محدث
 دہلوی بھی موجود تھے۔ اس مجلس میں حضرت مجدد کا ذکر نکل آیا، ایک عالم نے آپ
 کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا شیخ محمد امین نے اس کے خیالات کی تردید کی مگر وہ نہ
 مانا چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

میں نے کہا کہ صفار باطنی اور اتباع نبوی علیٰ جہاں صلوات جو میں نے ان میں دیکھی
 ہے کسی میں نہ دیکھی مگر وہ نہ مانا میں نے کہا کہ اچھا قرآن کریم سے فال نکال لی جائے۔
 جب فال نکالی گئی تو یہ آیت کریمہ سامنے آئی :

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ
 اس پر وہ مولوی شرمسار ہوا اور حیرت زدہ رہ گیا

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے سامنے بھی علماء
 کو یہ جرات ہوتی تھی اور غالباً آپ خاموش رہتے تھے کیونکہ محمد امین بدخشی نے شیخ دہلوی
 کا ذکر کیا ہے مگر یہ نہیں لکھا کہ انہوں نے بُرا بھلا کہنے والے اس عالم کو کچھ کہا۔ کیف
 بخش کی صورت میں اسی قسم کی خاموشی کا اظہار ہوتا ہے۔

ابھی آیام میں حضرت مجدد کا ایک مرید حسن خان افغانی نہ معلوم کیوں آپ سے

برگشتہ ہو گیا اور مکتوبات شریف کے بہت مسودات ساتھ لے گیا اس وقت مکتوبات کتابی شکل میں مدون نہ ہوئے تھے (حسن افغانی نے ان مکاتیب میں تحریف و ترمیم کر کے بہت سی نقول تیار کیں اور علماء و صوفیہ کو حضرت مجدد کے خلاف ہوار کیا۔ غالباً اسی حسن افغانی نے شیخ محدث دہلوی کے پاس جا جا کر باتیں لگائیں اور آپ کو حضرت مجدد سے بدگمان کیا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ نے حضرت مجدد کی بعض تحریروں اور معاندین کی ریشہ دوانیوں سے متاثر ہو کر حضرت مجدد کے بعض افکار و خیالات پر اعتراضات فرمائے اور یہ اعتراضات ایک نجی مکتوب میں حضرت مجدد کے سامنے پیش کیے جس میں ایک ایک کر کے تمام اعتراضات کا ذکر فرمایا ہے۔ اس مکتوب کے مطالعہ سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں حضرت مجدد اور شیخ محدث کے درمیان باقاعدہ مراسلت بھی رہی لیکن بعض بدخواہوں نے اس مکتوب کو بہت ہوادمی اور اس کی بڑی شہرت کی چنانچہ یہ مکتوب عہد شاہجہانی کے ایک عالم مولانا عبداللہ خوشکی قصوری ام ۱۱۰۶ھ نے اپنی تالیف معارج الولاہیت (۱۰۹۴ھ/۱۶۸۲ء) میں نقل کیا ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اس کتاب سے اپنی تالیف ”حیات شیخ عبدالحق“ میں یہ مکتوب نقل کیا ہے۔ حضرت مجدد کے مخالفین نے پاک و ہند میں خوب اس کی تشہیر کی۔ ظاہر ہے کہ ایک فاضل وقت کا اختلاف کوئی معمولی بات نہ تھی مگر وہ ایک نجی بات تھی جو عالم آشکار کی گئی۔ شیخ محدث کی ہرگز یہ نشار نہ تھی کہ اپنی تحریروں سے مسلمانوں کو بدگمان کریں اور اپنے پیرو بھائی حضرت مجدد کو بے قدر و رسوا کریں جو لوگ ایسا خیال کرتے ہیں وہ ظلم کرتے ہیں اور تاریخی خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

لے معارج الولاہیت قلمی نمبر ۲۵ مکتوبہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۱۱۱ھ ورق ۵۱۳ تا ۶۵۵ پنجاب یونیورسٹی لاہور

(بجوالاحوال و آثار ص ۱۰۱) لے حیات شیخ عبدالحق ص ۳۱۲ تا ۳۲۳

بہر کیف اسی مکتوب کا سہارا لے کر مولانا عبداللہ خوشی کی قصوری نے علماء ظاہر کی طرح بعض اعتراضات کیے ہیں۔ یہ مکتوب سرزمین سندھ میں آیا اور یہاں بھی اس کی تشہیر کی گئی۔ مخالفت کی شدت کا اندازہ لگائیں کہیں دہلی اور سرہند اور کہاں سندھ ۱۱۲۳ھ میں شہر ٹھٹھہ (پاکستان سندھ) میں ایک رسالہ "ابحاث" فاضل جلیل شیخ معین توتی علیہ الرحمہ کی نظر سے گزرا اس رسالے کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے منسوب کیا جاتا تھا اور اس میں شک نہیں کہ اس رسالے میں حضرت مجدد پر جن اعتراضات کا ذکر کیا ہے وہ شیخ محدث علیہ الرحمہ کے مکتوب میں موجود ہیں۔ مگر شیخ محمد معین علیہ الرحمہ نے حسن ظن کی بنا پر (اور یہ حسن ظن ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان بھائی سے ہونا چاہیے) تمہیداً یہ لکھا ہے :

اس علاقے میں لوگ اس رسالے کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے منسوب کرتے ہیں لیکن میرے نزدیک اس میں بعض باتیں اس نسبت کی تکذیب کرتی ہیں۔

استاد محترم حضرت قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مدظلہ العالی نے اسی قسم کا اظہار خیال شیخ محدث دہلوی کے اصل مکتوب کے بارے میں فرمایا جو حیات شیخ عبدالحق میں نقل کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے نقل و نقل سے بات کہیں سے کہیں تک پہنچ جاتی ہے آپ تحریر فرماتے ہیں :

"لیکن بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکتوب شیخ محدث کے قلم سے کم اور دوسروں سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔" اس کے بعد آپ نے اس مکتوب کی بعض غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جو ایک معمولی فارسی داں بھی نہیں کر سکتا۔

۱۔ معارج الولايت ورق ۵۶۹

۲۔ بیجۃ الانظار فی برآة الابرار (قلمی) مملوکہ مولانا محمد ہاشم جان مجددی سرہندی ورق ۶

۳۔ حضرت مجدد الف ثانی..... ایک تحقیقی جائزہ ص ۴

بہر کیف شیخ محمد عین تومی علیہ الرحمہ نے اپنی تالیف بھجی الا نظار فی برآة الابرار میں ان اعتراضات کا ایک ایک کر کے مدلل اور شافی جواب لکھا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق اور دوسرے مخالفین کے جوابات خود حضرت مجدد نے عنایت فرمائے۔ اس کے علاوہ معاصرین علماء کرام و صوفیائے عظام اور متاخرین علماء و صوفیاء نے بھی مرحمت فرمائے معاصرین میں فاضل جلیل، علامہ دوران مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی (م ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء) قابل ذکر ہیں۔ آپ نے معترضین کے رد میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔ اس کا نام معلوم نہ ہو سکا لیکن محمد الدین فوق نے اپنی تالیف "ملک العلماء علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی" میں علامہ موصوف کی ایک تصنیف دلائل التجوید کا ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہی رسالہ ہو۔

اس کے علاوہ مولوی وکیل احمد سکندر پوری نے خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ (ابن حضرت مجدد) کے صاحبزادے خواجہ محمد نقشبند ثانی علیہ الرحمہ کے پاس علامہ عبدالحکیم علیہ الرحمہ کی اس تحریر کا ذکر کیا ہے جس پر علامہ موصوف کے دستخط بھی موجود تھے۔ علامہ ممدوح کی اس دستخط شدہ عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ "بزرگوں کے کلام کا ان کی مراد کے خلاف مطلب نکال کر مراد لینا سراسر جہالت ہے، اس کا کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ پس شیخیت بناہ عرفان دستگاہ شیخ احمد کے کلام کا رد کرنا جہالت اور نا سمجھی کی بات ہے۔"

صاحب نزہتہ انخواطر حکیم عبدالحق نے بھی اس عبارت کا ذکر کیا ہے بلکہ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ تحریر انہوں نے خود دیکھی ہے۔ راقم سے مولانا محمد ہاشم جان مجددی سندھی مدظلہ العالی نے بھی فرمایا تھا کہ قیام لکھنؤ کے زمانے میں انہوں نے کسی علمی خاندان میں مضامین لکھنؤ میں ایسی تحریر ملاحظہ فرمائی تھی۔ صاحب نزہتہ انخواطر نے تحریر فرمایا ہے :

۱۔ ملک العلماء علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی ص ۵۲

۲۔ الکلام المنجی بردایر ادات السب زنجی ص ۵ ، ۳۔ نزہتہ انخواطر ص ۵۳ ج ۵

وقد رأيت بخط السند العلماء افضل الفضلاء
مولانا عبد الحكيم السياكوتي في رد بعض شبهات
المخالفين على كلامه قدس سره
هذه العبارة :

القدح في كلام الشيوخ على غير مراد هم جهل
..... فرد كلام الشيخ الاجل العارف الكبير
الشيخ احمد انما هو السفاهة وقلة الفهم.

صاحب نزہتہ الخواطر نے یہ بھی لکھا ہے کہ شام کے مشہور فاضل شیخ عبد الغنی نابلسی
علیہ الرحمہ (م ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء) نے اپنی تالیف نتیجۃ العلوم و نصیحتہ علی الرسوم تالیف
۱۱۱۲ھ) میں حضرت مجدد کے کلمات طیبات کی تشریح کی ہے۔ مولوی وکیل احمد سکندر پوری
نے اس رسالے کا یہ اقتباس دیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ عبد الغنی علیہ الرحمہ
اولیاء اللہ کے کلام کو لغت عام کے مطابق ناقابل تشریح و تاویل سمجھتے تھے یہ
چنانچہ آپ فرماتے ہیں :

اے بھائیو! پہلی بات تو تم کو یہ معلوم ہونی چاہیے کہ مشائخ طریقت کے نزدیک ان
کے مضر و یامر کتب کسی بھی لفظ کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کہ وہ خاص لغت میں گفتگو فرماتے ہیں
ان کے کلام کو اسی لغت خاص پر محمول کیا جانا چاہیے خواہ کلام عربی زبان میں ہو یا کسی دوسری

۱۔ نزہتہ الخواطر جلد پنجم ص ۴۱ تا ۵۲ ۲۔ نزہتہ الخواطر جلد پنجم ص ۴۱ تا ۵۲

۳۔ شیخ عبد الغنی نابلسی ۱۰۵۰ھ / ۱۶۴۰ء میں دمشق میں پیدا ہوئے اور ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۰ء میں بیہن وفات
پائی۔ بڑے پایہ کے عالم تھے مختلف علوم و فنون پر ان کی بکثرت تصانیف سے ان کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔
اسماعیل پاشا البغدادی نے اپنی تالیف ہدیۃ العارفين میں ان کی متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے جن میں علمی اشیت
بن سعید نے اپنی تالیف المنحة الوهبیة مطبوعہ آئینل ۱۹۴۳ء پر ہدیۃ العارفين کے متعلقہ اوراق کا عکس شامل کر دیا ہے۔
تصانیف کی تعداد سوا دوسو کے لگ بھگ ہے ان کے علاوہ اور بھی متعدد تصانیف ہیں۔

زبان میں ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق نے حضرت مجدد کے کلمات کو لغت عام پر محمول فرمایا اس لیے اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی۔ حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمہ (م ۱۲۲۰ھ / ۱۸۲۲ء) نے بھی یہی فرمایا ہے کہ جو شخص صوفیاء کے طریق کے مطابق حضرت مجدد کی عبارات کی تاویل کر سکتا ہے (یعنی لغت خاص میں اس کو سمجھ سکتا ہے) اس کے نزدیک تو اعتراض کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس لیے شاہ صاحب ممدوح نے شیخ عبدالحق کے اعتراضات کے متعلق بڑی دل لگتی بات فرمادی ہے۔ آپ فرماتے ہیں :

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بطور علماء باطن ظاہر اعتراض فرمایا ہے لیکن حضرت مجدد نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بطور علماء باطن ہے۔ اس کی دنیا اور ہے، اس کی منزل اور امتراض کیسا؟ اللہ اللہ کس حسن و خوبصورتی کے ساتھ مسئلے کو حل فرمایا ہے۔

۸ مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آخر میں رجوع فرمایا تھا لیکن یہاں رجوعیت کا مسئلہ نہ تھا بلکہ تسلیم و توقف کا مسئلہ تھا۔ رجوع ایسے اختلافی مسئلے میں کیا جاتا ہے جس کی بنیاد عقل و نقل پر ہو لیکن ان مسائل مختلف فہیم کی بنیاد ہی کچھ اور تھی۔ شاہ غلام علی علیہ الرحمہ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے جو اوپر نقل کر دیا گیا ہے مگر زمانہ مابعد کے علماء کا رد لکھنا تسلیم و توقف کی روایت کو کچھ مشکوک بنا دیتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو رد لکھنا کسی طرح مناسب نہیں تھا جیسا کہ بقول صاحب نزہتہ الخواطر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م ۱۲۲۹ھ) نے شیخ عبدالحق کے بعض اعتراضات کا رد فرمایا ہے لیکن اغلب یہی ہے کہ تسلیم و توقف اور صلح و صفائی کے باوجود مخالفین نے

۱۷ الکلام النجی برد ایرادات البرزنجی مطبوعہ دہلی ۱۳۱۲ھ ص ۲۲

۱۸ رسالہ در دفع اعتراضات اقلی ص ۱۷ رسالہ در دفع اعتراضات اقلی ص ۱۷

شیخ محدث کی مخالفانہ اور معتزضانہ تحریر کو ہوا دی۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں رد لکھنا ضروری تھا اور درحقیقت یہ شیخ محدث کا رد نہیں بلکہ ان معاندین کا رد ہے جنہوں نے ایک نجی خط کو عالم آشکار کر کے ایک طرف شیخ محدث کے دامنِ اخلاص کو داغدار کیا اور دوسری طرف ایک مردِ کامل کو بدنام کیا اور لوگوں کو اس سے بدگمان کیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے تسلیم و توقف اور معذرت طلبی کی ایک اہم روایت صاحب مناقب العارفین شیخ فتح محمد چشتی علیہ الرحمہ نے نقل کی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق کے صاحب زادے مولانا نورالحق سے معلوم ہوا ہے کہ شیخ صاحب نے آپ کے مکتوبات کے رد میں ایک رسالہ (مکتوب) لکھا تھا جب ان کو حسن خان کی تحریف کا واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے معذرت کا مکتوب لکھا ہے۔

شیخ فتح محمد چشتی خود شیخ محدث کے صاحب زادے شیخ نورالحق سے براہِ راست روایت کر رہے ہیں اس لیے شک و شبہ کی گنجائش نہ رہنی چاہیے البتہ یہ ضروری ہے کہ مناقب العارفین کے کسی مستند قلمی نسخے سے اس بیان کا تقابل کر لیا جائے تاکہ محققین کی نظر میں بھی شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ زمانہ مابعد کے تذکرہ نگاروں اور محققین نے شیخ فتح محمد چشتی کے مندرجہ بالا بیان کو تسلیم کیا ہے اور اسی بنیاد پر وہ تسلیم و توقف کے قائل ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر حضرات نے استدلالاً شیخ محدث کا وہ مکتوب بھی پیش کیا ہے جو آپ نے خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کے خلیفہ اور اپنے پیر بھائی خواجہ حتام الدین علیہ الرحمہ (م ۱۰۲۳/۶۱۶۲۳) کے نام تحریر فرمایا تھا۔ یہ مکتوب اخبار الاخیار کے بعد کے نسخوں میں کسی نے شامل کر دیا ہے۔

۱۔ سیرت امام ربانی از ابوالبیان محمد داؤد پوری ص ۱۹۸

۲۔ الف (حضرت مجدد الف ثانی) ایک تحقیقی جائزہ، ص ۲۹ تا ۵۱

۳۔ احوال و آثار عبداللہ خوشگلی قصوری از محمد اقبال مجددی ص ۱۳۶ (ج) حضرت مجدد الف ثانی از سید زوار حسین شاہ ص ۳۶۴

ان دنوں میاں شیخ احمد سکنہ سے فقیر کی صفائی حد سے زیادہ ہو چکی ہے اور پردہ بشریت و جبلت درمیان میں نہیں رہا۔ انصاف و عقل اور رعایتِ طریقہ سے قطع نظر کہ جو اس قسم کے عزیزوں کے ساتھ نامناسب نہیں سمجھنا چاہیے باطن میں ذوق و وجدان اور غلبہٴ حال سے وہ چیز آئی ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔ کیا ہی پاک ہے وہ ذات جو دلوں کو پھیر دیتی ہے اور احوال بدل دیتی ہے شاید ظاہر میں اس کو دور از کار کہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ حال کیا ہے اور کس طرح ہے۔^۱

غالباً اسی مکتوب گرامی کی بنیاد پر نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) نے تحریر فرمایا ہے: "ابتداء میں شیخ عبدالحق دہلوی کو حضرت مجدد کے احوال و اقوال سے انکار تھا لیکن آخر کار انہوں نے رجوع فرمایا اور خدا کا شکر ہے کہ ظاہر و باطن دونوں طرح اعترافِ حقیقت فرمایا۔"

صاحبِ نزہۃ الخواطر نے مخالفت اور پھر رجوعیت کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں "شیخ عبدالحق بن سیف الدین البخاری الدہلوی نے مخالفت کی اور آپ کے مکتوبات پر بعض اعتراضات کیے اور ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا شیخ عبد العزیز بن ولی اللہ العمری الدہلوی اور شیخ غلام علی العلوی الدہلوی اور بہت سے علماء و مشائخ نے رد لکھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ نور الحق بن عبدالحق دہلوی نے بھی اس سلسلے میں اپنے والد کی مخالفت کی بلکہ آپ نے تو شیخ معصوم اور شیخ محمد سعید (فرزند ان شیخ احمد) سے استفادہ روحانی فرمایا اور یہ مشہور ہے کہ شیخ عبدالحق نے آخر عمر میں حضرت مجدد کی مخالفت سے رجوع کر لیا تھا۔ اور شیخ حسام الدین بن نظام الدین البخشئی الدہلوی کو آپ کے متعلق ایک مکتوب میں

۱ اخبار الاخبار ص ۲۲۶ ۲ تقصار الجود الاحرار من تذکار جنود الابرار ص ۱۱

نوٹ: ڈاکٹر امتیاز حسین قریشی نے بھی عارضی غلطی اور پھر رجوعیت کا ذکر کیا ہے اور استدلالاً خواجہ حسام الدین کے نام شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مکتوب کو پیش کیا ہے۔ (سعود)

یوں تحریر فرمایا:

”دیں آیام صفائی باطن فقیر بخدمت میاں شیخ احمد سلمہ از حد تجاوز است اصلاً
 پرودہ بشریت و غشاوہ جبلت در میاں نماذنی داند کہ از کجاست قطع نظر
 از رعایت طریقہ انصاف و حکم عقل کہ باچنین بزرگان بدنباید بود و در باطن
 بطریق ذوق و وجدان و غلبہ چیزے افتادہ است کہ زبان از تقریر آں لال
 است اللہ مُقَلَّبُ القلوب و مُبَدِّلُ الاحوال شاید ظاہر بیناں را استبعاد
 است من دائم کہ حال صیت و بچہ مثال است“

حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمہ نے شیخ محدث کے کلمہ مذکور ”اصلاً پرودہ بشریت و
 غشاوہ جبلت در میاں نماذ“ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے،
 ”یہ جملہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اعتراضات بشریت و نفسانیت کے تحت
 تحریر فرمائے تھے نہ از راہ حقیقت سبحان اللہ علماء اور اولیاء کا یہ حال ہے تو حاسد
 جاہلوں اور نا سمجھ دشمنوں کے حال پر حیف! معاذ اللہ“

لیکن یہ بشریت و نفسانیت ہرگز وہ نہیں جو فی زمانہ پائی جاتی ہے اور جس میں
 عناد کی بو آتی ہے شیخ محدث کے اعتراضات کو تقضائے بشری تھے مگر مخلصانہ
 تھے نہ ان کو سلسلہ نقشبندیہ سے پرغاش تھی جیسا کہ آج کل بعض سلاسل کے کچھ لوگوں کو ہے
 اور نہ حضرت مجدد سے نیکی کوئی ذاتی رنجش تھی بلکہ دونوں پر بھائی تھے محبت و اخلاص کے
 بندھنوں میں بندھے ہوئے شیخ محدث نے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کی
 صحبت میں حضور نقشبندیہ حاصل کیا تھا جس کا ذکر بیان سلاسل مشائخ میں کیا ہے اور ایک

۱۔ نزہۃ الخواطر از حکیم عبدالحی لکھنوی، جلد پنجم ص ۵۲ نوٹ: صاحب نزہۃ الخواطر نے عربی متن میں اس
 مکتوب کا ترجمہ دیا ہے اور حاشیہ میں اصل فارسی متن تحریر کیا ہے۔ ہم نے اس مکتوب کا اردو ترجمہ اوپر دیا ہے۔ (مسعود)
 ۲۔ رسالہ در دفع اعتراضات در کلام حضرت مجدد (مستملی) ص ۲

دوسری تصنیف موصول المرید الی المراد میں تحریر فرماتے ہیں۔
 ”نزد انصاف طریقہ نقشبندیہ اقرب است و برائے حصول فنا و بقا بہتر

ازیں طریقہ نیست“

ان کو حضرت مجدد سے کمال محبت تھی چنانچہ اسی مکتوب میں جو آج تک دونوں حضرات
 کی باہمی رنجش و مخالفت کو ثابت کرنے کے لیے استدلالاً پیش کیا جاتا ہے تحریر فرماتے ہیں
 ”مجھے کہ مراباشما است کے راخواہد بود و شماعرین اند و طریقہ شماعرین
 حضرت خواجہ اثبات شماسیاریا کر دند“

اشوس! محبت کے ان بولوں کی طرف کسی نے توجہ نہ دی۔ انسانی فطرت ہے
 کہ اس کو لڑنے اور لڑائی کی باتیں کرنے میں بہت مزہ آتا ہے تفویض خلافت کے
 وقت فرشتوں نے اس طرف اشارہ کر دیا تھا۔

حضرت امام ربانی اور ان کے ناقدین

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ناقدین کی فہرست میں اکثر وہ لوگ پائے جاتے ہیں
 جو نظریہ توحید و جودی میں غلو کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں اور نظریہ توحید شہودی کو سمجھنے کی
 ہرگز کوشش نہیں کرتے اور بعض لوگ محض بغض و عناد کی بنیاد پر بلا سوچے سمجھے آپ کی
 عبارات مکتوبات کی من مانی اور فاسد تاویلات کرتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عربی علیہ الرحمہ
 کے اکثر ناقدین نے ان کو بھی توضیح و تنقید کا زبردست نشانہ بنایا اور نصوص اکمل و فتوحات
 مکیہ کی بعض عبارات کو کفر و شرک قرار دے دیا۔ جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے
 حضرت ابن عربی علیہ الرحمہ کے ساتھ نظریہ توحید کے بعض پہلوؤں میں اختلاف کے باوجود
 ان کو اولیائے مقررین کے زمرے میں شمار کر کے خلوص و دیانت کی اعلیٰ مثال

۱۷ سالہ در دفع اعتراضات در کلام حضرت مجدد اقلی ص ۱۷ ، ۱۸ ایضاً

قائم فرمائی ہے۔

ع این کار از تو آید و مردان چینیں گنہند

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت امام ربانی قدس سرہ کی بعض علمی و کشفی عارفانہ عبارات سے اختلاف کرنا اور بعد میں حقیقت مسئلہ واضح ہونے پر اختلاف سے رجوع کرنا خلوص و لہیت کا بہترین نمونہ ہے لیکن اسے کاش دوسرے مخالفین و ناقدین بھی اس سے سبق حاصل کرتے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ناقدین میں جن حضرات نے فاسد تاویلات کا سہارا لے کر آپ کو ہدف تنقید بنایا ان میں عہد شاہجہانی کا ایک شخص غلام معین الدین عبد اللہ خوشگی المتخلص بہ عبدی ہے اور دوسرا سید محمد بن سید رسول برزنجی ہے۔ یہ دونوں حضرات خاندان نقشبندیہ مجددیہ کے عالی دشمن اور بے رحم نقاد شمار کیے جاتے ہیں جنہوں نے وضعی عبارات اور جعلی مضموم حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ساتھ منسوب کر کے فتوے صادر کیے اور بعض غیر معروف اور بعض غیر مصدقہ من گھڑت ناموں سے مفتیوں کے دستخط ثبت کیے اور تاریخی خیانت کے مرکب ہوئے تفصیلات کے لیے موجود دور کے ایک اہم مورخ اور فاضل محقق پروفیسر محمد اقبال مجددی (لاہور) کی تصنیف ”احوال و آثار عبد اللہ خوشگی“ کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے چند اقتباسات بطور نمونہ از ضرور سے ہدیہ ناظرین کیے جائیں۔ چنانچہ پروفیسر محمد اقبال مجددی رقم طراز ہیں۔

عبدی کی تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عداوت تھی۔ اس نے اپنی تصانیف میں حضرت شیخ مجددی کی اولاد اور خلفاء کے خلاف جا بجا الزام تراشی کی ہے۔ اسے جہاں کہیں حضرت شیخ مجددی آپ کے خلفاء کے خلاف تحریر نظر آتی ہے اسے بغیر سوچے سمجھے عداوت کے جوش میں اپنی بلند پایہ تصانیف میں نقل کر دیا ہے۔ اس کے اس فعل سے حضرت

مجدد کے معتقدین کے جذبات کو تو یقیناً ٹھیس پہنچی لیکن مخالفت کے نشے میں اس نے حضرت مجدد کے خلاف جو مواد اپنی تصانیف میں جمع کر دیا ہے اس سے کم از کم حضرت شیخ مجدد کی مخالفت کی نوعیت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اکثر مخالفین کی مخالفت محض عداوت اور ہوا پرستی پر مبنی تھی۔ آج اس زہر آلود اور خلاف حق مواد تک رسائی کا واحد ذریعہ عبدی کی ہی تصانیف ہیں ورنہ یہ مواد آج تقریباً ناپید ہوتا۔

حضرت شیخ مجدد کے دیگر مخالفین کی طرح عبدی نے بھی اپنی مخالفت کا آغاز حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے اس مکتوب کی آڑ لے کر کیا ہے جس میں حضرت شیخ مجدد کے مکتوب پر اعتراضات وارد کیے گئے ہیں۔ یہ مکتوب عبدی نے معارج الولاہیت میں من و عن نقل کر دیا ہے۔ مکتوب شیخ نقل کرنے سے پیشتر مکتوب پر حسب ذیل تبصرہ کیا ہے

”چوں شیخ احمد کابلی سرہندی معاصر اُو بُود و اکثر در شطیحات خویش بشطیحات قابل شدہ کہ اکثرے ازان قابل تاویل نیست در رد او کوشیدہ بعضے از مقدمات اُو در مکتوبات خویش بعینہ ایراد نموده و استفساری از روی تعریض و تجہیل فرمودہ بعضے اجوبہ کہ شیخ احمد بعینہ از وے گفتہ و باوریدہ آن را نقل کردہ و در دفع او کوشیدہ و از اوضاع و اطوار او کہ ظاہر بشرائع و در باطن مشکلم بشطیحات می شد منتظر بُودہ چنانکہ از کلام اُو در مکتوب مفہوم می شود۔“

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ اشکال پیش آئے اور شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشکال حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض کشوف سے تھے لیکن یہ اختلاف صرف علمی اختلاف کی حد تک تھا، مخالفت ہرگز مقصود نہیں تھی۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ

محدث رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مطمئن ہو گئے اور اعتراضات واپس لے لیے تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے اعتراضات بر شیخ مجدد سے شیخ محدث کے رجوع کے اثبات کے باب میں شیخ نور الحق مشرقی ابن شیخ محدث کی روایت قابل توجہ ہے جو شیخ نور الحق مشرقی کے ایک معاصر مصنف شیخ فتح محمد فختوری حشتی صاحب مناقب العارفين کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔ مناقب العارفين ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی اس لیے مجبوراً مولانا محمد داؤد سے یہ روایت نقل کرنا پڑی۔ وہ لکھتے ہیں :

”شیخ فتح محمد فتح پوری حشتی اپنی کتاب ”مناقب العارفين“ میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالحق کے صاحبزادے مولانا نور الحق سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب نے آپ کے مکتوبات کے رد میں ایک رسالہ لکھا تھا جب ان کو حسن خان کی تحریف کا واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے معذرت کا مکتوب لکھا“ اے

اکثر نقشبندی بزرگ شیخ محدث کے رجوع کے قائل ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے مذکورہ مکتوب شیخ محدث کا جواب لکھا ہے بھی رجوع کے قائل ہیں۔ رجوع کے سلسلہ میں شیخ محدث کا ایک مکتوب بنام خواجہ حسام الدین کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”در مکتوبے مرسل بحضرت مرزا حسام الدین خلیفہ حضرت خواجہ خواجگان محمد باقی نوشتہ اند کہ غبارے کہ فقیر ابخدمت حضرت شیخ احمد بود رفع شد و غشاوہ بشریت نما ند بذوق و وجدان در دل چیزے اُفتادہ کہ باچنین عزیزان بدنیاید بود“ اے

۱۔ سیرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ از ابوالبیان محمد داؤد پوری ص ۱۹۸
 ۲۔ رسالے سب سے پہلے ص ۲، روضۃ القیومیہ (اردو ترجمہ) از خواجہ کمال الدین محمد احسان ص ۱۱

ہمارے نزدیک حضرت شیخ عبدالحق کے رجوع کرنے کی روایت من گھڑت نہیں بلکہ اس کے صحیح ترین ہونے کے مندرجہ بالا شواہد کے علاوہ ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر شیخ محدث رجوع نہ فرماتے تو آپ کی اولاد سلسلہ مجددیہ میں کبھی بیعت نہ ہوتی چنانچہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا نور الحق مشرقی متوفی ۱۰۷۳ھ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت حافظ محمد محسن (دہلوی) متوفی ۱۱۲۷ھ (نواسہ حضرت شیخ محدث بھی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت خواجہ کا ایک مکتوب گرامی بھی آپ کے نام ہے۔ یہ حضرت مرزا منظر جانِ جاناں کے مرشد حضرت نور محمد بدایونی نے حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض کیا تھا اور حضرت شیخ محمد احسان بن حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۰۶ھ حضرت مرزا منظر جانِ جاناں کے مرید تھے۔ حضرت شیخ محدث کی اولاد میں سے مذکورہ بزرگوں کا سلسلہ مجددیہ میں بیعت ہونا اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ شیخ محدث کے رجوع کی روایات وضعی نہیں ہیں۔

مگر عبدی نے حضرت مجدد پر جو اعتراضات کیے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے حضرت مجدد کی کوئی بھی تصنیف ایک طالب علم کی حیثیت سے نہیں پڑھی بلکہ ایک مخالف کی طرح کسی کتاب کے حسبہ حسبہ مقامات دیکھ کر مخالفت کے جوش میں کچھ سے کچھ لکھ دیا ہے۔ مؤلف کے خیال میں عبدی نے حضرت مجدد پر جو اعتراضات کیے ہیں ان کا واحد ماخذ اس کے عہد کی ایک غلیظ کتاب کا ہے المخالفین ہے جو حضرت مجدد اور آپ کے متبعین کے رد میں لکھی گئی تھی۔ گویا عبدی کی حضرت

۱۔ تذکرہ علماء ہند از رحمان علی ص ۵۲۲، مزارات اولیائے دہلی از محمد عالم شاہ فریدی ص ۱۰۸
۲۔ میر سید شرف الدین حسین، مکتوبات معصومیہ (وسیلة السعاد) جلد اول مکتوب نمبر ۶، مطبوعہ و طبعہ اشاعت مکتوبات معصومیہ
از مولانا نسیم احمد امروہی ص ۳۸، ۳۹۔ تذکرہ علماء ہند از رحمان علی، نزهة الخواطر از عبدالحق حسنی ص ۱۰۸

مجدد کی مخالفت کا سر المخالفین کے پیدا کردہ شبہات پر مبنی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے خود حضرت مجدد کی کوئی تصنیف نہیں پڑھی بلکہ کا سر المخالفین میں شیخ مجدد کی کتب سے محرف منقول اقتباسات ہی اس کی معلومات کا واحد ذریعہ ہیں جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ راقم احقر نے عبدی کی محولہ کتاب کا سر المخالفین سے عبدی کے اعتراضات کا موازنہ کر کے دیکھا تو اس میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی۔ ہاں کا سر المخالفین کی تلخیص درج کرنے سے پیشتر اور اختتام پر اپنی طرف سے چند سطروں میں تبصرہ ضرور کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ :

مشائخ متقدمین میں سے جو وحدت الوجود کے قائل تھے مثلاً حسین بن منصور حلاج اور شیخ محی الدین ابن عربی کو حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں ملحد اور زندقہ کہا ہے اور اپنے مکتوبات ہی میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی تکفیر بھی کی ہے۔

ان بے حقیقت اعتراضات کے پیش نظر عبدی کے اختلاف کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اب اس کی اصل عبارت ملاحظہ ہو :

بدعوة طالبان حق ارشاد کرد پس وے اکثر طالبان ہدایت نمودی و بجانب حق دلالت فرمودی و برابر شراعی تقید فرمودی و تارک شراعی را توہین و زجر کردی و مرکب شراعی را دوست داشتی و چون برائے تحریم نماز برخاستی اغلب اوقات نیت را بدل کردی و زبان را ساکت گردانیدی و گفتی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نیت بدل کردہ نہ بزبان۔ زیرا کہ نیت فعل قلب است نہ فعل لسان و از مشائخ متقدمین ہر کہ قائل بوحدة وجود شدہ چنانکہ حسین منصور شیخ محی الدین عربی و امثال آن اور ملحد و زندقہ گفتی در مکتوبات

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

مزارات اولیائے دہلی از محمد عالم شاہ فریدی، حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار فارسی از امام بخش بن پیر بخش ص ۱۴۵ تحفۃ الابرار از محمد نواب مرزا دہلوی آفتاب بیگ، جدول نجوم ص ۱۹، معمولات مظہریہ از نعیم اللہ پٹوچی ص ۱۸

(باقی صفحہ آئندہ پر)

خود کہ مجلد بسہ است در اکثر مواضع شیخ محی الدین عربی را تکفیر نموده و در بعضی
 مجال نسبت مذہب اعتزال بوی ثابت نموده و باین ہمہ او را از جملہ مقبولان
 شمرده و چون در حدیث نبوی واقع شدہ کہ من حفر لآخیتہ لم
 یمت حتی وقع فیہ چنانکہ بر شاخ شطیحات طعن کردی خود
 نیز اکثر جای قابل شطیحات شدہ و ازین جہت جہانگیر بادشاہ شیخ را بر گویار
 مدتے محبوس ساخت چنانکہ شیخ قرآن را در آنجا حفظ کرد و چون بادشاہ بر
 برآہ ذمہ او وقوف یافت در معذرت شتافت فرمود کہ حاجت اعتذار
 نیست زیرا کہ دریں صبح بحفظ کلام الہی مستعد شدم و چون این حقیر را بر شاخ
 اعتقاد صحیح و عقیدہ صریح است با وجودیکہ علماء عصر و فضلاء دہر بر لطلان
 کلام اوفساد سخنان اوفتوی دادہ بحسب طاقت فہم و قدرۃ ذہن خویش
 توجیہات شطیحات ایشان مع ایرادات ایزاد می نماید

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر میں کسی فتوے لکھے گئے جن میں
 سے ایک فتویٰ عبدی نے اپنی تصنیف معارج الولاہیت میں نقل کر لیا تھا۔

عبدی نے معارج الولاہیت میں ضمن ترجمہ
عبدی اور شیخ آدم نبوری شیخ احمد قشاشی لکھا ہے کہ جب شیخ آدم نبوری
 ہندوستان سے حجاز آئے تو انہوں نے حقائق و معارف اعلانیہ بیان کرنے شروع کر دیئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کہ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار از امام بخش ص ۱۴۹، تحفۃ الابرار از محمد نواب مرزا آفتاب بیگ جلد پنجم ص ۲۲
 مقامات نظہری از شاہ غلام علی ص ۱۰۱، لے معارج الولاہیت ورق ۵۸۷، الف، ب
 لے شیخ احمد قشاشی متوفی ۱۰۷۱ھ کے حالات انفاس العارفین مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی میں موجود ہیں۔
 معارج الولاہیت میں ہے: ”مرید شیخ صبغۃ اللہ کجراتی بود و تربیت خلافت از شیخ احمد شادوری کہ خلیفہ شیخ صبغۃ اللہ
 بود نیز داشت جامع علوم ظاہر باطن بود برابر احکام شریعت.....“ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اور محرم و نامحرم میں تمیز نہیں کرتے تھے جہنم مراتب بھی ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک قریب علماء کے ایک مجمعے میں جس میں شیخ احمد قشاشی بھی موجود تھے، افضلیت کعبہ کا مسئلہ بیان ہو رہا تھا۔ شیخ آدم بنوری نے حقیقت کعبہ کو حقیقت محمدی علی الصلوٰۃ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء پر فضیلت دی۔ لیکن اس کے برعکس شیخ احمد قشاشی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے کرام اور اولیاء کو کعبہ پر فضیلت دیتے تھے۔ دونوں طرف سے دلائل و براہین کا تبادلہ ہوتا رہا۔ بقول عبدی بالآخر شیخ آدم بنوری نے اپنے خیال سے رجوع کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ سے افضل تسلیم کر لیا مگر دیگر انبیاء اور اولیاء کی کعبہ پر فضیلت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر شیخ آدم بنوری کے زویں شیخ احمد قشاشی نے ایک مستقل رسالہ تصنیف کر ڈالا۔ عبدی لکھتا ہے:

”دین اثنا عشریہ شیخ آدم بنوری از ہندوستان بہ دیار حجاز رسید چون حقائق و معارف را اعلانیہ گفتی و از محرم و نامحرم تمیز نکردی و جہنم مراتب نہ داشتی چنانکہ رونے کہ در مجمع علماء کہ شیخ احمد قشاشی نیز در آنجا حاضر بود با فضیلت حقیقت کعبہ بر حقیقت محمدی و سایر حقائق انبیاء علیہم السلام و مومنان ادعا نمود شیخ احمد قشاشی گفت ہر مدعی را دلیلے است و دلیل شمار با فضیلت کعبہ بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم چیست؟ گفت دلیل بر افضلیت کعبہ بر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ساجدیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و سجودیت کعبہ و صورت کعبہ این سنگ و کلوخ سقف و جدران نیست بلکہ چیزی است کہ ظہور دارد و صورت ندارد و عقل از تشخیص آن عاجز است۔ شیخ احمد قشاشی گفت این کلام موجودہ کثیرہ باطل اول آنکہ جماع است زیرا کہ جماع منعقد است بر آنکہ سرور کائنات علیہ من اللہ افضل الصلوٰۃ، افضل مخلوقات است بلکہ قبر شریفش را از کعبہ افضل داشته

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

و امور طریقت و حقیقت تا کید بر کمال داشتی و ہر کہ بدعت و ضلالت دیدی آن را دفع کردی (۶۰۵ ب)

اند..... وادلہ جانہین بسط انجامید و شیخ احمد قشاشی ابادلہ راج آمد، شیخ
 آدم از فضیلت کعبہ بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم رجوع کرد و با فضیلت آن حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم بر کعبہ اعتراف نمود و لیکن با فضیلت انبیاء علیہم السلام و مومنان
 بر کعبہ اقرار نکرد شیخ احمد رسالہ طویلہ بر رد قول او تصنیف کرد و با فضیلت محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم و سایر انبیاء علیہم السلام و مومنان بر کعبہ بدال لفظ و حسن اجابت
 دروے اثبات نموده..... آن رسالہ درین مختصر بعینہ ایرادی نماید و آن نیست
 بسم اللہ الرحمن الرحیم و صلی اللہ و ملائکہ و المؤمنون اجمعون.... اسخ اختتام رسالہ
 اللَّهُمَّ احْيِنِي مَسْكِينًا وَاَمِتْنِي مَسْكِينًا وَاَحْشُرْنِي فِي
 زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ -

یہ مذکورہ رسالہ عبدی نے معارج الولايت میں من و عن نقل کر دیا ہے جو چالیس اوراق
 پر مشتمل ہے۔

حجاز مقدس پہنچ کر حضرت شیخ آدم نبوری متوفی ۱۰۵۲ھ نے اپنے بڑے صاحبزادے
 حضرت خواجہ محمد متوفی ۱۰۶۳ھ کو ایک مکتوب لکھا جس میں آپ نے مذکورہ مسئلے کا بھی ذکر فرمایا
 ہے۔ اس مکتوب میں لکھتے ہیں:

”روزے کہ از منی الطواف حضرت کعبہ آدمیم چون قریب روضہ مطہرہ حضرت
 سیدۃ النساء خدیجہ کبریٰ آدمیم یک بیگ چیزے کہ ہرگز در خاطر نبود از انجباتا
 رسیدن باب حرم کریم نظر آمد الحمد للہ و المنة آنچه فضیلت و مفضولیت حقیقہ کعبہ
 معظمہ باختلاف اکابر مشائخ از حقیقت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اتہاتلی
 پذیر حاصل نمی شد اطمینان جلی نصیب گشت چنانچہ تفصیل آن از کاغذ علیحدہ
 واضح خواہد شد“

۱۔ معارج الولايت از عبدی ورق ۶۰۶ تا ۶۲۶ ۲۔ نواہر از شیخ محمد عمر بن ابراہیم پشاورسی ورق ۹۶ (۱۱۱۲ھ) ۳۔

حضرت شیخ آدم نبوری کے درج بالا مکتوب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اکابر مشائخ کے اس اختلافی مسئلہ میں غیر مطمئن تھے اور ایک بیک الہامی صورت میں انہیں اطمینان کامل نصیب ہو گیا۔ اس مکتوب سے ہرگز یہ مترشح نہیں ہوتا کہ انہوں نے اس نظریہ سے رجوع کر لیا تھا۔ اس نظریہ سے انحراف اس لیے بھی مشکل نظر آتا ہے کہ شیخ آدم نبوری کے مُرشد ارشد حضرت شیخ مجدد بھی حقیقت کعبہ کو حقیقت محمدی پر ترجیح دیتے تھے۔ اس مسئلے پر حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں مفصل بحث کی ہے۔

خاندان نقشبندیہ کے شدید ترین مخالف سید محمد بن سید رسول برزنجی کی اولاد اوزنگ آباد میں آ کر مقیم ہو گئی تھی۔ محمد بن حسن بن عبد کریم بن محمد برزنجی یعنی برزنجی کا پڑپوتا عرصہ دراز تک اوزنگ آباد میں مقیم رہا۔ اپنے پڑدادا کے رسالہ ”ردّ خاندانِ مجددیہ“ اوزنگ آباد ہی میں کتابت کیے۔ یہ رسالہ حسب ذیل ہیں۔

۱) العصب الہندی لاستیصال کفریات احمد السرہندی تصنیف ابو علی حسن بن علی مکی عمی بسال ۱۰۹۲ھ بخط محمد بن حسن بن عبد کریم بن محمد برزنجی مکتوبہ ۱۱۵۷ھ در اورنگزیب آباد

۲) قدح الزند و قدح الرمذی ردّ جہالات اہل سرہند عربی تصنیف سید محمد بن سید رسول برزنجی مصنف کے پڑپوتے نے اس رسالہ کی کتابت ۱۱۷۷ھ میں اوزنگ آباد میں کی، ترقیمہ میں قارئین کو عصب الہندی مذکورہ تصنیف ابو علی حسن بن علی جو اس ترقیمہ کے پیش نظر ۱۱۷۷ھ تک بقید حیات معلوم ہوتا ہے اور اس کتاب کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہوئے لکھتا ہے۔

”کالفراغ من کتابتہ هذا الكتاب یوم الثلثاء غرة رجب ۱۱۷۷ھ سبع و سبعین و“

۱۔ ملاحظہ ہو دفتر سوم مکتوب ۱۲۳، مبارک و معاد منہا ۲۸ ۲۔ فہرست مخطوطات کتب خانہ تصنیف حمید آباد دکن ص ۲۵ ج ۲ نمبر ۲۲۳ فن کلام

مایۃ والف فی مدینہ اور نقبا و من ارض الدکن من قطرة الهند و احقر الفقرا زین العابدین
محمد بن حسن بن عبد الکریم بن محمد المصنف البرزنجی غفر اللہ لوالدیہ و سائر المسلمین
آمین..... یتلوه "عصب الہندی" تالیف علامۃ الوقت ابی علی حسن
ابن علی الخنقی المکی العجمی اطال اللہ عمرہ فی عارضہ ثم مقابلیہ هذا الكتاب "۱۰۹۳ھ

(iii) اسی قسم کے باطل خیالات سے مملو ایک اور رسالہ المئتمۃ المسئلۃ المہتمۃ مؤلفہ بسال
۱۰۹۳ھ (اصفیہ ص ۲۵۶ ج ۲ نمبر ۲۲۲ فن کلام)

(iv) الناشرۃ الناجرة للفرقة الفاجرة (عربی) تصنیف محمد بن رسول برزنجی بسال ۱۰۹۳ھ
اصل رسالہ تو پیش نظر نہیں ہے نہ فہرست مخطوطات اصفیہ ص ۳۶۳ ج ۲ نمبر ۲۲۳ فن کلام میں اس
کے جو محتویات درج ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے رسالت کا دعویٰ
کیا تھا۔

"در ۱۰۹۳ھ از ہندوستان ضلالات و خیالات شیخ احمد سرہندی بطور استفتاء

در دیار عرب رسید کہ او دعوی رسالت کردہ ":

نعوذ باللہ گویا مستفتیوں یا برزنجی کی بے جا مخالفت انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ اسی رسالہ سے
معلوم ہوتا ہے کہ برزنجی نے حضرت مجدد اور آپ کی اولاد و خلفاء کے رد میں دس رسائل
تصنیف کیے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ :

"این احقر مصنف این رسالہ قبل ازین نہ رسالہ در رد او و رد اولاد و خاصاً

اونوشتمہ ام و این یک رسالہ رسالہ دہم است ":

یقیناً اپنے اسلاف کی سنت پر عمل کرتے ہوئے محمد برزنجی کی اولاد نے حضرت مجدد
کے رد میں بے شمار رسائل تصنیف کیے ہوں گے۔ برزنجی کا پڑپوتا محمد (مقیم اورنگ آباد)
بھی اس کوشش میں مصروف عمل نظر آتا ہے۔

۱۰ فہرست مخطوطات کتب خانہ اصفیہ حیدرآباد دکن ص ۲۳۶ ج ۲ نمبر ۲۲۳ فن کلام

(۷) رسالہ نمبر ۱۱۱ قدح الرند... الخ میں اس رسالہ سے قبل ہندوستان میں حضرت مجدد کے رد میں جو رسائل لکھے گئے ان میں قبل ۱۰۹۳ھ محمد صالح اورنگ آبادی کے ایک رسالہ کا ذکر بھی موجود ہے۔

برزنجی نے اپنے رسالہ الناشرہ... الخ مذکور میں اپنے رسالہ سے حضرت شیخ مجدد کے رد میں تصنیف ہونے والے مصنفین کے رسائل کا ذکر کیا ہے جن میں محمد صالح اورنگ آبادی کا نام سرفہرست ہے۔ محمد صالح اورنگ آبادی نے ایک نہیں بلکہ ”چند رسائل در رد آن نوشتہ“

گویا قبل ۱۰۹۳ھ عبدی کا ہم عصر محمد صالح اورنگ آبادی حضرت مجدد کی مخالفت میں پیش نظر آتا ہے۔

اورنگ آبادی مخالفین میں سے محمد اشرف اورنگ آبادی کا نام بھی ملتا ہے جس نے ۱۰۹۰ھ میں حضرت مجدد کی تکفیر میں لکھے جانے والے فتوے پر اپنی مہر ثبت کی تھی یہ بھی عبدی کے قیام اورنگ آباد کا ہم عصر ہے۔

مذکورہ فتویٰ در تکفیر حضرت شیخ مجدد کے اتمام پر اورنگ زیب کی طرف سے بہر قاضی شیخ الاسلام بجانب قاضی اورنگ آباد ایک حکم نامہ نقل کیا گیا ہے جس میں تحریر ہے کہ ۲۷ شوال ۱۰۹۰ھ (۱۶۷۹ء) میں قاضی ہدایت اللہ کو حضرت مجدد کے مکتوبات میں بعض مقامات عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف معلوم ہوئے اور اورنگ آباد میں مقیم حضرت مجدد کے معتقدین، مکتوبات حضرت شیخ مجدد اور ان کے نظریات کی ترویج اور درس و تدریس میں مشغول نظر آئے تو بادشاہ کا حکم موصول ہوا کہ یہ سلسلہ درس بند کروادیا جائے اور کسی معتقد کو ان کی اشاعت کرتے ہوئے دیکھ لیا گیا تو شرعی سزا کا مستحق ہوگا۔ حکم نامہ حسب ذیل ہے!

”ازیں جہت حسب حکم بادشاہ اسلام بہر قاضی شیخ الاسلام بجانب

اے معارج الولايت ورق ۶۰۱ (ضمیمہ ثانی کتاب خدا)

قاضی اورنگ آباد رسید کہ نقل او این است۔
 از قرار بتاریخ بیست و ہفتم شہر شوال سنہ یک ہزار و نو و ہجری آنکہ شریعت پنا
 فضائل دستگاہ فقہیت انتباہ قاضی ہدایت اللہ بعافیت باشند دین و لا بعض
 مقدس معلی رسید کہ بعضے مواضع مکتوبات شیخ احمد سرہندی ظاہر در مخالفت عقائد
 اہل سنت و جماعت ست و معتقدان شیخ مذکور کہ در بلدہ اورنگ آباد نجمتہ بنیاد
 سکونت دارند و ترویج آن پیشتر ہند و تدریس مے نمایند اعتقاد حقیقتہ عقائد باطلہ
 مذکورہ دارند علم والا شرف صد دریافت کہ این خادم شریعت با شریعت پناہ بنویسید
 کہ آنہارا از نشر و درس آن منع کند و کہے کہ معلوم شود کہ معتقد عقائد باطلہ مذکورہ
 است اور اسنہا شرعی رساند لہذا نگارش یابد کہ بر طبع حکم مطاع واجب الاتباع
 بعمل آرد و حقیقت بزنگارند

یخظ محض وضعی ہے روضۃ القیومیہ میں ۱۰۹۲ھ (پانزدہم سال قیومیت خواجہ نقشبند)
 کے واقعات کے تحت لکھا ہے کہ مخالفین حضرت مجدد نے یہ منصوبہ بنایا کہ تین خط بادشاہ
 (اورنگزیب) کی طرف سے جعلی لکھ کر سرہند بھیجے گئے جن کی بادشاہ کو مطلق خبر نہیں تھی۔ ایک حضرت
 قیوم ثالث (خواجہ محمد نقشبند) دوسرا حضرت شیخ سیف الدین اور تیسرا مولوی فرخ شاہ کی طرف۔
 جن کا مضمون یہ تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی بعض عبارتیں بظاہر خلاف شرع
 ہیں اور تمام علماء نے متفق ہو کر فتویٰ دیا ہے کہ مکتوبات کا پڑھنا پڑھانا بند کر دیا جائے۔ اصل
 فارسی عبارت ملاحظہ ہو!

”فکرے دیگر ایچھتند سہ مکتوب جعلی از طرف سلطان (عالمگیر) دروغ محض
 نوشته کہ سلطان ہر کہ ازان خبر نہ داشت از خود بسر ہند ارسال داشتند یک بھضرت
 حجتہ اللہ (محمد نقشبند) و دویم بھضرت شیخ سیف الدین سیوم مولوی فرخ شاہ،

بریں مضمون کہ بعض عبارات مکتوب المکتوبات حضرت مجدد الف ثانی بظاہر شریعت موافقت ندارد تمامی علماء بریں فتویٰ دادہ اند کہ درس این را موقوف کنند۔
ہمارے نزدیک معارج الولايت سے منقولہ بالا خط بھی انہیں مذکورہ وضعی خطوط کی نوعیت کا ایک خط ہے۔ خود اورنگ زیب خانہ دان مجددیہ کا نہایت معتقد تھا۔ یاد رہے کہ اورنگ زیب حضرت شیخ سیف الدین بن خواجہ محمد مضمون کی خدمت میں سلوک کی منازل طے کرتا تھا۔ بلکہ اورنگ زیب اکثر کاروبار سلطنت سے فراغت کے بعد حضرت شیخ سیف الدین کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتا جو اس کی درخواست پر قلعہ کے اندر شاہی محل کے جوار میں رہنے لگے تھے اس لیے اس قسم کے خود ساختہ فرامین کی اورنگ زیب سے امید نہیں کی جاسکتی۔ دوسرے اورنگ زیب کے روزنامے مطبوعہ صورت میں موجود ہیں۔ اگر اس قسم کا کوئی فرمان لکھا جاتا تو کم از کم ریکارڈ میں اس کی موجودگی لازم تھی۔

۱۰۹۰ھ میں اگر اورنگ آباد کی واقعی ہی حالت تھی تو ان ایام میں عبدی اورنگ آباد ہی میں مقیم تھا اور یہ ناممکن ہے کہ وہ اس فضا سے اثر پذیر نہ ہوا ہو۔ حضرت مجددی مخالفت میں زیادہ تر مواد عبدی کی معارج الولايت ہی میں ملتا ہے اور جیسا کہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ عبدی نے معارج ۱۰۹۶ھ میں اورنگ آباد ہی میں مکمل کی۔ مذکورہ مخالف مواد معارج الولايت کے بالکل ختم میں درج ہے۔ معارج الولايت کے آخری حصہ پر اورنگ آباد کی اس مسموم فضا کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔
نتیجہ عبدی نے اپنے مشائخ کرام سے موروثی اور اکتسابی طور پر نظریہ توحید جوہی پایا تھا مگر مشائخ کے کشفی و وجدانی مسائل میں اختلافات کو ادب سے برداشت کرنے کی توفیق رفیق نہ ہوئی تھی۔ لہذا اس نے کشفی مشاہدات کے اختلاف کو "خلاوت" کا رنگ دے کر غیر سلامتی کی راہ پر گامزن ہو کر حضرت شیخ مجددی کی مخالفت اختیار کی۔

۱۔ روضۃ العیون قلمی فارسی از کمال الدین محمد لسان (واقعات پانزدہم سال قیومتیت خواجہ محمد نقشبند)
مخزنہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور ۱۹۸۳ء ناشر عالمگیری ۸۳ از محمد ساقی مستعد خان

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

یادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

فقہ محمدی علی صاحبہا الصلوٰت
فضائل سید المرسلین علیہم الصلوٰت والتسلیمات
تخریج احادیث

مکتوب - ۴۴

مرحمت نامہ کرامی سامی و راعۃ از منہ شرف
 متن و رو دیافت بہ مطالعہ آن مشرف گشت
 لِلّٰهِ الْحَمْدُ سُبْحَانَهُ وَالْمِنَّةُ لَهُ مِيرَاثُ
 از فقر محمدی عَلَیْهِ وَعَلَىٰ اٰلِہِ الصَّلٰوٰتِ وَالتَّحِيَّاتُ

بہت آوردہ اند کہ محبت فقرار و ارتباط با ایشان نتیجہ آنست
 ترجمہ: بزرگ و بلند مرحمت نامہ نے بڑی عزت و اہل وقت میں وارد ہونے
 کا شرف پایا یہ فقیر اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد احسان
 ہے کہ آپ نے فقر محمدی عَلَیْهِ وَعَلَىٰ اٰلِہِ الصَّلٰوٰتِ وَالتَّحِيَّاتُ سے
 کچھ میراث پائی ہے کہ فقیروں سے محبت اور ان سے رابطہ اسی کا نتیجہ ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مکتوب کے آغاز میں حضرت شیخ سید
 فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو فقر محمدی کی میراث کا حامل قرار دیا ہے۔ اس لیے مناسب
 معلوم ہوتا ہے کہ فقر کے بارے میں چند سطور زندقارین کی جائیں۔

فقر کے لغوی معنی احتیاج اور تنگ دستی کے ہیں لیکن اس کا اصطلاحی
 معنی وہ ہے جس پر خود سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً ہر تصدق

فقر

ثابت فرمائی ہے اور جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ گواہ ہے۔
 فقر، شریعت اور طریقت میں ایک ایسی سلسلہ اصطلاح ہے جو قرآن و حدیث
 اور اکابرین اُمت کے اقوال و احوال سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ تصور فقر کے
 بارے میں اختلافات ہو سکتے ہیں لیکن نفسِ فقیر میں اختلاف یا اس کا انکار ممکن نہیں۔
 فقر کا مقام شرف یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فقر کی تعریف
 بیان فرمائی ہے: لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 عہدِ نبوی علیٰ صابجہا الصلوٰت میں جو فقرا مسجدِ نبوی شریف میں دنیاوی اسباب
 سے قطع نظر کر کے محض عبادت کے لیے بیٹھ گئے تھے، ان کی خبر گیری اور رفاقت
 کے لیے خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہِ رب العزت سے تاکید ہوئی تھی۔
 چنانچہ ارشاد فرمایا گیا: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ
 وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۗ أُولَٰئِكَ نَظَّارٌ لِّمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ
 حکم بھی دیا گیا وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ۗ
 اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کے
 فقرا اُغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔
 پس فقرا اور اہل فقر کے محمود ہونے پر یہی دلیل کافی ہے کہ قرآن و حدیث ان
 کے شرف کے گواہ ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ۔
 اہل تصوف کے تصور فقر کے منکرین نے فقرا کی شان میں وارد آیاتِ مقدسہ
 میں تاویل کی ہے اور احادیثِ مبارکہ کی صحت کا انکار کیا ہے۔ چونکہ یہ لوگ ایک علیحدہ
 مکتبِ فکر کی وکالت کرتے ہیں لہذا ان کی تنقید و انکار قبیلِ فن سے نہیں بلکہ قبیلِ فکر
 سے ہے۔

۱۰ البقرہ ۲۷۳ ۱۱ الانعام ۵۲ ۱۲ الکہف ۲۸ ۱۳ جامع ترمذی ص ۵۸ ج ۲

نیز حضرت شیخ استاد ابو القاسم قشیری (صاحب رسالہ قشیریہ) حضرت شیخ ابو نصر سراج (صاحب کتاب التلمیح) حضرت شیخ علی جویری (صاحب کشف المحجوب) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (صاحب عوارف المعارف) اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (صاحب مکتوبات) رحمہم اللہ نے فقر اور اہل فقر کی فضیلت میں اتنا کچھ لکھ دیا ہے کہ ان کے علم و فضل کے مقابلے میں منکرین کی تنقید یا تحقیق کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

قدیم مشائخ میں سے ایک بزرگ شیخ احمد بن ابراہیم الواسطی رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں جن کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، عالم عامل اور عارف کامل کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ ”از کبار مشائخ دیار عرب بود و مقتدائے روزگار“

مذکورہ بالا بزرگ نے عربی زبان میں ایک کتاب ”الفقر المحمدي“ کے نام سے لکھی ہے شیخ دہلوی نے اس کا فارسی ترجمہ ”تخصیص الکمال الابدی باختيار الفقر المحمدي“ کے نام سے لکھا۔ اس میں مسلک تصوف کو ہی مسلک فقر قرار دیا گیا ہے اور صحیح تصوف کو فقر محمدی ہی ثابت کیا گیا ہے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کے مطالب و معانی کی پُر زور تائید فرمائی ہے۔

☆ صوفیائے کرام نے اپنے اپنے ذوق اور حال کی روشنی میں فقر کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں۔

لے تصوف اسلام (مختصاً)

☆ تخریج حدیث الفقر فخری، بعض صوفیاء کے نزدیک یہ الفاظ حدیث کے طور پر مشہور ہیں بعض کے نزدیک معنادار حدیث ہیں۔

© علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی کوئی اصل ثابت نہیں ہے۔

○ شیخ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

”فقیر وہ ہے کہ جب اس کے پاس کچھ نہ ہو تو اسے سکون حاصل ہو اور جب ہو تو اسے خرچ کرے۔“

○ شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

”ذات حق کے سوا تمام چیزوں سے قلب کے فارغ ہونے کا نام فقر ہے۔“

○ شیخ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

حَقِيقَتُهُ اَنْ لَا يَسْتَعْنِيَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَرِسْمُهُ عَدَمُ
الْاَسْبَابِ كُلِّهَا

یعنی فقر کی حقیقت یہ ہے کہ صرف خدا کو اپنے حق میں کافی سمجھا جائے اور اس کی ظاہری علامت یہ ہے کہ تمام اسباب معدوم ہو جائیں۔

○ شیخ نصر بن احمادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

اِنَّهُ اَوَّلُ مَنْزِلَةٍ مِّنْ مَّنَازِلِ التَّوْحِيْدِ

یعنی فقر منازل توحید کی پہلی منزل ہے۔

○ علامہ اقبال مرحوم نے حسب ذیل اشعار میں فقر کی تعریف بیان کی ہے۔

اے کشف المحجوب اے رسالہ تشریح اے کتاب التلح

بقیہ ماشیہ صفحہ گذشتہ) علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو مذکورہ الفاظ کے ساتھ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ذکر کیا ہے۔ بعض نسخوں میں الْعَبْزُ فَخْرِي کے الفاظ بھی ہیں۔

○ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح اشعار میں فرمایا ہے کہ اس قول کا بے اصل اور باطل ہونا

وحدیث کے اعتبار سے ہے نہ کہ اس کے معنی کے اعتبار سے کیونکہ یہ معنی مطلقاً کتاب اللہ میں مذکور و

ثابت ہے وَاللّٰهُ الْعَنِيُّ وَاَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ۔ (محمد ۳۸)

لہذا تفہیم مقصد معنی کے لیے لفظی بحث میں اُبکھے بغیر اس قول کا ذکر کر دینا مفید مطلب ہے۔ (واللہ اعلم)

چیت فقرائے بندگان آب و گل
 یک نگاہِ راہ ہیں یک زندہ دل
 فقر کارِ خویش را سنجیدن است
 بر دو حرف لا الہ چھپیدن است
 فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضا است
 ما مینیم این مستاع مُصطفیٰ است
 برگ و سازِ اوزنِ تدرآن عظیم
 مرد درویشی نہ گنجد در کلمیم
 قلب او را قوت از جذب و سلوک
 پیش سلطان نعرہ اولو لُلوک

فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

- ◎ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار ہیں اور قیامت کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع و فرمانبردار تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے تابع و فرمانبرداروں سے زیادہ ہوں گے۔
- ◎ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اولین و آخرین سے زیادہ بزرگ و معزز ہیں۔
- ◎ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز سب سے پہلے قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔
- ◎ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے اول شفاعت فرمائیں گے اور سب سے

۱۵ مشکوٰۃ ص ۵۱، ۲۷ مشکوٰۃ ص ۵۱۲، ۳۳ جامع ترمذی ص ۲۰۲ ج ۲، ۲۷ مشکوٰۃ ص ۵۱۳

پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جنت کا دروازہ کھول دے گا۔

◎ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قیامت کے روز لوائے حمد اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کا جھنڈا اٹھانے والے ہیں حضرت آدم اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

◎ اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات گرامی ہے جس نے فرمایا نَحْنُ الْآخِرُونَ وَنَحْنُ السَّابِقُونَ یَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی قیامت کے دن ہم ہی (وجودِ ظہور کے اعتبار سے) آخرین ہیں اور ہم ہی (مرتبہ اور روزِ قیامت قبر سے اٹھنے کے اعتبار سے) سابقین و اولین ہیں۔

◎ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”میں یہ بات کسی فخر کے بغیر کہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور بلا فخر کہتا ہوں کہ میں تمام انبیاء و مرسلین کا قائد و پیشرو ہوں اور تمام نبیوں کا خاتم (مہر اور آخری نبی) ہوں۔ اور میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ بے شک جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو سب سے بہتر مخلوق (یعنی انسان) میں پیدا فرمایا۔ پھر ان کو دو گروہ (عرب و عجم) بنایا اور مجھے ان میں سے بہترین گروہ میں بنایا۔ پھر ان کو قبیلوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہترین قبیلے میں بنایا۔ پھر ان کو گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہترین گھر میں پیدا کیا۔ پس میں ذات اور گھر کے لحاظ سے سب مخلوق سے بہتر ہوں۔

◎ اور جب قیامت کے روز لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے

۱۔ جامع ترمذی ص ۲۰۲ ، ۲۔ جامع ترمذی ص ۲۰۲ ، ۳۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۳ ، ۴۔ جامع ترمذی ص ۲۰۲
۵۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۳ ، ۶۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۳

پہلے میں (قبر سے) باہر نکلوں گا۔ اور جب تمام بنی آدم حق تعالیٰ کے سامنے گروہ درگروہ پیش ہوں گے تو میں ان سب کا قائد و راہنما ہوں گا۔ اور جب وہ سب خاموش ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب وہ (جنت میں داخل ہونے سے میدانِ حشر میں) روک دیئے جائیں گے تو میں ان کا شفیع ہوں گا اور جب وہ (دیگر نبیاً علیہم السلام کے جوابوں سے) ناامید ہو جائیں گے تو میں ان کو (شفاعت کی) بشارت دینے والا ہوں گا۔ اس دن کرامت (رحمت و بزرگی) اور جنت (کے دروازوں) کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لوائے حمد بھی میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے رب کے نزدیک تمام اولادِ آدم میں سب سے بزرگ ہوں۔ ہزار ایسے خادم (خورد و غلمان) میرے گرد طواف کریں گے جو خوشنما آبدار سفید صدف کے اندر چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہوں گے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمام انبیاء علیہم السلام کا امام اور ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور مجھے اس بات پر فخر نہیں ہے۔

اگر حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی صفات نہ ہوتی تو حق سبحانہ و تعالیٰ خلقت کو پیدا نہ فرماتا اور اپنی ربوبیت (رب ہونے کو) ظاہر نہ فرماتا۔ ☆

۱۰ مشکوٰۃ ص ۵۱۲، ۲۰ مشکوٰۃ ص ۵۱۲

☆ تخریج حدیث: اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کو دہلی نے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

يقول الله وعزتي وجلالي لولاك لما خلقت الدنيا ولولاك لما خلقت الجنة واورده في المواهب مغزيا الى ابن طغريك بلفظ لولا ما خلقتك خطايا لادم عليه السلام ولا خلقت سماء ولا ارضاء قال ويشهد لهذا ما رواه

اور آپ اس وقت نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے (یعنی آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کے پتلے کے لیے گار تیار ہو رہا تھا۔

بقیہ ماشیہ صفحہ گذشتہ

الحاکم فی صحیحہ عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ان آدم رائی اسم محمد مکتوبا علی العرش وان اللہ قال لادم لولا محمد ما خلقتک قال الزرقانی روی ابو الشیخ والحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسیٰ امین بمحمد ومرامتک ان یؤمنوا به فلولا محمد ما خلقت ادم ولا الجنة ولا النار (الحديث) واقرة السبکی فی شفاء الاسقام والبلقینی فی فتاوه ومثله لا یقال رأیا وعند الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رفعه اثنان جبریل فقال ان اللہ یقول لولاک ما خلقت الجنة ولولاک ما خلقت النار قلت معنی هذا الحديث لا شبهة فی صحته ومطابقتہ نفس الامر عند کافة الصوفیة وعامة من سواهم فهو صحیح انشاء اللہ تعالیٰ هذا کله ما قاله العلامة محمد مراد الکی معرب المکتوبات.

دفتر اول مکتوب ۲۵

مکتوب الیہ

یاد تپناہ حضرت شیخ فرید بنجاری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

قبور اولیاء سے حصول فیض فنائے قلب پر موقوف ہے
انسان اپنی جامعیت کی جہت سے بہترین خلق بھی ہے اور
بدترین خلق بھی

مکتوب - ۲۵

دوستانِ خدائے عزوجل حکم المرء مع
 متن من احب با خداوند تعالیٰ و تقدس

تعلق بہ بدنِ نحوی از موانع آن معیبت و اتصال است بعد
 از انفصال ازین پیکر بیولانی و مفارقت ازین ہیکل ظلمانی
 ہمہ قرب و در قرب و اتصال و اتصال است الموت

جسر یوصل الحبيب الى الحبيب

بیان این معنی است و کریمہ من کان یرجو
 لقاء اللہ فان اجل اللہ لات کتلیہ است

مرشاقان رارمزے ازین بیان میفرماید لیکن حال ما
 پس ماندگان بیدولت حضور بزرگان خراب و ابر است۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ عزوجل کے دوست حدیث المرء مع من احب

(آدمی اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اُس کو محبت ہوتی ہے) کے حکم کے مطابق خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن ان کا اپنے مادی بدن کے ساتھ جو تعلق ہے وہ اس معیت و اتصال کی راہ میں ایک قسم کا مانع ہوتا ہے۔ اس مادی پیکر اور ظلمانی جُثہ سے علیحدہ اور جُدا ہونے کے بعد پورا قُرب ہی قُرب اور اتصال ہی اتصال ہے اور مقولہ الْمَوْتُ جَسْرٌ يُوَصِّلُ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے، اسی معنی کا بیان ہے اور آیت کریمہ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے پس بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ یعنی موت آنے والا ہے جو کہ مشافقت کے لیے تسلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی رمز کا بیان فرمایا ہے لیکن ہم پسماندگان کا حال بزرگوں کی حضورِ می کی دولت کے بغیر خراب و اُتر ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ المشائخ خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد ہماری حالت ظاہری مفارقت کی وجہ سے نہایت خراب ہے)

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ حدیث مبارکہ کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ بندہ مومن اللہ تعالیٰ کے ساتھ فطری اور حقیقی محبت اور تعلق کی وجہ سے اللہ کے قُرب اور اس کی معیت کا حامل ہوتا ہے لیکن ضروریاتِ انسانیہ اور حاجاتِ بشریہ کے غلبے اور خالق و مخلوق کے درمیان عدم مناسبت کی وجہ سے اس کا جسدِ نصری قُرب و اتصال کی راہ میں رکاوٹ بنا رہتا ہے۔ جو نہی بندہ مومن موت کے وقت بشری

تفاضل سے فارغ ہوتا ہے اور اس کی رُوح بدن کے تصرف سے آزاد ہو جاتی ہے تو وہ پورے طور پر اللہ تعالیٰ کے قُرب و اتصال کا مرتبہ حاصل کر لیتی ہے لہذا مومن کی موت اس کے لیے ترقی درجات اور حصول انعامات کا ذریعہ ہے لیکن ہم جیسے پسماندہ و پریشان حال عاجزوں پر حضرت خواجہ دہلوی قدس سرہ کے وصال کا یہ حادثہ فاجعہ بہت بڑا امتحان ہے البتہ بزرگوں کی وفات کے بعد ان کی رُوحانیت سے فیض و برکت حاصل کرنے کا طریقہ موجود ہے لیکن ان کی رُوحانیت سے فیض حاصل کرنا چند شرائط پر موقوف ہے جن کے پورا کرنے کی ہر شخص میں طاقت نہیں ہوتی اور وہ خاص رُوحانی افراد ہوتے ہیں۔ مبتدی مرید جو بدن کی قید میں ہوتا ہے اپنے مُرشدِ کامل کی رُوح سے فیض حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ دونوں کے درمیان مناسبت مفقود ہے۔ مُرشد اپنی ظاہری زندگی میں بدنی تعلقات کی وجہ سے اپنے مُریدوں سے پوری مناسبت رکھتا ہے اس لیے مُرید فیض حاصل کرنے میں بہت حد تک کامیاب رہتا ہے گو کامل شیخ وفات کے بعد بھی جس کو چاہیں رُوحانی تصرفات کے ذریعے فیض دے سکتے ہیں لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے جیسا کہ اہل طریقت کے نزدیک حصول فیض بطریق اولیت ایک مسلمہ حقیقت ہے اور سلسلہ نقشبندیہ کا شجرہ اولیہ اس کا شاہد عدل ہے۔

قبورِ اولیاء سے حصول فیض فنائے قلب پر موقوف ہے

ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ قبورِ اولیاء سے اخذ فیض جن شرائط سے مشروط ہے ان میں ایک نمایاں شرط فنائے قلب ہے جو توجہ، اخلاص، تزکیہ اور کثرتِ ذکر سے وابستہ ہے۔ فنائے قلب یہ ہے کہ سالک ماسوی اللہ کو فراموش کر دے، سالک کو فنائے قلب کے بعد عالم برزخ اور عالمِ وجوب کے ساتھ ایک

خاص مناسبت ہو جاتی ہے کیونکہ سالک اس مقام میں مادی تقاضوں سے کافی حد تک آزاد ہو جاتا ہے اور افادہ و استفادہ مناسبت کے ساتھ مربوط ہے یہی وجہ ہے کہ انسانی ہدایت کے لیے ملائکہ کی بجائے انسان ہی مبعوث ہوئے ہیں۔

انسان اپنی جامعیت کی جہت سے بہترین خلق بھی ہے اور بدترین خلق بھی

اس مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ انسان جامع ترین مخلوق ہونے کی جہت سے بہترین خلق بھی ہے اور بدترین خلق بھی۔ انبیائے کرام اور اولیائے عظام بھی ضروریات بشریہ سے بے نیاز نہیں ہوتے ان کی یہ احتیاج بھی جامعیت کے واسطے سے ہے یعنی انسان اجزائے عشرہ (دس اجزاء) سے مرکب ہے اور ان میں سے ہر جزو جو بشریت سے تعلق رکھتا ہے بشری تقاضوں کا محتاج ہے اور ہر تعلق مستلزم اعراض ہے کیونکہ انسان کا آئینہ جس قدر عالم و جوب کی تجلیات کے انعکاس کی گنجائش رکھتا ہے کوئی آئینہ مخلوقات میں سے اس قدر گنجائش نہیں رکھتا۔ اسی کاملیت و جامعیت کی وجہ سے انسان ہی بارِ امانت کا تحمل ہوا ہے۔

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

انسان کے بہترین یا بدترین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رُوحِ بدن کے ساتھ تعلقات قائم ہونے سے پہلے ایک لہجہ لطفی اور عالم و جوب کی طرف متوجہ تھی۔ اس کے بعد جب رُوح کا بدن کے ساتھ تعلق قائم ہوا تو جو رُوح عالم و جوب کی بلندیوں

اور وطن اصلی کی طرف واپس پرواز نہ کر سکی اور بدن کی ظلمت میں گم ہو کے رہ گئی تو وہ بدترین خلائق کہلائی اور کفار و فجار کے حکم میں داخل ہو گئی جو حیوانوں سے بھی بدتر ہیں اُولَئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ لَعَنَہُ حضرت شاہ شرف بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی رُوح سے ہی یوں خطاب فرمایا ہے۔

چند باشی از مقام خود جدا
چند گردی در بدر اے بے حیا
اور اگر کسی شیخ کامل کی صحبت اور توجہ کی برکت سے اس کی رُوح واپس عالم قدس کی طرف پرواز کر جائے اور مقام اصلی سے مشرف ہو جائے تو وہ بہترین خلائق کا مرتبہ حاصل کر لیتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنَا اِيَّاهَا

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

بیادت پناہ حضرت شیخ فرید بنجاری رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

وجودِ حق اور نبوت، امورِ بدیہیہ ہیں
سیر و سلوک سے مقصود تزکیہ نفس ہے

مکتوب - ۴۶

مَن جُود باری تعالیٰ وَتَقَدَّسَ وَهَمَّ حَنِینِ وَحَدِثِ
 اَوْسَجَّانَہِ بَلْکَ نُبُوتِ مُحَمَّدٍ رُّسُولِ اللّٰهِ نَبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
 عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ بَلْکَ جَمِیْعُ مَا جَاءَ بِہٖ مِنْ
 عِنْدِ اللّٰهِ بِدِیْہِی اَنْدَر تَقْدِیْرِ سَلَامَتِی مُدْرِکَہِ اِزْ اَفَاتِ
 رَدِیْہِ وَاَمْرٰضِ مَعْنَوِیَّہِ مُحْتٰجِ بِسَبْحِ فِکْرِ وِدٰیْلِی نَسِیْتَنْظَرُ وَاَنْفِکَ
 وِرْ اَنْہَا تَا زَمٰنِ وِجُودِ عَلْتِ وَثُبُوتِ اَفْتِ سِتْ اِمَا بَعْدِ اِزْ
 نَجَاتِ اِزْ مَرَضِ قَلْبِی وِرْفَعِ غَشَاوۃِ بَصْرِی غَیْرِ اِزْ بَدَاہِتِ
 یَسْبَحِ نِیْسِتِ مِثْلًا صَفْرٰتِی تَا زَمٰنَہِ کَہِ بَعَلْتِ صَفْرًا کَرْفَارِ
 سِتْ شِیْرِ مِیْنِی قَنْدِ وِنَبَاتِ زَوَاوُ مُحْتٰجِ بِدِیْلِی سِتْ

لیکن بعد از خلاصی از ان علت یہیج احتیاج بدلیل ندارد۔
 ترجمہ باری تعالیٰ و تقدس کا وجود اور اسی طرح اس پاک ذات کی وحدت
 بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بلکہ تمام جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ
 کی طرف سے لے کر آئے ہیں وہ بدیہی ہیں اور کسی فکر اور دلیل کے محتاج
 نہیں بشرطیکہ انسان کی قوت مدبرکہ ردی آفتوں اور باطنی مرضوں سے سالم و محفوظ
 ہو۔ ان مذکورہ امور میں فکر و نظر کرنا قوت مدبرکہ میں کسی مرض یا آفت کے موجود

ہونے تک ہے لیکن قلبی مرض سے نجات حاصل ہونے اور باطنی آنکھ کا حجاب اٹھنے کے بعد بداہت کے سوا اور کچھ نہیں جیسا کہ صفراوی مزاج والا انسان جب تک مرض صفراوی میں مبتلا ہے قند و مصری کی شیرینی اس کے نزدیک دلیل کی محتاج ہے لیکن اس مرض کے دور ہو جانے کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ تمام ایمانیات و احکام شرعیہ بدیہی ہیں یعنی ان کی صداقت و حقیقت پر دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہر سلیم الفطرت انسان جو امراض باطنیہ مثلاً حسد، تکبر، طمع، ریا، طول اہل اور سخل وغیرہ سے محفوظ ہو اور ماسوی اللہ کے ساتھ قلبی گرفتاری سے آزاد اور نفس کی امارتگی سے سلامت ہو اور تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے مقام تک پہنچا ہو اس کے لیے تمام احکام و مسائل شرعیہ بدیہی اور کشفی ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ صوفیائے عظام کے کثوف و الہامات اس امر کے شاہد ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ استدلال کا میدان بہت تنگ ہے اس سے یقین کا حاصل ہونا بہت ہی مشکل ہے جس طرح صفراء کا مریض شیرینی کو کڑوا محسوس کرتا ہے اسی طرح امراض باطنیہ کا مریض احکام شرعیہ کی صداقت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ لہذا صفراء کے مریض کا علاج ازالہ صفراء ہے اور منکر یقین کا علاج تزکیہ نفس ہے اور یہ امر ملحوظ رہنا چاہیے کہ یقین کے بغیر ایمان حقیقی حاصل نہیں ہوتا صرف ایمان صوری ثابت ہوتا ہے جب تک ایمان کی حقیقت میسر نہ آئے ایمان کے زوال پذیر ہونے کا خطرہ لاحق رہتا ہے جب ایمان کی حقیقت راسخ ہو جائے تو اس وقت ایمان زوال سے محفوظ ہو جاتا ہے یعنی تزکیہ نفس حاصل ہو جانے کے بعد احکام شرعیہ کشفی اور وجدانی ہو جاتے ہیں اور سالک کو یقین و اطمینان کی دولت ہاتھ آ جاتی ہے لیکن اس کے

باوجود یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیے کہ حُسنِ خاتمہ کی قطعیت محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور نصوصِ شرعیہ پر موقوف ہے جیسا کہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کو زبانِ رسالت علیٰ صا جہا الصلوات نے قطعی حجتی قرار دے کر محفوظ الایمان بنا دیا۔ اسی طرح وہ خوش نصیب حضرات بھی ظنِ غالب کی بنا پر محفوظ الایمان کہلاتے ہیں جو آیت کریمہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کے مصداق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمانِ کامل کی دولت سے مشرف فرمائے۔ (آمین)

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ سلاسلِ طریقت میں نیر و سلوک کی تعلیمات سے مقصود تزکیہٴ نفس (باطنی امراض کو دور کرنا) ہے تاکہ ایمان کی حقیقت حاصل ہو جائے۔ آیت کریمہ فَذَافِلِحَ مَنْ زَكَّاهَا اسی مفہوم پر دلالت کرتی ہے۔

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

یادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمہ اللہ علیہ



موضوع

ایمانے دین میں آپ (حضرت مجدد الف ثانی) کا کردار



مکتوب - ۴۷

متن بادشاه نسبت بعالم در رنگِ دل است
 نسبت ببدن که اگر دل صالح است بدن صالح است
 و اگر فاسد است فاسد صلاح بادشاه صلاح عالم است
 و فساد او فساد عالم میداند که در قرن ماضی بر سر اهل اسلام
 چها گذشته است ز بونی اهل اسلام با وجود کمال غربت در
 قرون سابقه ازین گذشته بود که مسلمانان بر دین خود باشند
 و کفار بر پیش خود کریمه لکم دینکم ولی دین بیان
 این معنی است و در قرن ماضی کفار بر بلا بطریق استیلا اجراء
 احکام کفر در دایر اسلام میکردند و مسلمانان از اظهار احکام اسلام
 عاجز بودند و اگر میکردند قتل میرسیدند و اولاد و امصیبتنا
 واحسرتنا واحزننا محمد رسول الله صلی

اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِلَهُ وَسَلَّمَ كَمُحِبِّ رِبِّ الْعَالَمِينَ اسْت

مُصَدِّقَانِ أَوْ ذُلِيلٍ وَخَوَارِ بُوَدُنْدٍ وَمُنْكَرَانِ أَوْ بَعْرَتٍ وَاعْتِبَارِ

ترجمہ: عالم کے ساتھ بادشاہ کی نسبت بدن کے ساتھ دل کی نسبت کی طرح ہے کہ اگر دل درست ہے تو بدن بھی درست ہے اور اگر دل خراب ہے تو بدن بھی بے کار ہو جاتا ہے۔ بادشاہ کے درست ہونے میں مملکت کی درستی ہے اور اسکے بگڑنے پر جہان بگڑ جاتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ صدی میں اہل اسلام کے سر پر کیا مصیبتیں گزری ہیں۔ گذشتہ صدیوں (یعنی ابتدائے اسلام) میں نہایت غربت کے باوجود بھی اہل اسلام کی خرابی و تباہی اس سے زیادہ نہیں ہوئی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر اور کفار اپنے طریقہ پر قائم تھے۔ آیہ کریمہ لَكُمْ دِينُكُمْ وَ لِي دِينِي "تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین" میں اسی حقیقت کا بیان ہے۔ گذشتہ صدی میں کفار غلبہ پا کر دارالاسلام میں کھلم کھلا کفر کے احکام جاری کرتے تھے اور مسلمان اسلامی احکام کے جاری کرنے سے عاجز تھے اور اگر وہ (ایسا) کرتے تھے تو قتل کر دیے جاتے تھے۔ ہائے ہلاکت، ہائے ہلاکت، ہائے افسوس اور غم۔ حق تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے تو ذلیل و خوار تھے اور آپ کے منکر لوگ عزت والے اور معتبر تھے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کی اچھائے دین کے لیے کی گئی گوششوں کا واضح بیان موجود ہے۔ ہندوستان کے مطلق العنان بادشاہ اکبر کے دور حکومت میں اسلامی شعائر کی جس قدر توہین ہوئی، اس وقت کے علماء سورا اور صفیائے خام نے جو کردار ادا کیا اس پوری صورت حال پر آپ خون کے آنسو رو رہے ہیں اور

اس بے انتہا غم اور بے چینی کا اظہار و اویلا اور اُنصیتناہ کے در و بھرے الفاظ سے فرما رہے ہیں۔ یہ آپ ہی کی خُدا و ادا استقامت تھی کہ اس دور میں اکبر کے خود ساختہ دین الہی کے مقابلے میں دینِ محمدی علیٰ جہاں الصلوٰۃ کا علم لہرایا اور اتنی بڑی باطل قوت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

مکتوبِ گرامی میں قرنِ سابق (گذشتہ صدی) سے مُراد سلطنتِ اکبر ہے اور ابتدائے بادشاہت سے مُراد سلطنتِ جہانگیر ہے۔ آپ اہلِ اسلام کو ترغیب دے رہے ہیں کہ اسلام دشمن حکومت (سلطنتِ اکبر) کے زوال کے بعد ان جہانگیر تخت نشین ہوا ہے۔ اس سے ہمیں نیک توقعات وابستہ ہیں شاید یہ حکومتِ اسلام کی مددگار ثابت ہو۔ لہذا لازم ہے کہ شریعت کے رواج وینے اور دین کو قوت پہنچانے میں بادشاہ کی رہنمائی کی جائے اور کتاب و سنت اور اجماعِ اُمت کے مطابق اہل سنت کے عقائد اور مسائلِ شرعیہ بیان کیے جائیں اور یہ علمائے حق اہل سنت و جماعت کی ذمہ داری ہے جو علمائے آخرت ہیں۔ گذشتہ صدی میں اسلام پر جو مصیبتیں آئیں وہ علماءِ سُوء یعنی علمائے دنیا کی وجہ سے آئی تھیں۔ بادشاہوں کو راہِ راست سے بہکانا انہی کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ دورِ جہانگیری میں بھی حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خلاف بادشاہ کے کان بھرنے والے اور اس کو راہِ راست سے بھٹکانے والے یہی علماءِ سُوء تھے جنہوں نے بادشاہ کے لیے سجدہٴ عظیمی جائز قرار دیا۔ خود بھی بادشاہ سے ملاقات کے وقت رسمِ سجدہ بجالاتے اور آپ کے رد و انقض میں لکھے ہوئے رسائل و مکتوبات کو غلط معانی کا جامہ پہنا کر حکومت میں شامل اُمراء و حکام اور شاہی خاندان کی خانمات و بیگمات سے رابطے پیدا کرتے اور انہیں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے خلاف بہکاتے رہتے تھے جس کے نتیجے میں آپ کو قلعہ گوئیاری میں بندش کے علاوہ اور بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ تائیدِ خداوندی کے سہارے استقامت گزیر رہے اور تجدیدِ اسلام کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کرتے رہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں گنند

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

بیاد پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

علماء و طلباء کی تعظیم
زوج شریعت کی فضیلت

مکتوب - ۲۸

متن در کتابت مولانا محمد قلیج موقوف مرقوم فرمودہ بودند
 جزوی خرچے برائے طالب علمان و صوفیان فرستادہ شد
 ذکر تقدیم طالب علمان بر صوفیان در نظر ہمت بسیار زیبا
 در آمد حکم الظاہر عنوان الباطن امید است کہ
 در باطن شریف نیز این جماعہ کرام تقدیم پیدا کردہ باشند
 کُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيهِ عِزٌّ اَزْكَوْهُ بَرٌّ
 ہمان تراود کہ در دست۔ و در تقدیم طالب علمان ترویج
 شریعت است حاظران شریعت ایشاند و ملت مصطفویہ
 عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامَاتُ
 بایشان برپاست۔

ترجمہ : آپ نے مولانا محمد قلیج موقوف کے خط پر تحریر فرمایا تھا کہ طالب علموں اور
 صوفیوں کے لیے کچھ خرچہ بھیجا گیا ہے صوفیوں پر طالب علموں کے ذکر کو مقدم رکھنا آپ
 کی بلند ہمتی کے پیش نظر بہت اچھا معلوم ہوا ہے۔ اس حکم کے مطابق کہ ”ظاہر باطن کا
 دیباچہ ہوتا ہے“ امید ہے کہ آپ کے باطن شریف میں بھی اس عزت والی جماعت

اطالبان علم کا مقدم ہونا پیدا ہو گیا ہوگا کیونکہ ہر برتن سے وہی چیز نکلتی ہے جو اس کے اندر ہوتی ہے۔

ع کوزہ سے وہی کچھ نکلتا ہے جو کچھ اس کے اندر ہوتا ہے اور طالب علموں کے مقدم کرنے میں شریعت کو رواج دینا ہے کیونکہ شریعت کے اٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور دینِ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت اہی کے ساتھ قائم ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہ مکتوب حضرت شیخ فرید بخاری علیہ الرحمہ کی طرف تحریر فرمایا۔ انہوں نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا تھا۔ جس میں طالب علموں اور صوفیوں کے لیے کچھ اخراجات بھیجنے کا اظہار کیا تھا۔ اس خط میں انہوں نے طالب علموں کا ذکر صوفیوں کے ذکر پر مقدم رکھا تھا جس پر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اظہارِ مسرت فرماتے ہوئے اُمید ظاہر فرمائی کہ آپ کا باطن بھی علماء و طلباء کی تعظیم سے سرشار ہے یہ بزرگ جماعت ہی شریعت کو رواج دینے والی مذہب و ملت کے تشخص کو اجاگر کرنے والی اور دینی اقدار کو قائم رکھنے والی ہے کیونکہ یہی گروہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی کامل وراثت کا حامل ہے اور انبیاء کرام شریعتوں کو رواج دینے پر مامور تھے جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے احکام بجالانے پر ہی منحصر ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کل قیامت کے دن شریعت کے متعلق پوچھا جائے گا، تصوف کی بابت نہیں پوچھا جائے گا۔ لہذا علماء شریعت کا مرتبہ صوفیاء اور شہداء کے مرتبے سے بھی بلند تر ہے۔

چنانچہ ایک مکتوب میں آپ نے وضاحت فرمائی ہے کہ علوم شریعتیہ کی تعلیم و تدریس، ذکر و فکر سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اگر سارا وقت درس میں ہی صرف ہو جائے تو

نہایت بہتر ہے۔ رات کے اوقات ذکر و فکر کے لیے وسیع ہیں۔
 نیز آپ نے صراحت فرمائی ہے کہ اہل سنت کے علمائے ظاہر اگرچہ بعض اعمال
 میں قاصر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق ان کے درست عقائد کا جمال
 اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ وہ کوتاہی و کمی اس کے مقابلے میں کسب (ناچیز) دکھائی
 دیتی ہے۔

بیت

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی راہ میں کروڑوں
 روپیہ خرچ کر دینے سے بھی زیادہ بہتر یہ ہے کہ شرعی مسائل میں سے
 ایک مسئلہ کو رواج دیا جائے کیونکہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اقتدار ہے۔ اسی لیے
 آپ مخیر حضرات کو علماء و طلباء کی مالی اعانت پر ترغیب دیا کرتے تھے چنانچہ شیخ فرید
 بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی تربیت کی وجہ سے ہی جذبہ رکھتے تھے اور طلباء، علماء
 اور فقہار پر اپنا مال زیادہ خرچ کیا کرتے تھے کیونکہ یہ حضرات مسائل و احکام شریعت
 کی تعلیم و تبلیغ پر مامور ہیں۔

مشہور تابعی حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ اپنے
 صدقات و معروفات کو علماء و طلباء کے لیے وقف رکھتے۔ ایک مرتبہ ان سے
 عرض کیا گیا کہ آپ اپنے معروفات میں تعمیر کیوں نہیں فرماتے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ
 مجھے انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد علماء سے بہتر کوئی گروہ نظر نہیں آتا۔ میری رائے
 میں ان کو علم کی طرف متوجہ رکھنا فرائض میں داخل ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ گروہ اپنی روزی
 کی ضروریات میں اُبھارے تو حصول علم کے لیے اپنی کوششوں کو کیونکر جاری رکھ سکے گا
 لہذا ان کو کسب معاش کی فکر سے آزاد رکھنا اور ترویج علم و شریعت کے لیے سارے
 لمحات ہتیا کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔

۱۳ دفتر دوم مکتوب ، ۸ ، دفتر اول مکتوب ، ۸ ، تعلیمات غزالی

ترویج شریعت کی فضیلت

متن
ایجا کسی سوال نکلند کہ طالب علم گرفتار از
صوفی وارستہ چون مُقدم باشد جواب

گوئیم کہ او ہنوز حقیقتِ سخن را در نیافتہ است طالب علم
با وجود گرفتاری سببِ نجاتِ خلّاق است چہ تبلیغِ احکامِ
شرعی از وی میسر است اگرچہ خود بان منتفع نشود و صوفی
با وجودِ وارستگی نفسِ خود را خلاص ساختہ است
بخلائق کارے ندارد۔

ترجمہ : اس جگہ کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ گرفتار (ماریوئی اللہ میں) طالب علم، آزاد
(ماریوئی اللہ سے) صوفی سے کس طرح مقدم ہوگا۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس
شخص (سائل) نے اس سئلہ کی حقیقت کو معلوم نہیں کیا طالب علم باوجود گرفتاری کے
مخلوق کی نجات کا سبب ہے۔ کیونکہ اس کو احکامِ شریعت کی تبلیغ میسر ہے۔ اگرچہ
خود اس سے نفع حاصل نہیں کرتا اور صوفی نے ماریوئی اللہ سے آزادی کے باوجود
صرف اپنے نفس کو آزاد کیا ہے مخلوق کے ساتھ اس کو کوئی کام نہیں رہا۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صوفی اگرچہ ماریوئی اللہ سے آزاد ہے

مگر اس کو صرف اپنی نجات حاصل ہے جبکہ علماء اور طلباء اگرچہ ماسومی اللہ سے آزاد نہ بھی ہوں مخلوق کی نجات کے کفیل ہیں۔ کیونکہ انہیں تعلیم دین اور ترویج شریعت کی سعادت میسر آئی ہے۔ ہاں وہ صوفی جو فنا و بقا کے بعد نزول کر کے دعوت و ارشاد کی سند پر رونق افروز ہو اور علم باطن کے ساتھ علم ظاہر کی دولت سے بھی آراستہ ہو ایسے صوفی کو کمالات نبوت سے حصہ ملتا ہے اور وہ بھی شریعت کی ترویج و تبلیغ کرنے والوں میں شمار کیا جائے گا اور علماء شریعت کے حکم میں داخل ہوگا۔ ایک دوسرے مقام پر آپ نے فرمایا کہ ایسا صوفی جو جامع شریعت و طریقت ہو علمائے ظواہر شریعت سے کامل ہوتا ہے۔ کیونکہ علم ظاہر و باطن دونوں انبیاء کی میراث ہیں۔ لہذا تمام متروکہ میراث سے کامل حصہ رکھنے والا ہی کامل وارث ہوتا ہے۔ اس لیے صوفی کا کامل ظاہر شریعت کا بھی معلم ہوتا ہے اور باطن شریعت کا بھی مبلغ ہوتا ہے۔

دفتر اول مکتوب ۴۹

مکتوب الیہ

یادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمہ اللہ علیہ



موضوع

ظاہری اور باطنی سعادتوں کا راز



مکتوب - ۴۹

ظاہری اور باطنی سعادتوں کا راز احکام شرعیہ کی
پابندی اور ناسوی اللہ کی گرفتاری سے آزادی میں ہے۔

متن
فی الحقیقت دولتِ صوری مُتخلی شدنِ ظاہر
است با احکامِ شرعیہ مُصطفویہ علیٰ صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ وسعادتِ معنوی خلاصی باطن است
از گرفتاریِ ما دونِ حق سبحانہ تا کہ ام صاحبِ دولتِ باطن
دو کرامتِ مشرف سازند۔

ع کار این ست و غیبِ این ہمہ ہیج

ترجمہ : درحقیقت ظاہری دولت یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر کو احکام شرعیہ
کے ساتھ آراستہ کرے اور باطنی سعادت یہ ہے کہ اپنے باطن کو ناسوی اللہ کی
گرفتاری سے آزاد کرے، دیکھیے! حق سبحانہ و تعالیٰ کس صاحبِ نصیب کو ان
دونوں دولتوں سے مشرف فرماتے ہیں۔

ع کام یہ ہے اور باقی سب کچھ ہیج ہے

زیر نظر مکتوب کی ابتداء میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک دعائیہ جملہ تحریر فرمایا ہے یعنی " اللہ تعالیٰ آپ کو ظاہری اور باطنی سعادتوں سے سرفراز فرمائے " اس کے بعد آپ خود ہی تصریح فرماتے ہیں کہ ظاہری سعادت اپنے ظاہر کو حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے احکام کے ساتھ آراستہ کرنے سے وابستہ ہے اور باطنی سعادت اپنے باطن کو مابوسی اللہ کی گرفتاری سے آزاد کرنے کے ساتھ مربوط ہے۔ جب کسی خوش نصیب کو یہ دونوں دولتیں مینسر آجاتی ہیں تو وہ فنائے قلب اور تزکیہ نفس کی منزلوں سے شاد کام ہو جاتا ہے اور اس کے ظاہر و باطن کی دونوں آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور وہ جامع شریعت و طریقت کہلانے کا حقدار بن جاتا ہے اور یہی حقیقی کامیابی ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى لَهُ

دفتر اول مکتوب ۵۰

مکتوب الیہ

بیادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

دنیا کی مذمت - زہد کی فضیلت

مکتوب - ۵۰

متن دنیا بظاہر شیرین است و بصورت طراوت
دارد و فی الحقیقت سُمی است قاتل و متاعی
است باطل و گرفتاریت لا طائل۔

ترجمہ: دنیا ظاہری طور پر میٹھی ہے اور صورت کے اعتبار سے تازگی رکھتی ہے
لیکن حقیقت میں زہر قاتل اور متاع باطل اور بے فائدہ گرفتاری ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ اس مکتوب میں کمبہنی دُنیا کی مذمت کرتے ہوئے
اس کو زہر قاتل اور متاع باطل قرار دے رہے ہیں۔ دُنیا کے طالب کو ذلیل و خوار اور
مجنون شمار کر رہے ہیں۔ جو لوگ اس دُنیا کی ظاہری تروتازگی پر عاشق ہو گئے ہیں ان کی
مثال اس بے وقوف اور پاگل کی طرح ہے جو زہر آلود کھانے کو بڑی رغبت سے
تناول کر کے اپنی موت کا خود سامان مہیا کر لیتا ہے۔

ترک دُنیا کا فلسفہ صوفیائے کرام کے نزدیک دُنیا کے ترک کا مفہوم
نہیں کہ ظاہری زینت و آرائش اور اللہ تعالیٰ
کی بے بہا نعمتوں سے مُنہ موڑ لیا جائے بلکہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی یاد اور حُضوری
سے غفلت اور ترک فکرِ آخرت کا نام دُنیا ہے۔ اگر دُنیا کی خوبیوں اور نعمتوں کو آخرت
کی حقیقی زندگی کے لیے استعمال کیا جائے اور اس استعمال سے خواہشاتِ نفس کی تکمیل

مقصود نہ ہو بلکہ احکام خداوندی کی تعمیل مقصود ہو تو اس صورت میں دنیا اور آخرت دونوں محمود ہیں۔ آیت کریمہ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً لِہ اسی مفہوم کی غماز ہے۔

◎ حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

الْبَيْسُ مَعَ النَّاسِ مَا يَلْبَسُونَ وَتَنَاوَلُ مِمَّا يَأْكُلُونَ
وَانْفَرَدَ عَنْهُمْ بِالسِّرِّ۔

یعنی لوگ جو کچھ پہنتے اور کھاتے ہیں تم بھی پہنو اور کھاؤ۔ امتیاز صرف قلب اور باطن کی تبدیلی کا ہے۔

◎ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جو فرمایا ہے کہ صوفی کا ن بآن ہو تا ہے اس کا بھی یہی مفہوم ہے۔

صوفیائے عظام کے نزدیک خلوت اور عزلت کا یہ معنی نہیں کہ مخلوق سے بعد مکانی اختیار کر لیا جائے بلکہ ان کا مقصود عارضی اور وقتی طور پر خلوت گزینی ہے تاکہ سالک کچھ عرصے تک اپنے نفس کی خرابیوں کا نہایت یکسوئی اور غیر جانبداری سے جائزہ لے کر اپنے آپ کو اس طرح بدل سکے کہ جب خلوت سے نکل کر جلوت میں آئے تو لوگوں کے لیے اس کا وجود مفید اور بابرکت ثابت ہو۔ آیت کریمہ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا لہ اسی مفہوم پر دلالت کرتی ہے۔

تصوف کا نصب العین تزکیہ نفس اور اصلاح معاشرہ ہے۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اولیائے کبار رحمۃ اللہ علیہم اسی مقصد کو بروئے کار لاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور فکرِ آخرت ہمیشہ ان کے پیش نظر رہی ہے۔ مفکرینِ یورپ نے ان پاکباز ہستیوں کے مجاہدات و ریاضات اور ترک دنیا کا غلط مفہوم لیا ہے اور انہیں نفسیاتی

اور ذہنی مریض یا دنیاوی ذمہ داریوں سے مفرور قرار دے کر اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ صوفیائے کرام ہی وہ باکمال اور باہمت ہستیاں ہیں جنہوں نے مجاہدات اور خلوت گزینی کے ذریعے اپنی اصلاح اور بعد میں مخلوق خدا کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور لاکھوں دلوں میں اسلامی و روحانی انقلاب پیدا کر دیئے۔ تاریخ تصوف کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ اسے زندہ، جاندار اور متحرک تصوف کے داعی ہیں اور اسی تصوف کے حاملین کو ہم کامیاب صوفیاء کہیں گے۔

جو صوفی اس مقصد پر پورا نہیں اترے اور ترک دنیا اور خلوت گزینی کو ہی مستقل شغل سمجھتے رہے اور مخلوق خدا کی اصلاح اور تزکیہ کے فرائض سرانجام نہ دے سکے ان کے متعلق ہماری محتاط رائے یہی ہے کہ وہ ارباب ہمت میں سے نہیں ہیں۔ وہ بلند روحانی استعداد نہ ہونے کی وجہ سے معذور ہی سمجھے جائیں گے۔ دین اسلام میں اس قسم کی رہبانیت کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔

حدیث مبارکہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ ۚ میں یہی سبق دیا گیا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مکتوب میں وصیت کا ایک بہترین طریقہ بیان فرمایا ہے

اور زُهد کی ترغیب دلائی ہے جیسا کہ فقہاء و علماء فرماتے ہیں کہ وَلَوْ أَوْصَى لِلْعُقَلَاءِ الزَّاهِدِينَ لَأَنَّهُمْ هُمُ الْعُقَلَاءُ فِي الْحَقِيقَةِ ۚ
یعنی اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال کسی عقل مند کو دیا جائے تو زاہد کو دینا چاہیے کیونکہ زاہد دنیا کی طرف رغبت نہیں رکھتا اور دنیا سے بے رغبتی ہی اس کے

نہایت عقل مند ہونے کی علامت ہے۔ لہذا درحقیقت زاہد لوگ ہی عقل مند ہوتے ہیں کیونکہ دنیا اور اس کا مال و متاع فانی و عارضی ہے عقل مند وہ ہے جو فانی کی بجائے باقی سے اور عارضی کی بجائے دائمی سے پیار کرے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے زُہد کی تعریف میں فرمایا،

الزُّهْدُ اسْتِصْغَارُ الدُّنْيَا وَمَحْوُ اثْرِهَا مِنْ الْقَلْبِ

مکتوب کے آخر میں آپ نے حضرت شیخ سید محاسبہ عاجلہ و آجلہ فرید بخاری علیہ الرحمۃ کی طرف فضائل مآب حضرت شیخ زکریا علیہ الرحمۃ کے لیے سفارش فرمائی ہے جیسا کہ مکتوب ۴۳ میں بھی ان کی سفارش فرما چکے ہیں کہ وہ پیرانہ سالی کے باوجود کمر وڑی گرمی یعنی تحصیل داری میں گرفتار ہیں اور نئی تقرریوں میں بھی اسی خدمت پر مامور رہنا چاہتے اور محاسبہ عاجلہ سے ہر اسان و پریشان ہیں حالانکہ محاسبہ عاجلہ (دنیاوی حساب دینا) محاسبہ آجلہ (آخرت میں حساب دینا) سے بہت زیادہ آسان ہے جبکہ مومن کو حساب دینا سے حساب آخرت کی زیادہ فکر ہونی چاہیے۔

دفتر اول مکتوب ۵۱

مکتوب الیہ

یادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

ترغیب اچھے دین حضرت دہلی

والدہ بزرگوار

مکتوب - ۵۱

ترغیب اچائے دین

مَنْ
 امْرُوزْ غُرْبًا بِرِ اَهْلِ اِسْلَامٍ رَادِرٍ بِطُورٍ كَرِوَابِ
 ضَلَالَتِ اُمِّيْدِ نَجَاتِ هِمِّ اَزْ سَفِيْنَةِ اَهْلِ بَيْتِ خَيْرِ الْبَشَرِيَّةِ
 عَلَيْهِ وَعَلَى اِلٰهِ مِنَ الصَّلٰوَاتِ اَتْمُهَا وَ
 مِنَ التَّحِيَّاتِ وَالتَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا
 قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ مِثْلُ اَهْلِ
 بَيْتِي كَمِثْلِ سَفِيْنَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا
 نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ *

ترجمہ : آج بے چارے مسلمانوں کو ایسی گمراہی کے بھنور میں نجات کی اُمید بھی
 حضرت خیر البشر کے اہل بیت کی کشتی سے ہے (آپ پر اور آپ کی آل پر پورے
 صلوات اور کامل تحیات و تسلیمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے اہل بیت

☆ تخریج حدیث : حدیث مذکور مِثْلُ اَهْلِ بَيْتِي اِسْمٌ كُوْشِكُوَّةٌ شَرِيْفٌ فِيْ حَضْرَتِ الْوَدْرِ غَفَارِي
 رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سِے اور سند احمد و بزار میں حضرت ابن عباس اور حضرت عبد اللہ بن زبیر
 رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم سِے اور حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے ہٹ گیا ہلاک ہو گیا۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مکتوب میں حضرت سید فرید بخاری کو دعا دیتے ہوئے ان کے وجودِ سعود کو ملتِ اسلامیہ کے لیے غنیمت قرار دیا ہے۔ اور ان کو تحریکِ احیائے دین کے لیے ایک معاون قوت کے طور پر ترویجِ شریعت کے لیے ترغیب اور دعوتِ عمل ارشاد فرمائی ہے اور اس حقیقت کا برملا اظہار فرمایا ہے کہ اس گمراہی کے دور میں بے چارے مسلمان اہل بیت کی کشتی سے ہی نجات کی امید البتہ کیے ہوئے ہیں کیونکہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کشتی نوح کی مانند ہیں جو ان کی کشتی میں سوار ہو جائے گا نجات پا جائے گا اور جس نے ان کی کشتی سے منہ موڑ لیا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

حضرت دہلی

مسن ہلال ماہ مبارک رمضان در حضرت دہلی دیدہ
شدمرضی حضرت والدہ بزرگوار در توقف مفہوم کشت
بضرورت تا استماع ختم قرآن توقف نمودہ۔

ترجمہ : ماہ رمضان المبارک کا چاند حضرت دہلی میں دیکھا گیا حضرت والدہ بزرگوار کی مرضی وہیں ٹھہرنے کے بارے میں معلوم ہوئی۔ لہذا ضروری سمجھا کہ ختم قرآن حکیم کے سننے تک حضرت دہلی میں ہی ٹھہرا جائے۔

کَمَا قَالَ الشَّاعِرُ

وَمِنْ مَذَهَبِ حُبِّ الدِّيَارِ لِأَهْلِهَا

وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشِقُونَ مَذَاهِبُ

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است

اَلْخُنْكَ شَهْرٌ كَمَا أَنْجَا وَلِبْرٍ اسْت

والدہ بزرگوار سے مراد حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ

والدہ بزرگوار

اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ہیں جو خاندان سادات سے تھیں اور

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد بقید حیات تھیں اور خود حضرت خواجہ

علیہ الرحمۃ جوانی کے عالم میں بعمر چالیس برس وصال فرما چکے تھے۔

دفتر اول مکتوب ۵۲

مکتوب الیہ

یادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

نفس امارہ کی مذمت۔ ریاضت کی دوہیں

کلیدیہ تزکیہ نفس کا مجرب علاج ہے

مقام طریقت و مقام حقیقت

مکتوب - ۵۲

مَنْ مَخْدُومًا مَكَرَّمًا نَفْسَ امَّارَةَ انْسَانِيٍّ مَجْبُولٍ اسْت
 بِرَحْبٍ جَاهٍ وَرِيَاسَتٍ وَهَمِكِيٍّ هَمَّتْ اَوْ تَرْفَعُ بِرَأْفَتِ اسْت
 وَبِالذَّاتِ خَوَابِرِ انْسَتِ كِهْ خَلَّاقِ هَمَّهْ بُوِيٍّ مَحْتَاكِ بَاشَنْد
 وَمَنْتَقَادِ اَوْ اَمْرٍ وَاوَاهِيٍّ اَوْ كَرْدَنْدِ وَاوَاهِيٍّ كَسِ مَحْتَاكِ نَبَاشَنْدِ وَمَحْكُومِ
 اَحَدِيٍّ نَبُوْدِ اَيْنِ دَعْوِيٍّ اَلُوْهِيَّتِ اسْتِ اَزْوِيٍّ وَشَرِكْتِ اسْتِ
 بَخْدَانِيٍّ بِيٍّ هَمْتَا جَلِّ سُلْطَانَهْ، بَلَكِهْ اَنْ بِيٍّ سَعَادَتِ بَشَرْتِ
 هَمِ رَاضِيٍّ نَيْسَتِ مَسْخُوْا هِدْ كِهْ حَاكِمِ اَوْ بَاشَنْدِ وَاوَاهِيٍّ وَهَمَّهْ مَحْكُومِ اَوْ
 بَاشَنْدِ فِقْطِ دَرِ حَدِيْثِ قَدْسِيٍّ اَمْدَهْ اسْتِ عَادِ نَفْسِكَ فَاِنَّهَا
 اِنْتَصَبَتْ بِمَعَادَاتِيٍّ

ترجمہ: میرے مخدوم مکرم! انسان کا نفس امارہ، جاہ و ریاست (مرتبہ اور حکومت) کی محبت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اس کی تمام تر کوشش و ہمت اپنے ہم عصر لوگوں پر بلندی حاصل کرنا ہے۔ دراصل وہ فطرتاً اس بات کا خواہشمند ہے کہ تمام مخلوق

اس کی محتاج اور اس کے احکامات و منہیات کی تابع ہو جائے اور وہ خود کسی ایک شخص کا بھی محتاج اور محکوم نہ ہو۔ اس کی یہ خواہش دراصل الوہیت اور خدائے بے مثل علیٰ سلطانیہ کے ساتھ شرکت کا دعویٰ ہے بلکہ وہ بد بخت شرکت پر بھی راضی نہیں وہ تو خود حاکم مطلق بننا چاہتا ہے اور سب کو اپنا محکوم رکھنا چاہتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں وارد ہے کہ اپنے نفس سے دشمنی کر کیونکہ وہ میری دشمنی پر کمر بستہ ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب کی ابتداء میں چند دعائیہ کلمات ہیں جن میں سے ایک حمد

یہ بھی ہے۔

يَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنَا

یہ قطعہ شعر ایک معروف عاشق کی طرف منسوب ہے جس کو مجنوں کہا جاتا ہے اور وہ لیلیٰ کے عشق میں گرفتار تھا۔ روایت ہے کہ جب مجنوں کو اس کے والدین، حرم کعبہ شریفین میں لے گئے اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا دعا کر کہ اللہ تعالیٰ تیرے دل سے لیلیٰ کا عشق نکال دے۔ مجنوں نے اس کی بجائے یہ شعر اپنی دعا میں پڑھنا شروع کر دیا۔

يَا رَبِّيْ لَا تَسْلُبْنِيْ جِهًا اَبَدًا
وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنَا

یعنی اے میرے رب! لیلیٰ کی محبت میرے دل سے نہ نکال اور جو میری اس دعا پر آئین کہے اس پر رحم فرما۔

اس مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے نفسِ امارہ کی مذمت اور اس کے ذاتی مرض کا ازالہ و علاج بیان فرمایا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ انسان کا نفسِ امارہ فطری طور پر جاہ و ریاست کی محبت رکھتا ہے اور اپنے ساتھیوں و ہم عصروں پر فوقیت

اور برتری کا خواہشمند رہتا ہے۔ گویا یہ نفسِ امارہ کا دعویٰ الوہیت و شریکت ہے بلکہ بلا شریکت غیرے، خود حاکم مطلق ہونیکا زعمِ باطل ہے نیز آپ فرماتے ہیں کہ نفس کی ایسی تمام خواہشات (جو کہ شرک اور تکبر پر مشتمل ہیں) کی تحصیل و تکمیل میں مشغول ہونانی الحقیقت دشمنِ خدا کی امداد کرنا ہے۔ حالانکہ حدیثِ قدسی میں فرمایا گیا ہے:

عَادِ نَفْسَكَ فَإِنَّهَا انْتَصَبَتْ بِمَعَادِائِي ۱۰

یعنی اپنے نفس کی مخالفت و دشمنی کیا کرو کیونکہ وہ میری مخالفت اور دشمنی پر

کمر بستہ ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیثِ قدسی بھی اسی مضمون و مفہوم کو ثابت کرتی ہے:

الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعُظْمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا

أَدْخَلْتُهُ النَّارَ ۱۱

یعنی تکبر میری چادر ہے اور عظمت (بڑائی) میرا ازار ہے۔ پس جس نے ان دونوں

میں سے کسی ایک چیز میں بھی مجھ سے جھگڑا کیا تو میں اس کو آتشِ دوزخ میں ڈال دوں گا۔

بعض احادیثِ مبارکہ میں دنیا کو حق تعالیٰ کے نزدیک اسی لیے ملعونہ و مفضوبہ قرار

دیا گیا ہے کہ دنیا کا حصول، نفس کی خواہشات کے حاصل ہونے میں مددگار ہے۔ پس

اللہ تعالیٰ کے دشمن (نفس) کی مدد کرنے والا بالضرور مستحق لعنت و غضب ہے اور فقر کو

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے لیے فخر قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے

کہ فقر میں نفس کی نامرادی اور عجز ثابت ہوتا ہے۔ انبیائے کرام کی بعثت سے مقصود بھی

شرعی احکامات پر عمل کے ذریعے نفس کو عاجز اور خراب کرنا ہے کیونکہ شرعی احکامات

نفسانی خواہشات کو دور کرنے کے لیے وارد ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خواہشات

نفسانی کو دور کرنے میں شرعی احکامات میں سے ایک حکم پر عمل کرنا، ان ہزار سالہ مجاہدوں

اور ریاضتوں سے بہتر ہے جو اپنی طرف سے کی جائیں بلکہ وہ مجاہدے و ریاضتیں جو شریعت کے مطابق واقع نہیں ہوئے ہیں، نفسانی خواہشات کو مدد اور قوت دینے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برہمنوں، جوگیوں، پادریوں اور حکمائے یونان کے مجاہدے ان کے لیے فائدہ ثابت نہیں ہوئے اور نفس کی تقویت اور پرورش کے سوا انہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ ان کی ریاضتیں شرعی تقاضوں کے تابع واقع نہیں ہوئیں۔ مثال کے طور پر زکوٰۃ ادا کرنا شرعی حکم ہے لہذا زکوٰۃ کا ایک دینار خرچ کرنا نفس کو ذلیل اور ضراب کرنے میں اپنی مرضی کے ساتھ ہزار دینار خرچ کرنے سے زیادہ بہتر و مفید ہے اور عید الفطر کے دن کھانا پینا اپنی مرضی سے کئی سال کے روزے رکھنے سے زیادہ افضل ہے اور نماز فجر باجماعت ادا کرنا تمام رات نقلی نمازیں پڑھنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ غرضیکہ شریعت کے مطابق عمل کرنا خواہ وہ عمل بظاہر چھوٹا اور معمولی معلوم ہو نفس کے تزکیہ کا باعث بنتا ہے اور نجات، شریعت کے احکام بجالانے میں ہے نہ کہ محض مجاہدوں اور ریاضتوں میں۔

ریاضت کی قسمیں

ریاضت کی دو قسمیں ہیں :

۱۔ ریاضتِ تابعین

۲۔ ریاضتِ منکرین

سنت اور شریعت کے مطابق مجاہدہ و ریاضت بجالانا، ریاضتِ تابعین کہلاتی ہے جو اصلاحِ نفس کے لیے ہے اور لطیفان و تزکیہ نفس کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ یہ اولیائے کرام کی ریاضت ہے جو اتباعِ سنت اور پیرویِ شریعت پر مشتمل ہے۔

یہ ریاضت جو سنتِ محمدیہ و شریعتِ اسلامیہ کے منکرین کا مشغلہ ریاضتِ منکرین ہے صرف سببِ تصفیہٴ نفس ہے جو مکشوفاتِ کونیہ کا باعث

ہے۔ تزکیہ نفس اور مکشوفاتِ عالم و جہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ جوگیوں، برہمنوں، پادریوں اور حکمائے یونان کی ریاضت ہے۔ انہیں بعض ظاہری کمالات حاصل ہوتے ہیں لیکن قربِ خداوندی اور باطنی کمالات سے بے نصیب ہوتے ہیں۔ تصفیہ نفس کی مثال، تانبے پر سونے کا پانی چھڑھانے سے واضح ہوتی ہے اور تزکیہ نفس کا عمل، کیمیا کے ذریعے تانبے کو خالص سونا بنانے کے مشابہ ہے۔ گویا تصفیہ نفس، طمع سازی ہے اور تزکیہ نفس انقلابِ حقیقت، ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ فَافْهَمُوا

کلمہ طیبہ تزکیہ نفس کا مجرب علاج ہے

متن کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہ موضوع است
برائے نفی آریہ افساقی و انفسی در تزکیہ نفس و
تطہیر آن ارفع و انسب است اکابر طریقت قدس
اللہ تعالیٰ ائسرارہم از برائے تزکیہ نفس ہمین کلمہ طیبہ را

اختیار فرمودہ اند۔

تا بجا روپ لا نروپی راہ
نرسی در سرائے اِلَّا اللّٰہ

ہر گاہ نفس در مقام سرکشی آید و نقض عہد نماید بتکرار
این کلمہ تجدید ایمان باید نمود قال علیہ الصلوٰۃ و

السَّلَامُ حَبْدٌ وَإِيمَانُكُمْ بِقَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 ترجمہ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ آفاقی و انفسی (بیرونی و اندرونی) معبودوں کی
 نفی کے لیے وضع کیا گیا ہے، تزکیہ نفس کے لیے بہت مفید اور نہایت مناسب ہے۔
 بزرگانِ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اَسْرَارُهُمْ نے نفس کے تزکیہ کے لیے اسی کلمہ طیبہ
 کو اختیار فرمایا ہے۔ (ترجمہ شعر)

جب تک لاکھ جھاڑوں سے راہ صاف نہ کریگا
 إِلَّا اللَّهُ کی سرانے میں داخل نہ ہو سکے گا
 جب نفس سرکشی کے مقام میں آجائے اور عہد شکنی کرے تو اس کلمہ کے تکرار
 سے ایمان کو تازہ کرنا چاہیے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے
 تکرار سے اپنے ایمان تازہ کیا کرو۔

شرح

مقامِ طریقت و مقامِ حقیقت
 سطور بالا میں کلمہ نفی اثبات کے تکرار
 کو تزکیہ نفس کے لیے بنیادی نسخہ قرار
 دیا گیا ہے۔ اہل تصوف کے نزدیک اس کلمہ میں دو مقام موجود ہیں۔

۱۔ مقامِ طریقت ۲۔ مقامِ حقیقت

مقامِ طریقت
 کلمہ نفی اثبات کا پہلا جزو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے اس میں ماسوی اللہ
 کی نفی ہے۔ اسی مقامِ نفی کو مقامِ طریقت کہا جاتا ہے۔
 مقامِ حقیقت
 کلمہ نفی اثبات کا دوسرا جزو إِلَّا اللَّهُ ہے۔ اس میں ذاتِ کائنات
 ہے۔ اسی مقامِ اثبات کو مقامِ حقیقت کہا جاتا ہے۔ یعنی راک
 جب شہودِ ماسوی سے فارغ ہو کر شہودِ مراتب و جوب تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو اس
 وقت اس کو مصداقاتِ قضایا نے شریعہ کا مشاہدہ نصیب ہو جاتا ہے۔ گویا مقام

طریقیت میں سالک کو شریعت کی صورت سے شریعت کی حقیقت کی طرف راہ ملتی ہے اور مقام حقیقت میں پہنچ کر سالک تمام شرعی احکام و اعمال کے ثمرات و اثرات کو از روئے کشف مشاہدہ کر لیتا ہے اور اگر ایسا سالک صاحب کشف نہ بھی ہو تب بھی اس کے اور عالم وجود کے درمیان حجاب باقی نہیں رہتا۔ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ مقام نفی کو حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے انجام تک پہنچایا اور مقام اثبات کو حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام تک پہنچایا۔ تخلیق سے غرض یہ تھی کہ بندہ غیر کی گرفتاری سے نجات حاصل کرے اور مشاہدہ کی منزل پر فائز ہو جائے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لَا أُحِبُّ الْأَفْلَیْنِ فرما کر غیر کی گرفتاری سے نجات کا مرتبہ مکمل کیا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللَّهُمَّ زِدْنِي تَحْيِيرًا فَيَدُكَ فرما کر مشاہدہ کے مرتبہ کو تکمیل تک پہنچانے کی خبر ارشاد فرمادی یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام غیر کی گرفتاری سے نجات حاصل ہونے کا اعلان تو فرماتے ہے مگر دنیا میں مشاہدہ و رویت سے مشرف نہ ہوئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ و رویت سے مشرف ہو کر تخلیق کا مقصد و مفاد انجام تک پہنچا دیا اور کسی دوسرے نبی یا رسول کے آنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حقیقت کو مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ مقام ختم نبوت کو بھی مکمل کر دیا (وَلِلَّهِ الْحَمْدُ)

دفتر اول مکتوب ۵۳

مکتوب الیہ

یاد تپناہ حضرت شیخ فرید بنجاری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

دیندار عالم کی تقرری کی سفارش
عساکر کی دوہیں

مکتوب - ۵۳

متن شنیذہ شد کہ بادشاہ اسلام از حسن نشا مسلمانان
 کہ در نہاد خود دارند با ایشان فرمودہ اند کہ چہار
 کس از علمائے دیندار پیدا کنند کہ ملازم باشند و بیان
 مسائل شرعیہ یک کردہ باشند تا خلاف شرع امری واقع نشود
 ترجمہ ہونا گیا ہے کہ بادشاہ اسلام (جہانگیر) نے مسلمانان کی نیک فطرت پر ہونے
 کی وجہ سے جو کہ وہ اپنی ذات میں رکھتا ہے آپ سے فرمایا ہے کہ دیندار علماء میں سے
 چار شخص علماء مہتیا کریں جو دربار شاہی میں حاضر رہ کر شرعی مسائل بیان کیا کریں تاکہ
 بادشاہ سے کوئی خلاف شرع امر واقع نہ ہو۔

شرح

زیر نظر مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ
 علیہ سے فرمایا ہے کہ بادشاہ جہانگیر کی طرف سے چار دیندار علماء کا شرع کے مسائل اور
 احکام بیان کرنے کے لیے دربار شاہی میں مامور کرنے کا حکم سن کر بہت مسرت حاصل
 ہوئی ہے۔ یہ فقیر بھی اسی غرض کے لیے آپ کی طرف متوجہ رہا ہے تاکہ دربار شاہی کی
 طرف سے دین اسلام کی ترویج کا کام جاری کرایا جاسکے۔ اس سلسلہ میں کسی ایک مستدین
 عالم آخرت کا انتخاب کیا جائے جو حجت جاہ و ریاست سے فارغ ہو تو بہت مناسب
 ہوگا کیونکہ ایک سے زیادہ علماء کا آپس میں متفق رہنا مشکل ہوگا۔ خاص کر حجت جاہ و

ریاست اور بادشاہ کا قُرب حاصل کرنے کی مہم کی وجہ سے دین کی ترویج و اشاعت میں زخم پڑ جاتے گا گذشتہ دور میں بھی علمائے سور نے جہان کو فتنہ و فساد میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس فرمان میں آپ نے علمائے ابن الوقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جنہوں نے بادشاہ اکبر و جہانگیر کے لیے سجدہ تعظیمی جائز قرار دیا تھا اور بہت سی بدعتوں کو رواج دیا تھا۔

علماء کی دو قسمیں

متن عزیزی ابلیس لعین را دید کہ فارغ و بیکار
نشرتہ است ستر آن را پُرسید گفت علماء این وقت
کار ما میکنند و در اغوا و اضلال کافی اند۔

ترجمہ: کسی عزیز نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ وہ فارغ اور بے کار بیٹھا ہوا ہے اس نے ابلیس سے اس طرح بے کار بیٹھنے کا راز دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ اس وقت کے علماء ہمارا کام کر رہے ہیں اور لوگوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے میں وہ کافی ہیں۔

تشریح

مُطوّر بالا سے واضح ہوا کہ مخلوق کی ہدایت اور گمراہی علماء سے وابستہ ہے دیندار علماء انسانوں میں سب سے بہتر ہوتے ہیں اور دُنیا دار علماء انسانوں میں سب سے بدتر ہوتے ہیں۔

پہلی قسم علمائے حق ہیں جن کو علمائے آخرت کہا جاتا ہے جو حُب جاہ و ریاست سے خالی ہوں اور دین اسلام کی

علماء کی دو قسمیں

ترویج و تبلیغ کے سوا ان کا کوئی مقصد نہ ہو۔ یہ انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔
 دوسری قسم علمائے سُورہ ہیں جن کو علمائے دنیا کہا جاتا ہے جو دین کو دنیا حاصل
 کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ فکرِ آخرت سے خالی اور ابنِ الوقت ہوتے ہیں۔ ان کا فتنہ
 سب سے بڑا فتنہ ہوتا ہے اور یہ مخلوق کو فرقہ بندی میں مبتلا کرتے ہیں۔
 علماء کی دونوں قسموں کے بارے میں درج ذیل حدیث شاہد ہے :
 حضرت اُخوص بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے والدِ گرامی سے روایت کرتے ہیں :
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِنَّ شَرَّ
 الشَّرِّ شَرَّارُ الْعُلَمَاءِ وَإِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خَيْرُ الْعُلَمَاءِ
 (یعنی) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بُروں میں سب سے بُرے
 لوگ، بُرے علماء ہیں اور نیکوں میں سب سے نیک لوگ نیک علماء ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۵۲

مکتوب الیہ

بیاد پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

بدعتی کی صحبت کا فساد صحابہ کرام اور فرقہ رافضیہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کو لغت قریش پر جمع کیا
یزید کا کردار کافر فرنگ سے بھی بڑا ہے



مکتوب - ۵۴

متن یقین تصور فرمائیں کہ فسادِ صحبتِ مبتدع زیادہ
از فسادِ صحبتِ کافر است و بدترین جمیع فرقِ مُبتدعانِ جماعۃ
اند کہ با صحابِ پیغمبرِ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ
والتسلاّم بغض دارند اللہ تعالیٰ در قرآن مجید خود ایشان
را کفار می نامد لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ

ترجمہ: یقین جانیں کہ بدعتی کی صحبتِ کافر کا فسادِ صحبتِ کافر سے بھی زیادہ
ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں سب سے بُرا وہ فرقہ ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ کرام
رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں ان کو کفار کے نام سے
موسوم فرماتا ہے لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ تاکہ کفار کو ان (اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم)
کے سبب سے غصہ میں ڈالے۔

شرح

اس مکتوب کی ابتداء میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے شیخ فرید بخاری علیہ الرحمۃ

کے لیے ان کی دینی خدمات اور درویشوں کی مالی امداد پر دعائیہ کلمات تحریر فرما کر ان کو بدعتی فرقوں کی صحبت و محبت سے اجتناب کی وصیت فرمائی ہے۔
آپ فرماتے ہیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے بھی زیادہ ہے اسی لیے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی کے ادب و احترام کو اتنا بڑا گناہ قرار دیا ہے کہ بدعتی کا احترام کرنے والا گویا دین اسلام کو برباد اور ویران کرنے کی کوشش کرنے والا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ
(یعنی) ان (بدعتی فرقوں) سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

قرآن حکیم میں اس کی واضح ممانعت موجود ہے:

فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ
(یعنی) نہ بیٹھو یا دآنے پر ظالموں کے پاس۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت کے حکم میں ظالموں سے مراد کفار، بدعتی اور فاسق و عنید رہا ہیں۔ ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے، صحبت اختیار کرنے اور میل جول رکھنے کی اجازت نہیں بلکہ حدیث میں یہاں تک تصریح موجود ہے کہ

وَلَا تُوَاكِلُوهُمْ وَلَا تُوَاكِلُوهُمْ وَلَا تَجَالِسُوهُمْ
وَلَا تُنَاكِحُوهُمْ وَإِذَا مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ وَإِذَا
مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ وَلَا تَصَلُّوا عَلَيْهِمْ وَلَا

تُصَلُّوْا مَعَهُمْ لَ

(یعنی) ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور ان کے ساتھ پانی نہ پیو اور ان کے پاس نہ بیٹھو ان سے نکاح و رشتہ نہ کرو، وہ بیمار ہو جائیں تو عیادت نہ کرو اور جب وہ مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ اور نہ ان پر نماز جنازہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اور فرقہ رافضیہ

تمام بدعتی فرقوں میں سے سب سے بڑا فرقہ وہ ہے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض رکھتا ہے اور وہ فرقہ رافضیہ (شیعہ) ہے۔ اہل سنت اور شیعہ کے اختلاف کا آغاز عہد صحابہ کرام سے ہو چکا تھا۔ اس فرقہ نے اہل سنت سے علیحدہ تشخص قائم کر لیا اور رفتہ رفتہ اپنے اعمال و عقائد خود وضع کر لیے جس کے نتیجے میں جمہور اہل اسلام سے الگ ہو گئے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے دور تجدید میں یہ فرقہ ہندوستان میں کافی پھیل چکا تھا۔ آپ نے اس کے خلاف بھرپور جہاد فرمایا اور ہندوستان میں اس فرقہ کا زور توڑ کے رکھ دیا۔ یہ آپ کی تجدیدی کرامات کا فیض ہے کہ ہندو پاک میں آج تک اہل سنت کو بالادستی حاصل ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ برگزیدہ شخصیات ہیں جن کے ذریعے قرآن و شریعت محمدیہ علی صا جہا الصلوٰت کی نشر و اشاعت و تبلیغ ہوئی۔ یہی وہ مقدس لوگ ہیں جنہیں صُحْبَتِ نَبِيِّهِ عَلَىٰ جِهَاتِهَا بَرَكَتٌ سَيُزَكِّيهِ نَفْسُ كِي دَوْلَتِ مَيْسِرَ آتِي۔ ان کے باہمی اختلافات نفسانی خواہشات کی بنیاد پر نہ تھے بلکہ اجتہاد اور اخلاص پر مبنی تھے خصوصاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو جامع القرآن ہیں اگر ان کو مطعون کیا جائے تو قرآن بھی مطعون ہوگا غرضیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض رکھنا اور ان کی بارگاہ میں بے ادبی و گستاخی کرنا

کفر و فساق تک پہنچا دیتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو لغت قریش پر جمع کیا

واضح رہے کہ پہلے مرتبے میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورے سے قرآن حکیم کتابی شکل میں جمع فرمایا تھا۔ چونکہ قرآن پاک قبائل عرب کی آسانی کے لیے لغاتِ سبعہ میں نازل ہوا تھا اور ان لغتوں میں اختلافِ معنوی نہ تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو لغاتِ سبعہ کی بجائے لغتِ قریش پر جمع کیا جو قبائل عرب میں سب سے افضل قبیلہ تھا اور ان کی لغت بھی اَفْصَحُ وَأَبْلَغُ تھی۔ نیز صحیح روایات سے ثابت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رحلتِ مبارکہ کے سال میں حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ لغتِ قریش میں ہی تکرار فرماتے رہے اور بعد میں اسی لغت کو فضیلت و ترجیح دیتے ہوئے قرآن حکیم کو کتابی شکل میں جمع کر کے متعدد نسخے دوسرے ملکوں میں بھی تقسیم کیے اور آج تک اُمتِ مسلمہ اسی لغتِ قریش پر جمع کیے ہوئے قرآن پر یقین و اعتماد رکھتی ہے اور اسی پر عمل پیرا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذٰلِكَ۔

یزید کا کردار کافرِ فرنگ سے بھی بُرا ہے

تَن یزید بے دولت از اصحاب نیست در بد بختی
اُوکرا سخن است کارے کہ آن بد بخت کردہ بیچ کافر
فرنگ نکند۔

لہ قَالَ عُثْمَانُ فَالْكَتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۶

ترجمہ: یزید نے نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے نہیں ہے۔ اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے جو کام اس بدبخت نے کیا کوئی فسزنگی کافر بھی نہیں کرتا۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک یزید پید کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے نہیں ہے۔ اس کو بدبخت اور بد نصیب اور فاسق کہنا چاہیے وقوعہ کربلا میں یزید کا کردار فرنگی کافر کے کردار سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ بلکہ ایک مکتوب میں آپ نے یزید کو مستحق لعنت قرار دیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

”اوستحق لعنت است.... اگر ایس سخن در باب یزید میگفت گنجائش

داشت یزید بے دولت از رُمہ فسقہ است توقف در لعنت اوبنا بر اصل

مقر اہل سنت است کہ شخص معین را اگرچہ کافر باشد تجوز لعنت نہ کردہ اند کہ

آنکہ بہ یقین معلوم کنند کہ ختم اوبر کفر بودہ.... نہ آنکہ اوشایان لعنت نیست

یعنی یزید مستحق لعنت ہے اگر یہ بات یزید کے بارے میں کہی جائے تو گنجائش ہے۔

یزید بدبخت فاسقوں میں سے ہے۔ بعض علماء کی طرف سے اس پر لعنت کے بارے میں جو

توقف کیا جاتا ہے وہ اہل سنت کے ایک اصول کے مطابق ہے کہ جب تک کسی سے متعلق لعنت

نہ ہو جائے کہ اس کا خاتمہ کفر ہو ہے وہ کسی شخص معین پر لعنت نہیں کرتے، یہ توقف اس لیے

نہیں کہ یزید لعنت کا مستحق نہیں ہے۔

چنانچہ علماء اہل سنت کی واضح اکثریت یزید کے بارے میں یہی رائے رکھتی ہے۔

بعض علماء نے یزید کے کفر کا قول بھی کیا ہے، بہر حال اس کے فاسق و فاجر ہونے میں کسی کو

کلام نہیں۔

دفتر اول مکتوب ۵۵

مکتوب الیہ

حضرت شیخ سید عبدالوہاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

حُبِ اہل بیت رضی اللہ عنہم
فضائل سادات کرام

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی : سیادت پناہ حضرت شیخ عبد الوہاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔ آپ کے نام صرف دو مکتوب ہیں۔ دفتر اول مکتوب ۵۵، ۵۶ شیخ عبد الوہاب بخاری بن یوسف بن عبد الوہاب حسینی بخاری اوچی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ دہلی میں متولد ہوئے۔ متعدد علماء و مشائخ سے علوم متداولہ حاصل کیے اور عہد اکبری و جہانگیری میں دہلی کے حکمران تھے۔ ۱۰۶۰ھ کے بعد حج و زیارت کی سعادت حاصل کر کے واپس ہندوستان پہنچے۔ (نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۲۶۹، آثار الامراء ج ۲ ص ۴۰۴)

مکتوب - ۵۵

حُبِّ اہل بیتؑ و فضائلِ ساداتِ کرام

مَنْ بِنَاءَ عَلَيْهِ بُدْعَاءَ ظَهْرِ الْغَيْبِ بے اختیار
 مشغول ست و چوں سرورِ کائنات و مفرخ
 موجوداتِ عَلِيٍّ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمَاتُ وَ
 التَّحِيَّاتُ فرمودہ اند کہ مَنْ أَحَبَّ أَخَاهُ فَلْيُعَلِّمُ
 آيَاهُ اظہارِ حُبِّ خود نمودنِ اَوْلَىٰ وَالنَّسَبِ و انست
 و باین محبت کہ نسبت بقرباءِ آنحضرت عَلَيَّهِ الصَّلَاةُ
 وَالتَّلَامُ وَالتَّحِيَّاتُ پیدا شدہ است رشتہ امیدواریِ تمام
 بدست آورده است

ترجمہ: اسی بناء پر (یہ فقیر آپ کے لیے ہے) بہت سی رغبتانہ دعائیں مشغول
 ہے اور چونکہ سرورِ کائنات و مفرخِ موجوداتِ عَلِيٍّ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ
 نے فرمایا ہے

” جو شخص اپنے (کسی مسلمان) بھائی سے محبت کرے تو اُسے چاہیے کہ اس کو بتا
 دے (اسی لیے فقیر نے) اپنی محبت کا اظہار بہتر اور بہت مناسب جانا اور اس محبت

(کے وسیلہ سے جو کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والرحمۃ کے وشرباء (سادات کرام) کے ساتھ پیدا ہوگئی ہے بڑی امید حاصل ہوگئی ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت شیخ عبد الوہاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے ساتھ ربط و محبت میں زیادتی پیدا ہونے اور ان کے لیے بے اختیار غائبانہ دعا کرتے سہنے کی اطلاع دی ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں ہے جب کسی مسلمان بھائی سے تمہیں محبت ہو جائے تو اس کو بتا دینا چاہیے کہ مجھے تم سے محبت ہے نیز غائبانہ دعا کی حدیث میں بہت فضیلت وارد ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَسْرَعَ الدُّعَاءِ
إِجَابَةُ دَعْوَةِ غَائِبٍ لِنَائِبٍ لَهُ
(یعنی) سب سے زیادہ جلدی قبول ہونے والی دعا غائب کی دعا ہے جو وہ
کسی غائب کے لیے کرے۔

اور دوسری حدیث میں یوں ہے:

إِذَا دَعَا الرَّجُلُ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ أَمِينٌ وَلَكَ بِمِثْلِ
(یعنی) جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ (پس پشت) دعا کرتا ہے
تو فرشتے کہتے ہیں آمین اور تیرے لیے بھی اسی طرح دعا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے سادات کرام کی محبت اور تعظیم
سادات کی محبت کے حوالے سے قرباء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرما کر
اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ لَهُ
 یہاں قرُبی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابتِ نبی مراد لی گئی ہے اسی
 طرح قرآن کی دوسری آیت اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ
 وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا میں اہل بیت کے جس راہِ اودگی سے پاک ہونے کا حکم سنایا
 گیا ہے۔

حدیث پاک میں ہے: حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَى الصِّرَاطِ وَالْوَلَايَةُ
 لِأَلِ مُحَمَّدٍ أَمَانٌ مِنَ الْعَذَابِ یعنی آلِ مُحَمَّدِ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتِ صراط سے
 گزرنے کا ذریعہ ہے اور آلِ مُحَمَّدِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوستی عذابِ دوزخ سے امان ہے۔
 نیز فرمایا: وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)
 مَاتَ مَغْفُورًا لَهُ یعنی جو اہل بیت کی محبت پہ مرادہ بخشا جائے گا۔ اسی طرح بعض
 دیگر احادیث میں ایسے شخص کے لیے شہید کا درجہ حاصل ہونے اور اہل سنت کے طریقے
 پر مرنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

واضح ہو کہ آلِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کمالِ ایمان کی علامت ہے اور
 اس کا بغض ایمان کے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔ لہذا ہر مسلمان پر ساداتِ کرام کی
 محبت اور تعظیم فرض قرار پائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيَّاهَا

حضرت مجددِ پاک قدس سرہ فرماتے تھے کہ حضرت والد ماجد کی زبان پر بار بار یہ

قول ہوتا تھا:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت حفظِ ایمان اور حُسنِ خاتمہ میں بہت
 زیادہ دخل رکھتی ہے چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے والد ماجد حضرت
 شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے وصال سے تھوڑی دیر پہلے اس قول کے بارے

۱۔ الشوری ۲۳، ۲۴، الاحزاب ۳۳، ۳۴، الشفا ص ۲۴، فصل الخطاب، لکھ نور الابصار ص ۱۱۲

میں استفسار کیا کہ اس وقت آپ کی ایمانی حالت کیسی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ الحمد للہ
 میں اہل بیت کی محبت میں سرشار اور اسی دریائے نعمت میں غرق ہوں۔
 مکتوب کے آخر میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اہل بیت کی محبت پر
 استقامت کی دعا مانگی ہے۔ اللہ تعالیٰ بجاۓ ہم سب کا محبت اہل بیت پر خاتمہ فرمائے
 (آئین بجاہ آل سید المرسلین علیہم وعلیہم الصلوٰت)

دفتر اول مکتوب ۵۶

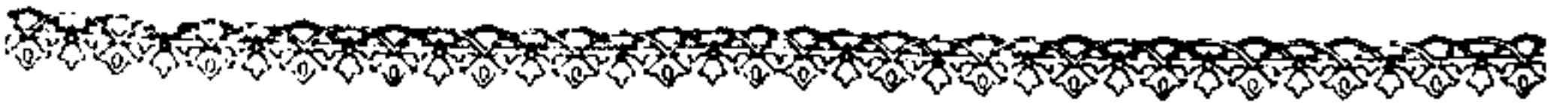
مکتوب الیہ

حضرت شیخ سید عبدالوہاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ



موضوع

ایک سید بزرگ کی مالی امداد کے لئے سفارش



مکتوب - ۵۶

ایک سید بزرگ کی مالی امداد کی سفارش

متن حاصل عریضہ نیاز میر سید احمد از سادات
 سامانہ اند و طالب علم و صالح از ممبر ضیق
 معیشت متوجہ آن حدود گشتہ اگر در سرکار عالی
 گنجائش باشد مشار الیہ لائق و منراواری آنست و الا بہ
 یکی از مخلصان خود سفارش نمایند کہ از ممبر معیشت
 خاطر جمع سازد چون یقین بود کہ خادمان ایشان
 در باب فقراء و محتاجان توجہ آتم دارند علی الخصوص
 در امداد سادات عظام بچند کلمہ جرأت نمود

ترجمہ: حاصل عریضہ نیاز میر سید احمد سادات سامانہ میں سے ہیں طالب علم اور صالح
 شخص ہیں۔ معاش کی تنگی کے باعث آپ کی جانب متوجہ ہوئے ہیں آپ کی بلند سرکار
 میں کچھ گنجائش ہو تو موصوف مذکور اس کے لائق و مستحق ہیں ورنہ اپنے مخلصوں میں سے کسی
 کی طرف (ان کی) سفارش فرمائیں تاکہ تنگی معاش کی طرف سے مطمئن ہو جائیں چونکہ یقین
 تھا کہ خود آنجناب فقراء اور محتاجوں کے بارے میں اور خصوصاً سادات عظام کی امداد کے بارے
 میں پوری توجہ فرماتے ہیں اس لیے یہ چند کلمات لکھنے کی جرأت کی گئی ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت شیخ عبدالوہاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک سید بزرگ میر سید احمد (جو کہ ساداتِ سامانہ میں سے تھے) کی مالی امداد کے لیے سفارش تحریر فرمائی ہے اور ساداتِ عظام میں سے ہونے کی وجہ سے انہیں زیادہ امداد کا مستحق قرار دیا ہے اور اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ اہل بیت کے ساتھ محبت اور مودت کے لیے ساری امت کو مامور کیا گیا ہے جس پر آیات و احادیث گواہ ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۵۷

مکتوب الیہ

حضرت شیخ محمد یوسف رحمہ اللہ علیہ

موضوع

طریقیت و حقیقت سے مراد باطن شریعت ہے

مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت شیخ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا۔
مکتوبات شریفہ میں ان کے نام صرف یہی ایک مکتوب ہے تفصیلی حالات معلوم نہ
ہوسکے۔

مکتوب - ۵۷

طریقت و حقیقت کے مراد باطن شریعت ہے

ظن ظاہر را بظاہر شریعت و باطن را باطن شریعت کہ عبارت از حقیقت است متعلی و متزین دارند چه حقیقت و طریقت عبارت از حقیقت شریعت است و طریقت آن حقیقت نہ آنکہ شریعت امرے دیگر است و طریقت و حقیقت دیگر کہ آن الحاد و زندقہ است۔

ترجمہ: ظاہر کو ظاہر شریعت کے ساتھ اور باطن کو باطن شریعت کے ساتھ جس کو حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں آراستہ رکھیں کیونکہ حقیقت و طریقت سے مراد شریعت کی حقیقت اور اس حقیقت کی طریقت ہے نہ یہ کہ شریعت کوئی اور چیز ہے اور طریقت و حقیقت کوئی اور چیز کیونکہ یہ الحاد و زندقہ (بے دینی) ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مکتوب میں نصیحت فرمائی ہے کہ سالک کو چاہیے

کہ اپنا ظاہر، ظاہرِ شریعت کے ساتھ اور اپنا باطن، باطنِ شریعت کے ساتھ آراستہ رکھے یعنی شریعت کی صورت اور حقیقت دونوں حاصل کرے۔ واضح ہو کہ شریعت کی حقیقت تزکیہٴ نفس کے بعد ہاتھ آتی ہے جب کہ انسان، نفس اور خواہشاتِ نفس سے خلاصی پا لیتا ہے۔ شریعت کی حقیقت تک پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ سالک شانِ الکلام اور صفتِ الکلام کے ظلال کی تجلیات سے بہرہ اندوز ہو اور اس مرتبہ کے حصول کی علامت یہ ہے کہ سالک مصداقاتِ قضایاے شریعتہ کے صدق کا مشاہدہ کرنے لگے۔

طریقت اس راستہ کو کہتے ہیں جو حقیقت تک پہنچانے اور طریقت و شریعت دونوں کی حقیقت، تجلیاتِ قرآنیہ سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ حقیقتِ قرآن کا تعلق، ذات اور اس کی شیونات و صفات سے ہے اور قرآنِ لفظی، کلامِ نفسی کا ظل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے اوامر اور نواہی کے مطابق زندگی بسر کرنے والا انسان صورتِ شریعت سے حقیقتِ شریعت تک پہنچ جاتا ہے۔

دفتر اول مکتوب ۵۸

مکتوب الیہ

حضرت سید محمد رحمہ اللہ علیہ



موضوع

طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں سے اقرب ہے



مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی سیادت مآب حضرت سید محمود رحمۃ اللہ علیہ کے نام صادر فرمایا گیا۔ مکتوبات شریفہ میں کل پانچ مکتوب آپ کے نام ہیں۔ دفتر اول ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، اور دفتر دوم میں مکتوب ۸۳ ہے۔ غالباً آپ سید محمود بارہمہ ہیں۔ سنبھل وطن تھا۔ شجاعت و سخاوت میں مشہور تھے۔ اکبر نے پنج ہزاری کی خلعت سے نوازا۔ ایک مرتبہ مذاق سے کسی نے کہہ دیا کہ آپ سادات میں سے معلوم نہیں ہوتے۔ آپ اسی وقت اس آگ میں جا کر کھڑے ہو گئے جو ملنگ فقیر دھونی کے لیے جلانے رکھتے ہیں اور فرمایا! اگر سیدم، آتش کار گرنیست و اگر سید نیستم، می سوزم دلیل دیگر از حسب نسب ندارم" اور تقریباً ایک ساعت اس آگ میں کھڑے رہے لوگوں نے منت سماجت کی تو باہر آئے۔ مغللی جو تا جو آپ کے پاؤں میں تھا اس کا رڈال تک نہ جلا آپ نے ۱۰۴۰ھ میں وفات پائی۔

مکتوب - ۵۸

تَن مَخْدُومًا اِیْنَ رَاہِ كَمَا دَرَّ صَدْرُ رِیْحِ اَیْمِیْ هَمَّكِیْ هَمَّتْ
 كَامٌ اَسْتَبَعَدُوْهُ هَمَّتْ لَطِیْفَةُ اِنْسَانِیِّ دُو قَدَمِ
 دَرِ عَالَمِ خَلْقِ اِنْدَ كَمَا بِقَالَیْبِ وَ نَفْسِ تَعْلُقِ وَا رَنْدِ وِیْجِ قَدَمِ
 دَرِ عَالَمِ اَمْرِ اِنْدَ كَمَا بِقَلْبِ وَ رُوحِ وِیْسَرِ وَ خَفِیِّ وَ اَخْفِیِّ
 مَرْبُوطِ اَنْدِ وَ دَرِ ہر قَدَمِ اَزِیْنَ اَقْدَامِ سَبْعَہٗ دَہِ ہِزَارِ حَجْبِ
 خَرَقِ یَلْمَانِیْدِ نُوْرَانِیَّةٖ كَانَتْ تِلْكَ الْحُجْبُ اَوْ ظَلْمَانِیَّةٖ

ترجمہ: میرے مخدوم! یہ راستہ جس کو ہم طے کرنے کے لیے ہیں انسان کے
 سات لطیفوں کی تعداد کے مطابق کل سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق میں ہیں جو
 قالب (جسم عنصری) اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں جو قلب
 روح، ہسرو خفی اور اخفی کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم
 میں دس ہزار پرے پھاڑنے پڑتے ہیں خواہ وہ پرے نورانی ہوں یا ظلمانی۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اہل طریقت نے وصول الی اللہ کی منزل
 کو سات قدم قرار دیا ہے۔ سات قدموں سے مراد سات لطائف ہیں جن میں سے دو
 قدم عالم خلق میں سے ہیں یعنی لطیفہ قالبیہ (جو عناصر اربعہ پر مشتمل ہے) اور دوسرے
 قدم سے مراد لطیفہ نفس کاٹے کرنا ہے اور عالم امر سے تعلق رکھنے والے پانچ قدموں

سے مراد عالم اسر کے پانچ لطیفے ہیں اور وہ یہ ہیں: قلب، روح، سر، نخی اور نخی۔
 حدیث نبوی علیٰ صابجہا الصلوٰت والصلیٰمات کے مطابق ذات حق تعالیٰ اور
 بندے کے درمیان ستر ہزار ظلمانی و نورانی حجابات ہیں۔ جب بندہ اخلاص نیت
 کے ساتھ کسی مرشدِ کامل کی راہنمائی میں وصول الی اللہ کی منزلوں میں قدم رکھتا ہے تو ان
 سات قدموں میں سے ہر قدم میں دس ہزار حجابات اٹھاتے جاتے ہیں حتیٰ کہ آخری
 قدم تک ستر ہزار حجابات اٹھ جاتے ہیں۔

واضح ہو کہ حجاباتِ ظلمانی سے مراد عظمت کے پردے ہیں اور حجاباتِ نورانی
 سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے پردے ہیں۔ پردے اٹھنے کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ
 ہر قدم پر اپنے آپ سے دور اور حق تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ یعنی نفس و آفاق
 کی کثافتیں اور کدورتیں دور ہوتی جاتی ہیں اور بندہ قربِ خداوندی کی منزلوں میں گم ہوتا جاتا
 ہے یہاں تک ولایتِ خاصہ کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ
 حافظ شیرازی نے کیا خوب فرمایا۔

میان عاشق و معشوق بیچ حائل نیست

تو خود حجاب خودی حافظا از میان برخیز

مَنْ مَشَّحَ طَرِيقَهُ عَلَيْهِ نَقْشَ بِنْدِيَّةٍ قَدَّسَ اللهُ
 تَعَالَى أَمْرًا زَهُمُ ابْتِدَاءِ اَيْنَ سِيرًا زَعَالَمِ اِمْرًا خْتِيَارًا
 كَرُوهُ اِنْدُو عَالِمِ خَلْقٍ رَا نِيْزُو دَرِ ضَمْنِ اَيْنِ سِيْرٍ قَطْعِ
 مِيْنَ اَيْنِدُو بِخِلَافِ مَشَّحِ سَلَابِلِ وَايْكَرُ قَدَّسَ اللهُ تَعَالَى

لہ تفصیلات مکتوب ۴ میں ملاحظہ فرمائیں

اَمْرًا رُحْمًا لِمَا طَرِقَ نَقْشِ بَنْدِيهِ اَقْرَبِ طَرُقِ اَمَّا لَا
جَرَمَ نِهَائِيَّتِ وَبِكِرَالِ وَرِبْدَايَتِ اِيْشَانِ مَنْدَرِجِ كَشْتِ

ترجمہ: مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اَمْرًا رُحْمًا نے دوسرے سلسلوں کے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اَمْرًا رُحْمًا کے برخلاف اس سیر کی ابتدا، عالم امر سے اختیار فرمائی ہے اور عالم خلق کو بھی اس سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ اسی لیے طریقہ علیہ نقشبندیہ سب طریقوں سے اقرب ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی انتہا، ان کی ابتداء میں درج ہو گئی ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ کرام نے سیر باطن کی ابتداء، عالم امر سے اختیار فرمائی ہے یعنی اپنے سلوک کی بنیاد، تصفیہ قلب و روح و دیگر لطائف پر رکھی ہے تاکہ لطائف میں پہلے جذبہ پیدا ہو اور وہ جلد از جلد عروجی منازل طے کریں اور اس عروج کے ضمن میں سالک، فضائل شریفہ اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہو اور عاداتِ رذلیہ و خصائل کثیفہ سے خالی ہو جائے یعنی یہ مشائخ پہلے سالک کو تجلیۃ لطائف کی تعلیم و تربیت دیتے ہیں۔ اس کے بعد تخلیہ و تزکیۃ لطائف کی منزلوں تک پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح تجلیۃ لطائف عالم امر کے ضمن میں خود بخود عالم خلق کے لطائف کا تزکیہ بھی ہو جاتا ہے جب کہ دوسرے سلاسل کے مشائخ نے عالم خلق کے لیے علیحدہ اور عالم امر کے لیے جداگانہ سیر تجویز فرمائی ہے جس کی وجہ سے ان کے سلوک میں طوالت آگئی ہے اور مشائخ نقشبندیہ جذبے کی مدد سے راہ سلوک جلد ہی طے کر لیتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے جذبے کو سلوک پر مقدم رکھا ہے۔ ان بزرگوں کی ابتداء میں دوسروں کی انتہاء درج ہونے کا یہی مطلب ہے کہ دوسرے سلاسل کے بزرگ، جذبہ آخر میں دیتے ہیں اور یہ پہلے دیتے ہیں تاکہ وصول کی منزل قریب تر ہو جائے

تن طریق این بزرگواران بعینہ طریق اصحاب کرام
 است رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
 ترجمہ: ان بزرگوں کا طریقہ بعینہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ نقشبندی مشائخ کا طریقہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے یعنی اس طریقے میں حصول فیض کا دار و مدار صحبت شیخ پر ہے نہ کہ ریاضت پر۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی برکت سے سب کچھ حاصل کیا تھا۔ سلسلہ نقشبندیہ کی افرادیت یہ ہے کہ اس میں مرید، صحبت شیخ کی برکت سے فائز المرام ہوتا ہے جب کہ دوسرے سلاسل میں ریاضت کے بغیر فیض نہیں ملتا۔ نیز سلسلہ نقشبندیہ کی خصوصیات سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس سلسلہ کے اکثر مشائخ کو وصل عریانی نصیب ہوتا ہے جب کہ دوسرے سلاسل کے اکثر مشائخ وصل مطلق سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ وصل مطلق میں صرف ظلمانی حجابات اٹھائے جاتے ہیں نورانی حجابات باقی رہتے ہیں۔ لیکن وصل عریانی میں تمام ظلمانی و نورانی حجابات اٹھائیے جاتے ہیں اور صفات، شیونات و اعتبارات کے نورانی حجابات میں سے کوئی بھی حجاب حائل نہیں رہتا۔ **وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ**

دفتر اول مکتوب ۵۹

مکتوب الیہ

حضرت سید محمود رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

نجات ابدی حاصل کرنے کیلئے تین چیزیں لازمی ہیں
علمائے اہل سنت کی پیروی کے بغیر نجات محال ہے



مکتوب - ۵۹

مَن مَخْدُومًا أَدْمَى رَا اَز سَه چَیْزِ چَا رَه نِیْسَت تَا نَجَاتِ

أَبْدَى مِیْسْتَرِ گَرِ دِو عِلْمِ وِ عَمَلِ وَا اِخْلَاصِ

ترجمہ: میرے مخدوم! انسان کے لیے ابدی نجات حاصل کرنے کے لیے تین چیزوں کے بغیر چارہ نہیں وہ علم، عمل اور اخلاص ہیں۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ نجات ابدی حاصل کرنے کے لیے علم، عمل اور اخلاص بنیادی شرط ہیں۔

علم دو قسم کا ہے، ایک وہ علم جس سے مقصود عمل ہے اور وہ علم فقہ ہے۔ دوسرا وہ علم جس سے مقصود اعتقاد کی درستگی اور یقین کا حصول ہے اور وہ علم کلام ہے۔

اخلاص بھی دو قسم کا ہے۔ ایک صورت اخلاص ہے اور دوسرا حقیقت اخلاص صورت اخلاص یہ ہے کہ انسان سے بعض اعمال شرع، تکلف کے ساتھ اور بعض بلا تکلف صادر ہوں کیونکہ انسان کا نفس امارہ، حصول اخلاص کے راستے میں رکاوٹ بنتا رہتا ہے۔ لہذا جب تک تزکیہ نفس نہ ہو جائے اخلاص کی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی۔

حقیقت اخلاص یہ ہے کہ انسان کے تمام اقوال، افعال، اعمال اور حرکات و سکنات رضائے الہی کے تابع ہو جائیں اور بلا تکلف و تعمل اس سے اعمال صالحہ صادر ہوتے رہیں اور اس کو حصول اخلاص کے لیے نیت کو درست کرنے کی محنت نہ کرنی پڑے یہ اخلاص آفاقی و انفسی خداؤں کی نفی کرنے پر موقوف ہے جو فناء کے ساتھ وابستہ ہے اور یہی ولایت خاصہ کا مترتبہ ہے۔

جو شخص دائمی اخلاص والا ہو وہ مخلص (بفتح لام) ہے اور جو دائمی اخلاص والا نہ ہو وہ مخلص (بکسر لام) ہے۔

مَنْ وَنَجَاتٍ بِلِإِتِّبَاعِ إِيْنِ بَزْرِكُوَارِ إِنْ مَتَّصِرًا نَمِئْتِ
وَإِْ كَرْمُؤْمُوْمَا لَفْتِ إَسْتِ خَطْرٍ وَرَخَطْرٍ إَسْتِ إِيْنِ سَمْنِ بِكَشْفِ
صَحْحِ وَالِهَامِ صَرِيْحِ نِيْزِ بَيَقِيْنِ بِبِيْوَسْتِهِ إَسْتِ إَحْتِمَالِ
تَخَلُّفِ نَدْرِ إِيْسِ خَوْشَمَالِي إَسْتِ مَرَسِي رَاكِهِ بِمَتَابِعْتِ
إِهْلِ سُنَّتِ مَوْفُوْقِ كَرُوْدِيْدِ

ترجمہ: ان بزرگوں (اہلسنت) کی تابعداری کے بغیر نجات کا کوئی تصور نہیں اگر ان سے بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے یہ بات صحیح کشف اور صریح الہام کے ساتھ بھی مرتبہ یقین تک پہنچ چکی ہے اس میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ پس خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس کو اہل سنت کی پیروی کی توفیق حاصل ہوئی۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کتاب وسنت کی واضح تعلیمات کے ساتھ کشف والہام کے طریقے پر بھی اہلسنت کی حقانیت و صداقت ظاہر و منکشف ہوئی ہے۔ لہذا اہل سنت کے علماء کی پیروی کے بغیر نجات محال ہے کیونکہ یہی وہ ناجی گروہ (نجات یافتہ) ہے حدیث پاک میں جس کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے:

إِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَن شَدَّ شُدَّ فِي النَّارِ لَهُ

(یعنی) سب بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ جو اس جماعت سے الگ ہو وہ دوزخ میں گیا
نیز فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ

(یعنی) میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔

چنانچہ یہی وہ خوش نصیب گروہ ہے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کی جماعت سے وابستہ ہے اور حدیث ما انا علیہ واصحابی کا مصداق
ہے جس کو التواؤ الا عظیم اور اہل السنۃ والجماعۃ کہا جاتا ہے۔ اہل سنت کے بزرگوں کی مخالفت
کرنے والا اور ان کے اصولوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے والا دائمی ہلاکت کے گڑھے میں
جاگرتا ہے۔ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا

اہل سنت کے مخالفین میں معتزلہ، خوارج اور روافض کے نام
مخالفین اہل سنت سرفہرست ہیں باقی تمام فرقے انہی کی شاخیں ہیں۔ یہ تمام
فرقے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے سے ہٹ کر بدعتی اور گمراہ ہو گئے ہیں اور اہل سنت
سے خارج ہو گئے۔

وہ گمراہ فرقہ ہے جو مسلمہ اعتقادات شرعیہ اور ضروریات دینیہ
معتزلہ کا منکر ہے اور دائرہ اہل سنت سے خارج ہے۔

یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور محبت اہل بیت کے منکر ہیں
خوارج خصوصاً حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی مخالفت اور بغض
پر کمر بستہ ہیں اور سیدہ بتول فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد امجاد کی محبت سے محروم و بے نصیب ہیں
یہ لوگ قرآن مجید کی جامعیت و سالمیت کے منکر ہیں۔ حضرت سیدنا علی
رواض المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ تمام صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ ظالم، قاسق بلکہ مرتد قرار دیتے ہیں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ
 نیز حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور خلافت بلا فصل کے بھی
 منکر ہیں حالانکہ ان کی فضیلت و خلافت بلا فصل پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت ہو
 چکا ہے۔ یہ لوگ ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کی معصومیت کے قائل ہیں۔ یہ فرقہ شیعہ اور اثنا عشریہ
 کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

دفتر اول مکتوب ۶۰

مکتوب الیہ

حضرت سید محمد رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

نخ

خطرات نفسانی اور وساوس شیطانی کے دور

یاد کرو اور یادداشت کا طریقہ و فرق

مکتوب - ۶۰

متن منع خواطر و دفع وساوس در طریقہ حضرات خواجگان

قدس اللہ تعالیٰ انہم بروجہ اتم حاصل ست

ترجمہ: خطرات نفسانی اور وساوس کا دور ہونا، حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ انہم بروجہ اتم حاصل ست۔

شرح

حضرات خواجگان نقشبندیہ کی تعلیمات کے مطابق یہ امر ذہن نشین رہے کہ وصول الی اللہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ، خطرات نفسانی اور وساوس شیطانی ہیں۔ جب تک یہ دور نہ ہو جائیں اور سالک، تہذیب اخلاق اور فکے قلب و فکے نفس کے مرتبے سے مشرف نہ ہو جائے کوئی عبادت، ریاضت، ذکر اور وظیفہ زیادہ نافع و مفید ثابت نہیں ہوتا۔ لہذا سالک کے لیے سب سے پہلے رذائل عادیہ اور کدورات بشریہ مثلاً حسد، تکبر، غصہ و غضب، ریاد و طمع، بغض و عجب، کینہ، حب جاہ و ریاست، حب مال و دیگر نفسانی خواہشات وغیرہا کے داغ دھبوں سے پاک و صاف ہونا نہایت ضروری ہے۔ حضرت امام زبانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرات خواجگان نقشبندیہ کے طریقے میں ان تمام روحانی بیماریوں کا شافی علاج بدرجہ اتم موجود ہے۔ بعض اکابر مشائخ نے نفسی خواطر کے پتلے بھی کھینچے ہیں، لیکن چلے تکلف اور تعقل کی خبر دیتے ہیں جب کہ مقصود کا بلا تکلف و تعقل حاصل ہونا یادداشت ہے **هُوَ الْمَطْلُوبُ**

آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر اپنے متعلق فرمایا ہے کہ اس درویش کو بفضلہ تعالیٰ منع خواطر و دفع وساوس ہیں۔ قدر تکمہ حاصل ہے کہ اگر بالفرض اس کو حضرت نوح علیہ

السلام کی عمر بھی ڈے دی جائے تو اس مدت میں کوئی وسوسہ یا خطرہ اس کے دل پر نہیں گزر سکے گا اور نہ ہی دوام حضور کا یہ ملکہ ایک لمحہ کے لیے بھی منقطع ہو سکے گا۔

سلسلہ نقشبندیہ میں نفسانی خطروں اور شیطانی وسوسوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے مراقبات، اذکار، تہلیلات و نفی اثبات کے ذریعے یاد کرد اور یادداشت کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو سالکین کے لیے انتہائی مجرب اور موثر نسخہ ہے (وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذٰلِكَ)

یاد کرد اور یادداشت کا طریقہ و فرق

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یاد کرد و مقام طریقت میں ہے اور یادداشت مقام حقیقت میں۔ سالک جب تک نسیان یا سوال اللہ کے درجہ تک نہیں پہنچتا وہ یاد کرد کے مقام میں ہے اور وہ تکلف اور تعمل میں ہے اور اگر بغیر تکلف اور تعمل کے مطلوب کا مشاہدہ حاصل ہے اور ملکہ حضور دائمی ہے تو مقام یادداشت میں ہے اور یہی مقام حقیقت ہے اور اگر سالک مبتدی، تکلف کے ساتھ عالم و جوب کی طرف توجہ قلبی کرے تو اس کو نگہداشت کہتے ہیں اور اگر مراتب و جوب میں پہنچ کر دوام حضور حاصل کرے تو اس کو یادداشت کہتے ہیں۔

واضح ہو کہ مذکورہ بالا مقاصد کا حصول، محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی عنایت و بیخبر ممبر پر موقوف ہے۔ سالک کو چاہیے کہ کسی شیخ کامل کی صحبت اور تربیت میں رہ کر یہ دولت عظمیٰ حاصل کرے۔ محض خلوتوں، اربعین و عشروں (چالیس روز و دس روزہ چلوں) سے درہ مقصود حاصل نہ ہوگا۔ ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرز پر ہمارا طریق، صحبت ہے نہ کہ خلوت۔ کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے حضرت نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم نے کام کی بنیاد جمعیت و حضور پر رکھی ہے۔ یہ حضرات، غیبی شکلوں اور صورتوں پر توجہ نہیں ہوتے کشوف و کرامات و انوار کی زیادہ

پر واہ نہیں کرتے اور طالب کو چار چیزوں کے حاصل کرنے کی رغبت دلاتے ہیں اور وہ چار چیزیں یہ ہیں۔

ترجیہاتِ اربعہ ۱۔ جمعیت ۲۔ حضور ۳۔ جذبات ۴۔ واردات
 صریح دل میں فضول خیالات اور باطل دوسوں کے لیے کوئی گنجائش باقی
 جمعیت نہ ہے اور ماسوا اللہ کا خیال بالکل ہی دور ہو جاتے۔

دل ہر وقت اور ہر حال میں مبداء فیاض کی طرف متوجہ ہے۔ سوتے، جاگتے،
 حضور خاموشی میں یا بات چیت کے دوران، غصہ میں یا نرمی میں کَانَہ اِیْرَى اللّٰہِ
 یعنی گویا کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے کا مصداق ہو جاتے۔

لطائف کی کشش اپنے اصول کی طرف ہو اور وہاں سے دوسرے اصولوں
جذبات کی طرف **وَهَلُمَّ جَزًا مِّنَ الْأَصُولِ إِلَى الْأَصُولِهَا إِلَى أَنْ يَبْلُغَ الْكِنَا**
 آجکے، یعنی اسی طرح ایک اصول سے دوسرے اصول کی طرف بڑھتا جائے۔ دم تک۔
 اُدپر کی جانب سے قلب پر ایک فیضان ایسا ہوتا ہے جس کی تاب
وردات لانا اور برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے۔

۲۔ معلوم ہے کہ جہتِ فوق کی رعایت، اشرف کی وجہ سے اور اس جانب میں توجہ
 بیخبرگی کی عادت کی وجہ سے ہے ورنہ حق سبحانہ، و تعالیٰ کو دائرہ جہات سے باہر تلاش
 کرنا چاہیے اور طریقت میں اس واردات کو عدم اور وجود عدم کہتے ہیں۔ شروع میں دل،
 ساک پر کبھی میٹنے میں یہ ورود ہوتا ہے پھر ہفتے عشرے میں، رفتہ رفتہ روز و شب میں ایک
 آدھ بار پھر کچھ دن گزرنے کے بعد متواتر ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اتصال تک پہنچ
 جاتا ہے۔

دفتر اول مکتوب ۶۱

مکتوب الیہ

حضرت سید محمود رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

شیخ کامل کی تعریف اور اس کی علامات

اقسام فن



مکتوب - ۶۱

شیخ کامل اور اقسام فنا

متن التفات نامہ گرامی مشرف ساخت چون
 مُنْبَغِيٌّ از طلب و شوق و مُشْعِرٌ از درد و لَعَطُشٌ
 بود در نظر بسیار زیاد آمد چه طلب مُبِشِّرٌ حصولِ مطلوب
 است و درد مُقَدِّمٌ وصولِ بمقصد

ترجمہ: آپ کا التفات نامہ وصول ہوا چونکہ طلب اور اشتیاق کی خبر دینے
 والا اور درد و تشنگی کا پتہ دینے والا تھا نظر میں بہت ہی پسند آیا کیونکہ طلب، حصولِ مقصد
 کی بشارت دیتی ہے۔

شرح

مکتوب گرامی کی ابتداء میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے طلب اور درد و شوق
 کی اہمیت واضح فرمائی ہے۔ دراصل وصول الی اللہ کے لیے سب سے پہلی شرط
 طلبِ صادق اور درد و شوق ہی ہے جو سالک کے لیے منزلِ مقصود تک پہنچنے میں
 معاون ثابت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دولتِ عظمیٰ انسان کو قوت
 فرمائی، اور فرشتے کو اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرماں بردار، عابد اور ساجد ہیں مگر درد و طلب کی
 یہ نعمت ان کے حتمے میں بھی نہیں آئی بلکہ انارومست بارہ قیوم قدس سرہ فرماتے ہیں

قدسیاں راعشق ہست و درو نیست
درد را جز آدمی در خورد نیست

صوفیائے کرام کے نزدیک آیت کریمہ اِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ ۙ میں امانت سے درد و شوق ہی مراد ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

لیکن یاد ہے کہ یہ طلب اور درد و شوق محض عنایت خداوندی ہے۔ ان کا
حصول اور باقی رہنا اللہ کے فضل پر موقوف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و تکلیف نہ فرمائے
تو یہ دولت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کسی نے کیا خوب کہا:

میری طلب بھی ہے ان کے کرم کا صدقہ
قدم یہ اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں

اس کیفیتِ درد و شوق کی محافظت کے لیے حضرت امام ربانی قدس سرہ

نے دو طریقے بیان فرمائے ہیں۔

اول: اس نعمت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

دوم: اس کیفیت کے باقی رہنے کے لیے بارگاہِ خداوندی میں التجا و زاری کرتے
رہنا ہے جیسا کہ آیت کریمہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَ اِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ
لَمْ تَبْكُوْا فَبَاكُوْا لَهٗ اس امر پر شاہد ہیں۔

مَنْ اِنْ مَحَافِظَتْ تَا زِمَانَ وَصَوَّلَ بِشَيْخِ كَارِلٍ مُّكْمَلٍ

است بعد ازان تفویض مراد است خود است بان بزرگ

و در زنگ میت شد نست در دست غسال فنہ

اول فنای فی الشیخ است و آن فنہ ثانیاً وسیلہ

فانی اللہمی گروہ

ترجمہ: درود و طلب کی یہ محافظت شیخ کامل مکمل کے ملنے تک ہے اس کے بعد اپنی تمام مرادیں شیخ کے سپرد کر دینی چاہیں اور اس کی خدمت میں مردہ بدستِ غسال (غسل دینے والا) کی طرح ہو جانا چاہیے۔ پہلی فناء فانی اللہمی ہے اور یہی فناء پھر فناء فی اللہ کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس درود و طلب کی امانتِ عظمیٰ کی محافظت، سالک کو آخر وقت تک کرنی چاہیے تا آنکہ اس کو شیخ کامل اور مکمل تک رسائی حاصل ہو جائے۔ جب شیخ کامل میسر آجائے تو اپنی تمام مرادیں اور سائے معاملات اس کے سپرد کر دینے چاہیں اور خود شیخ کے سامنے اس طرح بے اختیار و بیچ ہو جائے جس طرح مردہ غسل دینے والے کے ہاتھوں میں بے اختیار ہوتا ہے اور اپنی تمام خواہشات کو ترک کر کے شیخ کامل کی رضا کے تابع ہو جائے، اس کی رضا کو اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھے اور اس کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سمجھے۔ حصولِ فیض کے لیے تسلیم و انقیاد ہی پہلی منزل ہے۔ اہل طریقت کے نزدیک اس کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عملی نمونہ بن کر دکھا دیا۔ نیز آیت مبارکہ فَإِنْ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ نے حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حصولِ علم و فیض کیلئے تسلیم و اطاعت پر اور آیت میں نہ کرنے پر پابندی

لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ ۵۹ لَعَلَّ الْكُفْرَ ۶۰

رہنے کی تاکید فرمائی۔ مولانا روم فرماتے ہیں :-

چوں گرفتی پیر را سلیم شو

ہم چو موسیٰ زیر حکم خضر رو

نیز چونکہ شیخ کامل، مریدوں کے درمیان نبوت کی وراثت کے طور پر نبی کا قائم مقام ہوتا ہے لہذا شیخ کے آداب بھی آداب نبوت کی نہج پر استوار کرنے چاہئیں۔ مشائخ نے اپنی کتابوں میں یہ روایت نقل فرمائی ہے الشَّيْخُ فِي قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِي أُمَّتِهِ شیخ اپنے مریدوں کے درمیان اسی طرح ہوتا ہے جس طرح نبی اپنی امت کے درمیان۔ لیکن یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ آداب شیخ کامل کے ہیں، شیخ ناقص اور گندم نما جو فروش، خلاف شرع پیروں اور طنزگوں کے لیے یہ آداب ہرگز نہیں اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصر طور پر کامل شیخ کی تعریف اور اس کی علامات بیان کر دی جائیں۔

شیخ کامل : شیخ کامل وہ ہوتا ہے جو

۱۔ عالم ربانی ہو اور اہلسنت کے معتقدات پر یقین رکھتا ہو۔

۲۔ متبع سنت اور پابند شریعت ہو۔

۳۔ صاحب اجازت و خلافت ہو۔

۴۔ اس کا شجرہ طریقت مستند و متصل ہو۔

۵۔ مرتبہ احسان پر فائز ہو اور صاحب مشاہدہ ہو۔

۶۔ اپنے سلسلہ طریقت کا سلوک طے کر چکا ہو۔

۷۔ خود بھی کامل ہو اور دوسروں کو بھی کامل بنا سکے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں؛

علم بہ تفصیل احوال و مقامات و معرفت بہ حقیقت مشاہدات و تجلیات و

حصول کثوف و الہامات و ظہور تعبیرات واقعات از لوازم این مقام عالی است

(وَبَدُونِهَا خَرَطُ الْقَادِ)

یعنی احوال و مقامات کا تفصیلی علم اور معرفت، مشاہدات و تجلیات کی حقیقت جاننا اور کشف و الہامات کا حصول اور واقعات کی تعبیرات کا ظہور اس بلند مقام کے لوازمات سے ہے۔

وہ ہوتا ہے جس نے سلوک طے نہ کیا ہو، سنت و شریعت کا پابند نہ ہو اور مذکورہ آداب و شرائط پر پورا نہ اترے ایسے شیخ ناقص کی مثال نیم حکیم جیسی ہے۔ اس کی صحبت زہرِ قاتل ہے۔ اس سے طریقہ اخذ کرنا اپنی استعداد و صلاحیت کو ضائع کرنا ہے۔

اے بسا ابلیس آدم رونے بہت

پس بہ ہر دست نباید داد دست

شیخ ناقص دراصل وصول الی اللہ کی راہ میں رکاوٹ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طلب اور درود و شوق میں فتور کا سبب بنتا ہے ایسے شیخ ناقص کی صحبت اور صحبت سے دور رہنا چاہیے۔ وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتا ہے۔

اقسامِ فنا

وصول الی اللہ کے لیے شیخ کامل کی صحبت و ملازمت، بنیادی ارکان میں سے ہے کیونکہ شیخ کی محبت و اطاعت، اہل طریقت کے نزدیک وصول الی اللہ کا مقدر ہے مرید کو چاہیے کہ تصویرِ شیخ کو اس قدر پختہ بنائے کہ فناء فی اللہ کی منزل تک جا پہنچے۔ فناء اول، فناء فی اللہ ہے۔ اور پھر یہی فناء فی اللہ کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

فنا کا لغوی معنی ختم ہو جانا ہے لیکن ارباب طریقت کے ہاں
یہ ایک اصطلاح ہے جس کا معنی اوصاف مذمومہ کا سقوط

اور اخلاق محمودہ کا وجود ہے چنانچہ فاضل اجل حضرت سید شریف جرجانی قدس سرہ
رقطاز ہیں عَدَمُ الْإِحْسَاسِ بِعَالَمِ الْمَلَكُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَهُوَ بِالْإِسْتِغْرَاقِ فِي
عَظَمَةِ الْبَارِي وَمَشَاهِدَةِ الْحَقِّ وَإِلَيْهِ أَشَارَ الْمُشَافِحُ بِقَوْلِهِمُ الْفَقْرُ سَوَادُ
الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ

یعنی مشاہدہ حق اور عظمت باری (تعالیٰ) میں اس درجہ استغراق کہ عالم ملک
ملکوت کا بھی احساس نہ ہے فنا کہلاتا ہے مشائخ کرام نے اپنے قول الْفَقْرُ سَوَادُ
الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ (فقر دارین میں سیاہ روئی کا نام ہے) میں اسی طرف اشارہ فرمایا
اہل طریقت نے فنا کی تین قسمیں بیان فرماتی ہیں۔

۱۔ فناء فی الشیخ فرط محبت کی وجہ سے شیخ کے تصور میں اس طرح گم ہو جانا
کہ اس کے اپنے حواس پر شیخ کی شکل و صورت اور حرکات و سکنات
کا غلبہ ہو جائے اور اپنی ہستی کو بھول جائے یہاں تک کہ شیخ کی صورت و سیرت کے
سائچے میں ڈھل جائے۔

من تو شدم تو من شدمی من تن شدم تو جاں شدمی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگرمی

جیسا کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فناء فی الشیخ کے مرتبے میں اس
قدر مغلوب ہو چکے تھے کہ صورت و سیرت کے اعتبار سے جمال نبوت کا آئینہ دار
بن گئے اور ہجرت کے موقع پر اہل مدینہ کے لیے آقا اور غلام میں امتیاز کرنا مشکل ہو
گیا تھا۔

عشق رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰت اور اتباع سنت کے
۲۔ فناء فی الرسول غلبے کی وجہ سے سالک کا اوصاف و کمالات نبوت کا
وارث اور آئینہ دار ہو جانا فناء فی الرسول کہلاتا ہے۔

دوران سلوک تجلیات النبیہ میں اس درجہ استغراق و استہلاک
۳۔ فناء فی اللہ کہ سالک کو اپنی ہستی کی ہوش نہ رہے اور ماسوی اللہ کا نسیان ہو
جائے اور حظوظ انسانی سے مکمل نجات مل جائے فناء فی اللہ کہلاتا ہے۔

فنا کی ان اقسام ثلاثہ کے متعلق حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی قدس سرہ نے
کیا خوب فرمایا ہے۔

پیر نگر کو آ کے نبی نگر کو جا
نبی نگر میں بیٹھ کے درشن یا رکا پیا

واضح رہے کہ شیخ فیوض کا واسطہ ہے جب تک واسطہ درست نہ ہوگا مطلب
پہنہ تک راستہ کس طرح پانے گا پس فنا فی اللہ حاصل ہونا مشکل ہے
اور مرید کو چاہیے کہ اپنے ارادے کو اپنے شیخ کے ارادہ کے تابع کر دے اور اپنے آپ کو
پوری طرح اس کے سپرد کر دے اور اسکی صحبت میں کالمیبت بین یدھی الغسال
ہو جائے۔ اور یہ معنی تمام طریقوں میں درکار ہے خاص طور پر ہمارے طریقہ میں کیونکہ اس
طریقہ عالیہ میں افادہ و استفادہ انعکاسی ہے اور صحبت پر موقوف ہے پس شیخ
مقتدا کے ساتھ مناسبت کے اسباب جس قدر زیادہ رکھتا ہوگا صحبت کی تاثیر اسی
قدر زیادہ ہوگی اور فیض اخذ کرنے کا راستہ اسی قدر کشادہ ہوگا۔ ہاں اگر کوئی شخص ایسی
ہو۔ ظاہری پیر کا محتاج نہ ہو اور صرف عنایت الہی اس کے حال کی کفالت کرنے
والی ہو تو ممکن ہے کہ فنا فی اللہ کے بغیر اس کو فنا فی اللہ حاصل ہو جائے۔ لہ

دفتر اول مکتوب ۲۲

مکتوب الیہ

حضرت مرزا حسنہ الدینا جمل رحمۃ اللہ علیہ

موضوع

وصول الی اللہ کے دورا کتے

مکتوب - ۶۲

وصول الی اللہ کے راستے

مثن طریقہ وصول راد و جزواست جذبہ و سلوک و عبارت
دیگر تصفیہ و تزکیہ جذبہ کہ مقدم بر سلوکست از مقاصد
نیست و تصفیہ کہ پیش از تزکیہ است از مطالب نہ
جذبہ کہ بعد از تمامی سلوکست و تصفیہ کہ بعد از حصول تزکیہ
است کہ در سیر فی اللہ است از مقاصد مطلوبہ است۔

ترجمہ: وصول الی اللہ کے طریقہ کے دو جز ہیں جذبہ اور سلوک یا دوسرے
لفظوں میں تصفیہ اور تزکیہ۔ جو جذبہ سلوک پر مقدم ہے وہ اصلی مقاصد میں سے نہیں اور جو تصفیہ
تزکیہ سے پہلے ہوتا ہے وہ بھی اصلی مطالب میں سے نہیں ہاں وہ جذبہ جو سلوک کے بعد ہوتا
ہے اور وہ تصفیہ جو تزکیہ حاصل ہونے کے بعد ہوتا ہے جو کہ سیر فی اللہ میں ہے البتہ وہ
مقاصد مطلوبہ میں سے ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سترہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ و تقدس کی بارگاہ
یک پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ جذبہ اور سلوک۔

اللہ تعالیٰ کے محض فضل و کرم سے سیر عروجی کے ذریعے قرب الہی کے مراتب
جذبہ طے کرنے اور لطائف کے عالم امر کی طرف اور عالم امر سے عالم وجوب کی طرف

متوجہ رہنے کا نام جذبہ ہے۔

ذکر و عبادت، توبہ و انابت اور مجاہدہ و ریاضت کے ذریعے قرب و سلوک وصل کی منزلیں طے کرنے کو سلوک کہتے ہیں۔

آیت کریمہ اللہُ یَجِبِّیْ اِلَیْہِ مِنْ یَشَاءُ وَ یَهْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُؤْتِیْہِ

میں اسی مفہوم کی طرف دلالت موجود ہے۔ اجتباء میں جذبے کی طرف اشارہ ہے اور اھتدا میں سلوک کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

جذبہ سے تصفیہ حاصل ہوتا ہے اور سلوک سے تزکیہ حاصل ہوتا ہے
تصفیہ و تزکیہ تصفیہ عالم امر سے عالم وجوب کی طرف توجہ کا نام ہے اور تزکیہ عالم خلق سے عالم وجوب کی طرف توجہ اور عالم وجوب کی تجلیات سے منزین ہونے اور رذائل سے پاک ہونے کا نام ہے۔ جذبہ کی دو قسمیں ہیں۔

جذبہ بدایت جذبہ نہایت

جذبہ بدایت کا دوسرا نام اندراج النہایت فی البدایت ہے جو سلسلہ جذبہ بدایت نقشبندیہ کا خاصہ ہے اور سالک کے مقام قلب یعنی فنا تک پہنچنے کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے۔

جب سالک اپنے اسم مرتبی اور مبداء فیض تک باریابی حاصل کر لیتا ہے تو نفس منزکی ہو کر نزول کرتا ہے جب کہ روح عروج کرتی ہے۔ وہ جذبہ جو روح کو نزول نفس کے بعد عروج دیتا ہے جذبہ نہایت کہلاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں جذبہ نہایت روح کا خاصہ ہے جب کہ جذبہ بدایت نفس اور روح وغیرہا تمام لطائف کو اجتماعی طور پر عروج میں مدد دیتا ہے جذبہ نہایت سلوک طے کر لینے کے بعد ملتا ہے جو سب سلاسل طریقت کا مشترکہ خاصہ ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نقشبندی سلسلہ میں بیٹنہ سالک کو سلوک طے کرنے سے پیشتر جو جذبہ (جذبہ بدایت) دیا جاتا ہے وہ جذبہ حقیقتاً جذبہ نہیں بلکہ صورتاً جذبہ ہے اور یہ اصل مقاصد میں سے نہیں۔ حقیقی جذبہ جو اصل مقاصد میں سے ہے وہ جذبہ نہایت ہی ہے جو کہ تمام سلاسل طریقت میں سلوک طے کر لینے کے بعد سیر فی اللہ میں عطا کیا جاتا ہے۔

یہ سیر اور راجعہ میں سے دوسری سیر ہے جہاں سالک، مقام فنا کی سیر فی اللہ تکمیل کے بعد مقام بقا حاصل کرتا ہے اور اس کی ولایت کو ولایت کبریٰ کہتے ہیں (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

دفتر اول مکتوب ۶۳

مکتوب الیہ

یاد تپناہ حضرت شیخ فرید بنجاری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

ضرورت نبوت - اصول دین
انبیاء کے متفقہ کلمات

مکتوب - ۶۳

متن این بزرگواران در اصول دین متفق اند کلمہ
ایشان واحدست در ذات و صفات تعالیٰ
و تقدس و حشر و نشر و ارسال رسل و نزول ملک
و ورود جی و نعیم جنت و عذاب جہیم بطریق خلود و
تابید اختلاف ایشان در بعض احکامست کہ بفروع
دین تعلق دارد

ترجمہ: یہ بزرگ دانیائے کرام علیہم السلام اصول دین میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ
کی ذات و صفات، حشر و نشر، رسولوں کے ارسال، فرشتوں کے نزول، وحی کے وارد
ہونے، جنت کی نعمتوں اور عذاب دوزخ کے دائمی وابدی ہونے کے بارے میں ان
سب کا موقف متفق ہے اور ان کا اختلاف صرف ان بعض احکام میں ہے جو دین کے
فروع سے تعلق رکھتے ہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جو عقائد بیان فرمائے ہیں

وہ نہایت واضح اور شریعتِ حقہ کے دلائل سے ثابت ہیں اس لیے اس مکتوب کی زیادہ شرح کی چنداں حاجت نہیں تاہم نمونہ کے طور پر اس مکتوب گرامی سے چند باتوں کی شرح درج ذیل ہے۔

۱۔ ضرورتِ نبوت ۲۔ اصولِ دین ۳۔ انبیاء کے متفقہ کلمات
تخلیقِ انسانی کا مقصد وحید اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے مگر معبود و عبد
ضرورتِ نبوت کے درمیان عدمِ مناسبت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم
السلام کو وسیلہ بنایا جو ظاہری طور پر مخلوق میں شامل رہتے تھے اور باطنی طور پر حق تعالیٰ
سے حاصل رہتے تھے اور خالق و مخلوق کے درمیان بطور رابطہ کا کام سرانجام دیتے تھے۔
مزید برآں حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات کا تعارف بھی انہی حضرات کے ذریعے
کرایا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لَوْلَاكَ لَمَّا أَظْهَرْتُ الرَّبُّوْبِيَّةَ لَعَلَّكَ
خطاب سے سرفراز فرمایا اور کتبِ سماویہ اور احکامِ شرعیہ کی تشریح و تبلیغ کے لیے انہی حضرات
کو منتخب فرمایا نیز انہی نفوسِ قدسیہ کے طفیل ان کی امتوں کو عذابِ جہنم سے دائمی
نجات بخشی اور ماسوی اللہ کی گرفتاری سے آزادی عطا فرمائی۔

تاریخِ عالم گواہ ہے کہ جن لوگوں نے بھی وسیلہ نبوت کے بغیر خالق کی تلاش کی وہ
مظاہرِ پرستی کا شکار ہو گئے (جیسے مختلف قومیں نبوت کا دامن چھوڑ کر اصنام پرستی، کواکب
پرستی اور گوسالہ پرستی وغیرہ میں مبتلا ہو گئیں) نیز جس طرح خارجی و داخلی امور و معانی کا
ادراک حواسِ خمسہ اور عقل کے بغیر مشکل ہے اسی طرح امورِ غیبیہ کا ادراک، واسطہ نبوت کے
بغیر ناممکن ہے۔ حشر و نشرِ جنت و جہنم، حساب و کتاب اور دیگر امورِ غیبیہ بلکہ خود ذاتِ
باری تعالیٰ (جو غیبِ الغیب ہے) کا علم بھی وسیلہ نبوت کے بغیر محال ہے۔ جیسا کہ آیت
کَرِيهُ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ سے ظاہر ہے۔

۱۔ تخریج کے لیے ابینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب للاحظہ فرمائیں لے الاخلاص: ۱

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جملہ انبیاء کرام و رسل
 عظام علیہم السلام اصول دینیہ (ذات و صفات باری تعالیٰ، نبیوں اور
 رسولوں کی بعثت، ملائکہ کا نزول، وحی کے وارد ہونے، جنت کی نعمتوں اور عذاب جہنم کے
 دائمی ہونے) میں متفق تھے جیسا کہ آیت کریمہ **إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ
 وَآلِ الْبَنِيّٰنِ مِّنْ بَعْدِهِ ۗ** سے واضح ہے ہاں بعض فروری احکام میں باہم مختلف تھے تاکہ ان
 کی اُمتوں کے لیے معاشرتی حالات اور جغرافیائی تقاضوں کے مطابق دین فطرت کو قبول
 کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا آسان ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں جو
 بیّنہ نمبر ۱ نسخ واقع ہوتا رہا وہ بعض حکمتوں پر مبنی تھا اسی طرح قرآن پاک جو ہر قسم کے
 تضاد و تعارض سے پاک ہے میں بھی بعض احکام کا نسخ یا تبدیلی یا کسی حکم کا ایک خاص وقت
 کے لیے نازل فرمایا اللہ تعالیٰ کی خاص حکمتوں پر مبنی تھا جب وہ مدت پوری ہو گئی تو اس نے
 اس مدت عمل کے اختتام کو بیان فرما دیا۔ اسی کو نسخ کہتے ہیں۔ اس سے کسی حکم کے ناقص
 ہونے یا شارع کی لاعلمی کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ کے علم و حکمت کا کمال ثابت
 ہوتا ہے۔

جس طرح امور تکوینیہ میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے اسی طرح "امور تشریحیہ"
 بیّنہ نمبر ۲ میں بھی تغیر و تبدل ہوتا رہا جس طرح "احکام تکوینیہ" کے تغیر و تبدل پر کسی
 کو مجال اعتراض و انکار نہیں ایسے ہی احکام تشریحیہ میں حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کسی مصلحت و حکمت کے پیش نظر اگر کسی حکم کے منسوخ یا تبدیل ہونے کا حکم سنادیں
 تو اس میں بھی کسی کو اعتراض کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔

متن و از جملہ کلمات متفقہً این بزرگوارانِ نفی عبادت
غیر حق ست سبحانہ و منع اشتراک است
با و تعالیٰ و تقدس و نا گرفتار بعضی مخلوقات است

ترجمہ: اور ان بزرگوں (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے متفقہ کلمات
میں سے چند یہ ہیں۔ غیر حق سبحانہ کی عبادت کی نفی کرنا اور حق تعالیٰ کے ساتھ شرک کی
ممانعت کرنا اور مخلوق میں سے کسی کو اپنا معبود نہ بنانا۔

شرح

زیر نظر سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے
کے تین متفقہ کلمات بیان فرمائے ہیں:

۱۔ توحید باری تعالیٰ ۲۔ انبیاء کرام کی بشریتِ مطہرہ ۳۔ معصومیتِ ملائکہ

انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی امتوں کے سامنے اللہ تعالیٰ
توحید باری تعالیٰ کے ”وَحَدَهُ لَا شَرِيكَ“ ہونے اور غیر اللہ کی عبادت
کے عدم استحقاق کا بنیادی نظریہ پیش فرمایا اور اس عقیدہ کا اعلان بھی انہی حضرات کے
کے ساتھ مخصوص رہا جیسا کہ آیت کریمہ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكَمُ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا سے واضح ہے ان
کے بعد ان کے متبعین بھی اسی عقیدہ کا پرچار کرتے رہے جب کہ منکرینِ نبوت اگر حق
تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہوئے یا تو محض مسلمانوں کی دیکھا دیکھی یا پھر حق تعالیٰ سبحانہ کی

وحدانیت کو تو مانتے رہے مگر غیر اللہ کو بھی عبادت کا حق دار سمجھتے رہے ہیں جب کہ مسلمان حق تعالیٰ کو وحدہ لا شریک بھی مانتے ہیں اور اسے ہی مستحق عبادت جانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے اقرار و تکرار سے اپنے عقیدہ توحید کا اظہار و اعلان کرتے ہیں۔

انبیائے کرام کی بشریتِ مطہرہ
 حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رشد و ہدایت کے لیے جملہ انبیاء کرام کو صورتِ بشری میں مبعوث فرمایا جیسا کہ آیت کریمہ "وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِي إِلَيْهِمْ" میں اسی حقیقت کا بیان ہے اور آیت کریمہ "قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" بھی اسی مفہوم کی غماز ہے تاکہ فیوض و برکات کے افادہ اور استفادہ میں آسانی رہے جب کہ فرشتوں کی نورانیت و لطافت اور انسانوں کی بشریت و کثافت اور باہمی عدم مناسبت کی وجہ سے اخذ فیض مشکل امر تھا اس لیے کسی بھی فرشتے کو منصبِ نبوت عطا نہیں فرمایا گیا۔ رسول کی تعریف میں علمائے عقائد نے یوں تصریح فرمائی ہے۔

«الرَّسُولُ إِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى الْخَلْقِ لِتَبْلِيغِ الْأَحْكَامِ»
 ترجمہ، یعنی رسول اس عظیم انسان کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ تبلیغ احکام کے لیے خلق کی طرف مبعوث فرماتا ہے۔

بیت نمبر ۳
 نبی اور رسول میں فرق یہ ہے کہ رسول، صاحب کتاب و شریعت ہوتا ہے جب کہ نبی کے لیے یہ ضروری نہیں۔

بیت نمبر ۴
 واضح ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریتِ مقدرہ کا انکار جائز نہیں کیونکہ یہ نص قطعی سے ثابت ہے اور آپ کی نورانیت کا مسئلہ دلائل ظنیہ سے ثابت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت بھی بے مثل تھی اور

نورانیت بھی بے مثل۔ اہل اسلام کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف قابل افسوس ہے اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو حق پر استقامت عطا فرمائے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق اور معزز بندے ہیں جو گناہوں سے مطلق معصوم اور خطا و نسیان سے محفوظ ہیں، انکی معصومیت کا راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہ کرنے والے اسباب و عوامل سے قطعاً پاک پیدا فرمایا ہے وہ گناہ کر سکتے ہی نہیں۔ وہ خدائی حکم کی تعمیل کے لیے ہمہ وقت تیار اور جذبہ اطاعت سے سرشار رہتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ "لَا یَعْصُونَ اللہَ مَا أَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُونَ مَا یُؤْمَرُونَ" سے عیاں ہے۔ نفسانی خواہشات خورد و نوش وغیرہ سے متبر اور تذکیر و تمانیت سے منزہ ہیں۔ دنیا میں احکام الہیہ کی تنفیذ اور امور مختلفہ کی تدبیر پر مامور ہیں فرشتے وحی الہی کے امین اور کلام ربانی کے حاملین ہیں۔

ملک کی تعریف میں علمائے کرام نے یوں تصریح فرمائی ہے:

"هُوَ جِسْمٌ لَطِيفٌ نُورَانِيٌّ يَتَشَكَّلُ بِأَشْكَالٍ مُخْتَلِفَةٍ سِوَى الْكَلْبِ

وَالْخِزْيِرِ لَا يَذْكَرُ وَلَا يُؤْنِثُ"

یعنی فرشتہ وہ لطیف نورانی جسم ہے جو کتے اور خنزیر کے علاوہ ہر شکل و

صورت میں متشکل ہو سکتا ہے نہ وہ مذکر ہے نہ مؤنث۔

دفتر اول مکتوب ۶۴

مکتوب الیہ

یاد تپناہ حضرت شیخ فرید بنجاری رحمہ اللہ علیہ

مکتوب الیہ

موضوع

لذت والم کی اقسام

مکتوب - ۶۴

متن در این نشاۃ کہ روح بمقام جسم تنزل

نمودہ است

ترجمہ: اس جہاں میں روح، جسم کے مقام میں اترتی ہوئی ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ عالم ارواح کی عالم اجسام سے قبل آفرینش ہوئی تھی دراصل یہاں آپ ایک روایت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے روح کو عالم اجسام سے چار لاکھ سال قبل تخلیق فرمایا تو وہ عالم قدس کی طرف متوجہ ہوئی مگر عالم قدس تک رسائی کو مجاہدہ و ریاضت کے ساتھ ہونا پڑا، لیکن امور مجاہدہ جسم کے بغیر ممکن نہ تھے لہذا روح کو جسم انسانی میں اتار کر مجاہدہ نفس پرامونہ کر دیا سعادت مند ارواح مجاہدہ و ریاضت اور طاعت عبادت سے مشرف ہوئیں تو اسے جسمانی و روحانی عالم میں روحانی ارتقاء اور مقام حقیقت و معرفت تک وصل عطا فرما کر متاثر کر دیا گیا مشائخ طہیقت کے نزدیک اُسے فنا تعبیر کیا جاتا ہے۔

خاک شو خاک تا بروید گل

کہ بجز خاک نیست منظر گل

لیکن پست فطرت، دون ہمت ارواح انسانی خواہشات اور جسمانی علالت سے بچنے کا حاصل نہ کر سکیں۔ اس لیے وہ لذتِ فنا، نعمتِ مجاہدہ اور روحانی ارتقاء سے محروم ہوئیں اور اپنے وطنِ اصلی کو بھول گئیں حضرت شاہ شرف الدین قلندر قدس سرہ اس قسم کی ارواح کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چند باشی از مقام خود جدا
چند گردی در بدرے بے حیا

لذت و الم کی اقسام

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے لذت و الم کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔
لذت کی دو قسمیں :

لذت جسمانی اور لذت روحانی

۱۔ لذت جسمانی جب جسم، عیش و آرام، راحت و چین اور طغیان و عصیان میں سرگرداں رہے تو اس قسم کی باطنی امراض سے پاک روح کو تکلیف ہوتی ہے جو اس کے عالم قدس کی طرف سیر و طیر میں مانع ہوتی ہیں۔

۲۔ لذت روحانی جب روح، بشری کدورتوں اور نفسانی شرارتوں سے چھٹکارا حاصل کرے تو جسمانی تکلیف سے روح لذت گیر ہوتی ہے کیونکہ روح

اور جسم ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ نیز حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کشف صحیح سے معلوم ہوا ہے کہ دنیوی الآم و نوائب اور جسمانی تکالیف و مصائب روحانی ارتقاء اور باطنی نشوونما کا ذریعہ ہیں حادثاتِ زمانہ کڑوی دوا کی مانند ہیں جو بظاہر تلخ مگر حقیقت میں نفع بخش ہیں۔

الم کی دو قسمیں ۱۔ الم جسمانی اور الم روحانی

۱۔ الم جسمانی احکام الیہ جل سلطانہ کی تعمیل اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰت کی متابعت سے نفسانی خواہشات کمزور اور ماند پڑنے سے جسم درد

الم محسوس کرتا ہے کیونکہ شریعت و سنت کی پیروی جسم پر بڑی شاق اور گراں نثر آتی ہے
 جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلٰى الْخٰشِعِيْنَ لہ سے واضح ہے۔
 جب انسان جاہ و منصب، ریاست کی طلب، تہذیب و تمدن وغیرہ جیسی
 ۲۔ الم روحانی خواہشات بشریہ اور نفسانی کہ وراثت کی تکمیل کے درپے ہے تو
 اس سے روح کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے۔

متن پس مقصود از خلقت انسان خواری اوست

ترجمہ: پس انسان کی پیدائش سے مقصود از خالق کائنات کے تصور اس
 کی ذلت ہے۔

شرح

اس جملہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ عاجزی و انکساری اختیار کرنے کی نصیحت
 فرماتے ہیں دراصل عجز و نیاز مندی تکوینی احکام میں سے ہے جس کے تمام جن و انس
 مامور ہیں۔ جیسا کہ آیہ کریمہ كُلُّ لَهٗ قٰنُوْنٌ لَّہٗ سے عیاں ہے آپ اپنا ایک کشف
 مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عام دعوتوں میں مدعو لوگ طعام میں نقص اور بیبا
 کی عیب جوئی کرتے ہیں جس سے میزبان خاطر شکستہ اور دل برداشتہ ہو جاتا ہے یہ دل
 شکستگی طعام میں عدم اخلاص وغیرہا کی بنا پر پیدا ہونے والی ظلمت کے دور کرنے اور اس
 کی قبولیت کا ذریعہ بن جاتی ہے پس یہی انکساری و شکستگی اور عاجزی و بیچارگی تخلیق انسانی
 کا مقصود ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ لہ
 سے ثابت ہے۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ لے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
 جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں
 غالباً اسی غایتِ تذلل اور نہایتِ عجز کی وجہ سے دُنیا مومن کے لیے قید خانہ
 ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ الذیٰ نیکر سبحن المؤمنین..... الخ سے واضح ہے

دفتر اول مکتوب ۶۵

مکتوب الیہ

خان اعظم حضرت مرزا عزیز رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

اسلام کی غربت اور مسلمانوں کی کمپرسی پر اظہارِ افسوس
باہمی الفت طبعی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے

مکتوب - ۶۵

مَنْ مَجْرٍ صَادِقٍ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ مِنَ الصَّلَاةِ
 أَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّيَمَّاتِ أَكْمَلُهَا فَمَوْدُ
 اسْتِ الْإِسْلَامِ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ
 فَطَوَّبِي لِلْغُرَبَاءِ غُرَبَتِ اسْلَامِ تَابِحْدِي رَسِيدِهِ
 اسْتِ كِه كُفَارِ بَرْمَلَا طَعْنِ اسْلَامِ وَذَمِّ مَسْلَمَانِ
 مِ نَمَائِنْد

ترجمہ: مجر صادق علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التیممات اکملہا نے فرمایا۔

الْإِسْلَامُ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ فَطَوَّبِي لِلْغُرَبَاءِ (یعنی اسلام
 غریب (بے وطن و بے کس) ہی ظاہر ہوا اور غریب ایسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ شرع
 میں تھا پس غریبوں کے لیے خوشخبری ہے (یعنی اس کی مدد کرنے والوں کیلئے)
 غریت اسلام اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ کفار اعلانیہ اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں
 کی مذمت کرتے ہیں۔

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اسلام کی غریب الوطنی، مسلمانوں کی کمپرسی، کفار کی جبرأت اور مسلمانوں کی مذمت پر اظہار افسوس فرما رہے ہیں اور اہل اسلام کی تقویت پر ترغیب اور احکام شرعیہ کے اجراء پر مکتوب الیہ کو تحریر یعنی دلا رہے ہیں کہ دین اسلام کی سطوت و شوکت کا غلبہ اور دبدبہ بذریعہ شمشیر ہی ہوا کرتا ہے النَّاسُ عَلَى دِينِ مُلُوكِهِمْ کے مطابق رعایا بادشاہوں کی دیکھا دیکھی شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہوا کرتی ہے مگر اب بادشاہوں کی بے دینی کی وجہ سے معاملہ برعکس ہو گیا ہے۔ سلطنت کے رکن رکین، بہادر اور دیندار ہونے کی وجہ سے اس مایوس کن صورت حال میں آپ کا وجود ہمارے لیے غنیمت ہے اور ان نامساعد حالات میں ہماری نظر آپ پر ہے نیز اسلامی غیرت اور دینی حمیت آپ کے اندر جنون کی حد تک موجود ہے اور یہ جنون کمال ایمان کی علامت ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُقَالَ لَهُ إِنَّهُ مُجْنُونٌ سے واضح ہے اس لیے اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی حمایت کے اظہار و اعلان کو جہاد اکبر سمجھیں اور هَلْ مِنْ مَنِيْدٍ كَانَعُوْهُ سِتَانَهُ لَكَاتِيْ هُوئے اس جہاد کو جہادِ قتال سے بہتر جانیں تاکہ اسلام کی عظمت رفتہ واپس لوٹ آئے اور مسلمان باعزت زندگی بسر کر سکیں۔

مَنْ حَضَرَتْ خَوَاجَةٌ اَصْرًا قَدَسَ اللهُ تَعَالَى رِثَةً

تخریج حدیث: حضرت امام جزری رحمۃ اللہ علیہ نے حسن حسین میں اس حدیث مبارکہ کو یوں نقل فرمایا ہے اکثر و اکثر اللہ حتیٰ یقولوا یحسبنا نیز ابن حبان، امام احمد بن حنبل اور ابو یعلیٰ نے اپنی مسانید میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

می فرمودند کہ اگر من شیخی کفم ہیچ شیخی
در عالم مرید نیابد اما مرا کار دیگر فرموده اند و آن ترویج
شریعت و تائید ملت است

ترجمہ: حضرت خواجہ احمد قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر
میں پیری و مرشدی کروں تو دنیا میں کسی پیر کو کوئی مرید نہ ملے لیکن مجھے کسی اور مرید کا علم ہی
گیاہے اور وہ شریعت کی ترویج اور ملت کی تائید ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت خواجہ عبید اللہ اعجاز
قدس سرہ کا ایک قول نقل فرما کر مکتوب الیہ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ چونکہ آپ
کو خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے ساتھ نسبت و عقیدت ہے اور سلسلہ نقشبندیہ
کے غوث اعظم خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عبید اللہ احمد قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ ہمارا
کام صرف پیری مریدی کرنا ہی نہیں اگر میں صرف پیری مریدی کروں تو نصف و جذب
کے ذریعے ساری دنیا کے مریدوں کو اپنی طرف کھینچ لوں کسی اور پیر کو کوئی مرید ہی نہ ملے
ہم! کام شریعت اسلام کی ترویج اور ملت نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰت) کی تائید ہے۔ آپ
شاہان وقت کی مجالس و محافل میں تشریف لے جاتے اور نصف فرما کر ان سے دین
اسلام کی اشاعت کا کام لیتے تھے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مکتوب الیہ کو تاکید فرمائی ہے کہ چونکہ آپ ایک
بادشاہ شخصیت کے مالک اور ارباب اقتدار میں سے تھے حیثیت کے حامل ہیں اسلئے
بھر پور کوشش فرمائیے کہ کفار کی رسومات اور ان کے شعائر جو مسلمانوں میں راسخ ہیں

ان کو زینح و بن سے اکھاڑ پھینکا جائے تاکہ مسلمان ہندو اذہ طریقوں سے بچ جائیں اور اسلامی شعائر کو اپنائیں (واللہ الموفق)

مَن واز محبت عزیزے کہ بواسطہ مناسبت
فطریات خب نکذ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

مَنْ أَحَبَّ أَخَاهُ فَلْيُعْلِمْ آيَاهُ

ترجمہ: یعنی (آپ کے ساتھ) طبعی محبت سے جو کہ فطری مناسبت کے طور پر آپ کے ہے مطلع نہ کرنا مناسب نہ سمجھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ أَحَبَّ أَخَاهُ فَلْيُعْلِمْ آيَاهُ یعنی جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے محبت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی محبت کا اظہار اس پر کرنے

شرح

مستطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ خان اعظم کے ساتھ طبعی محبت کا اظہار فرمایا ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے احکام جاری کرنے اور کفار کا مقابلہ کرنے میں بڑے جرات مند تھے آپ نے ان کی دلیری کو داد و تحسین پیش فرمائی ہے نیز فرمایا ہے کہ ہمارا دنیا میں آکر باہمی رشتہ محبت استوار نہیں ہوا بلکہ ہم آپس میں روز اول سے ہی محبت کے بندھنوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُّجْتَدِدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اِثْتَلَفَ وَمَا تَنَافَرَ مِنْهَا اِخْتَلَفَ

یعنی عالم ارواح میں روحیں گروہوں کی صورت میں رہا کرتی تھیں۔ جن کی وہاں

آشنائی ہوگئی وہ یہاں (دنیا میں) بھی ایک دوسرے سے الفت کرتے ہیں اور جن کی وہاں نفرت ہوگئی تھی وہ یہاں بھی ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں۔
 حضرت امام ربانی قدس سرہ نے خلوص و لہیت کے جذبہ سے سرشار اپنی بے لوث محبت کا اظہار ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت من احب اہلہ فلیعلم ایاتہ کے مطابق فرمادیا ہے اور اپنے ذاتی مفاد کی بجائے دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور ملت کی تائید و قوت کا کام خان اعظم سے لیا ہے تاکہ اسلام کی شوکت اور مسلمانوں کی سطوت، ہیبت و عظمت کی دھاک کفار کے دلوں پر بیٹھ جائے۔

دفتر اول مکتوب ۶۶

مکتوب الیہ

خانہ عظمت فرزا عزیز رحمان علیہ

موضوع

طریقہ نقشبندیہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے

مکتوب - ۶۶

مَنْ مِنْ طَرِيقِ بَعِيْنِهِ طَرِيقَ اصْحَابِ كِرَامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

ترجمہ: یہ طریقہ بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ طریقت نقشبندیہ کی فضیلت اور انکی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کے ساتھ مناسبت بیان فرماتے ہیں اور اس طریقہ کو بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ قرار دیا ہے چونکہ صحابہ کرام کو اتباع سنت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و صحبت کی برکت کی وجہ سے ابتداء ہی میں وہ کمال حاصل ہو جاتا تھا جو اولیائے امت کو نہایت میں پہنچ کر بھی بہت کم ہی میسر آتا ہے یہاں تک کہ خیر النبا بعین حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ بھی وہ شرف و فضل حاصل نہ کر سکے جو صحابہ کرام کو حاصل ہوا جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ خیر امتی قرنی ثمة الذین یلونہم ثمة الذین یلونہم (یعنی بہترین امت میرے صحابہ کرام ہیں ان کے بعد بہترین وہ لوگ ہیں جن کا زمانہ ان سے طلبت پھر ان کے بعد بہترین امت وہ لوگ ہیں جن کا زمانہ ان سے متصل ہے) سے ثابت ہے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارک میں وارد کلمہ ثَمَّ نے دوسروں کے کام کو پیچھے ڈال دیا ہے کیونکہ یہ کلمہ جس طرح تراخی زمانہ کے لیے آتا ہے اسی طرح تراخی مرتبہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جس طرح صحابہ کرام ان مذکورہ بزرگوں سے افضل ہیں اسی طرح صحابہ کا طریقہ بھی تمام طرق سے افضل ہے صحابہ کرام میں بالخصوص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں لہذا ان کی نسبت بھی سب سے بلند ہے۔ طریقت نقشبندیہ چونکہ براہ راست سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے اور اس کا پہلا نام طریقت صدیقیہ ہے اس طریقت کو سلسلۃ الذہب بھی کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر سلاسل طریقت پر اس سلسلہ عالیہ کی فضیلت ایسے ہی ہے جیسے صحابہ کرام کے زمانہ کی فضیلت دوسرے زمانوں پر۔ نیز جس طرح صحابہ کرام کی فضیلت، اتباع سنت اور صحبت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت کی برکت کی وجہ سے ہے ایسے ہی سلسلہ نقشبندیہ میں روحانی ارتقاء کا انحصار اتباع سنت اور شیخ کی محبت اور صحبت پر ہے جب کہ دیگر سلاسل مقدسہ میں باطنی ترقی کا دار و مدار ریاضت اور حلقوں پر موقوف ہے۔ عارف جامی قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ہے ۷

از دل سالک رہ جاؤ بہ صحبت شاں می برد و سوسر غلوت و فکر چلہ را

مَنْ جَمَاعَةٌ رَاكَ اَزْ كَمَالِ فَضْلِ دَرِ اَنْغَاذِ تَرْسَرِبِي

از ان جام ارزانی دارند اطلاع بر حقیقت کمالات ایشان

غیر ایشان را متعذر است نہایت ایشان فوق

نہایت دیگران خواهد بود

ترجمہ: وہ جماعت جس نے کمال فضل سے ابتداء ہی میں اس جام سے ایک گھونٹ پی لیا ہو ان کے کمالات کی حقیقت پر دوسروں کا مطلع ہونا مشکل ہے۔ ان کی نہایت دوسروں کی نہایت سے فوق ہوگی۔

شکر

سطورِ بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ وصول الی اللہ کے دو راستے ہیں۔ ۱۔ سلوک کا راستہ ۲۔ جذب کا راستہ۔
 حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے نقشبندیوں کو جذب کا راستہ عطا فرمایا ہے۔
 خواجہ خواجگان حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں ما فضلیا نیسم جذبۃ جذبیتی
 الی اللہ ہم فضلی ہیں اور وہ فضل جذبہ ہے۔ میں خدا تک فضل کے ستے پہنچا ہوں واضح ہے
 کہ دیگر سلاسل میں جذبہ تکمیل سلوک کے بعد سیر فی اللہ میں عطا کیا جاتا ہے جب کہ
 سلسلہ نقشبندیہ میں جذبہ سیر فی الاشیاء کے دوران ابتدا ہی میں عطا کر دیا جاتا ہے اسی کو
 اندراج نہایت در بدایت کہتے ہیں۔ جن کی ابتداء کا یہ عالم ہے ان کی انتہا کا اندازہ کون
 کر سکتا ہے؟

قیاس کن زگلستان من بہار ما

۴

دفتر اول مکتوب ۶۷

کتب الیہ

حضرت میرزا عبدالرحیم خان خاناں رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب الیہ

موضوعات

قبض و بسط کی تعریفات

مثنیٰ بہات کے بارے میں حضرت امام ربانیؒ کا موقف

مکتوب - ۶۷

متن تلوینات احوال از لوازم صفتِ امکان است
جماعہ کہ بہ تمکین رسیدہ اند نیز از تلوین سرشتہ اند
ترجمہ: احوال کا تغیر و تبدل امکان کی صفت کے لوازمات میں سے ہے
جو جماعت مرتبہ تمکین تک پہنچی ہے تلوین ان کی سرشت میں بھی ہوتا ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے خان خانان کو بعض اصلان
نصیحت فرمائی ہے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ خان خانان نے اپنے کسی مکتوب میں حاکمانہ انداز
اپنایا تھا جیسا کہ آئندہ مکتوب میں اس امر کی وضاحت موجود ہے جس پر حضرت امام ربانی قدس سرہ
کی غیرتِ فاروقی جوش میں آئی تو آپ نے اس کی اصلاح و فلاح کے لیے حدیثِ مبارکہ
الدِّينُ النَّصِيحَةُ کے مطابق یہ مکتوب تحریر فرمایا کہ حق تلخ اور کڑوا ہوتا ہے اگرچہ کم ہی
ہو جیسا کہ مقولہ الْحَقُّ مُرٌّ وَلَوْ كَانَ ذُرًّا سے واضح ہے لیکن خوش نکتہ ہے وہ شخص
جو اپنی اصلاح و تربیت کی خاطر اس تلخی کو شہدہ سمجھ کر پی جائے اور سرورِ بہرہ کر ھلکے من اعزید
کا نعرہ لگائے۔

نیز یہ کہ حق تعالیٰ واجب الوجود الایزال کی شان یہ ہے کہ وہ تغیر و تبدل سے پاک ہے
جیسا کہ الْاَنَ كَمَا كَانَ سے عیاں ہے جب کہ سالک کے احوال و کیفیات ہمیشہ

رہتے ہیں خواہ وہ تکمیلی مراتب میں مرتبہ تمکین تک ہی کیوں نہ پہنچ جائے کیونکہ تلوین ممکن کی سرشت میں شامل ہے وہ کبھی کیفیتِ غم و انقباض سے دوچار ہوتا ہے اور کبھی کیفیتِ سرور و انبساط سے سرشار۔ اس پر کبھی توصفاتِ جلالیہ کا درود ہوتا ہے اور کبھی صفاتِ جمالیہ کا نزول اور ہر کیفیت کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں لامتناہی تجلیات کے نزول کی وجہ سے جو کیفیت ایک دفعہ آتی ہے پھر بھی نہیں آتی جیسا کہ حدیث مبارکہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اَصْبَعَيْنِ مِنَ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ (مومن کا دل خدائے رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اے جیسے چاہتا ہے پھیرتا ہے) میں صراحت فرمائی گئی ہے۔ سالک پر جب تجلیاتِ جمالیہ کا پرت پڑتا ہے تو وہ ہر حقیر و ذلیل مخلوق کا ادب و احترام کرتا ہے اور جب تجلیاتِ جلالیہ کا پرت پڑتا ہے تو بڑے بڑے بادشاہوں اور کج کلاہوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا انہیں ٹوک دیتا ہے۔

کیا تخت نے سمجھا ہے کیا تاج نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مکتوب گرامی میں تلوین و تمکین اور قبض و بسط کی اصطلاح کا ذکر فرمایا ہے اسلئے قدرے تشریح نذر قارئین ہے۔ تلوین و تمکین کے لیے مکتوب ۱۸ کی شرح ملاحظہ فرمائیں

☆ تخریج حدیث: حضرت عبدالشہ بن عمر سے یہ حدیث یوں منقول ہے:

اِنَّ قُلُوْبَ بَنِي اٰدَمَ كُلِّهَا بَيْنَ اَصْبَعَيْنِ مِنَ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَّاحِدٍ يُصَرِّفُهُ كَيْفَ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ. جسے مسلم ۳۳۵ و الفللا ترمذی ۳۲۲ نے نقل فرمایا ہے

قبض اور بسط

وَارِدٌ يَرِدُ عَلَى الْقَلْبِ يُوجِبُ الْإِشَارَةَ إِلَى عِتَابٍ وَتَأْرِيْبٍ
قبض قلب پر وارد ہونے والی ایسی کیفیت جو عتاب اور تاویب کی طرف اشارہ کا
وجوب ہوتے قبض کہتے ہیں۔

هُوَ وَارِدٌ يُوجِبُ الْإِشَارَةَ إِلَى رَحْمَةٍ وَأَنْسٍ
اسی کیفیت جو رحمت اور انس کی طرف اشارہ کا باعث ہوتے بسط کہتے ہیں
در اصل قبض و بسط کا تعلق امور حاضرہ سے ہوتا ہے۔

اگر واردات قلبی بند ہو جائیں تو اسے قبض کہتے ہیں

اگر واردات قلبی کھل جائیں تو اسے بسط کہتے ہیں

قبض و بسط دو ایسی حالتیں ہیں جو انسانی اختیار سے باہر ہیں یہ نہ ذاتی جو وجہ سے
حاصل ہو سکتی ہیں اور نہ ہی مختلف سے دور کی جاسکتی ہیں۔ دونوں کا مجموعہ اللہ تعالیٰ
کی ذات بابرکات ہے کیونکہ دونوں منوصل الی اللہ اور تعلقہ و تجلیات کا آمینہ ہیں جیسا کہ آیت
کرمیہ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ سے ظاہر ہے

قبض و بسط دونوں حق تعالیٰ کی طرف سے دل پر وارد ہوتے ہیں جب وہ حق تعالیٰ
ہوتے ہیں تو باطن اس سے مرہور ہوتا ہے اور نفس مقمور، یا باطن قہور ہوتا ہے اور نفس مرہور
بعض کے لیے باطن کی قبض نفس کی کشائش کا باعث ہوتی ہے اور بعض کے لیے باطن
کی کشائش، انقباض نفس کا ذریعہ ہوتی ہے

سلطان العارفين جنات بائزہ بسطانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ قاب و قبض

۱۔ کتاب التعریفات ج ۱ لے کتاب التعریفات ج ۱ لے کتاب التعریفات ج ۱ لے

۲۔ بخاری ج ۱ لے کشف المحجوب

نفس کی کشائش کرتی ہے اور قلب کی کشائش نفس کی قبض کا باعث ہوتی ہے۔ مقبوض نفس خلل سے محفوظ ہوتا ہے اور کشادہ باطن بعززش سے مصئون رہتا ہے اس لیے کہ دوستی میں غیرت مذہب ہے اور قبض غیرت حق کی علامت ہے دوست کا دوست کے ساتھ عتاب شرط ہے اور بسط عتاب کی علامت ہے روایات میں معروف ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ہنتے نہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام روتے نہ تھے، حضرت یحییٰ علیہ السلام عالم القباض میں تھے اور حضرت عیسیٰ انبساط میں۔ جب ایک دوسرے سے ملتے تو حضرت یحییٰ فرماتے اے عیسیٰ کیا آپ فراق کے خوف سے بے نیاز ہیں۔ حضرت عیسیٰ فرماتے کیا آپ رحمت حق سے نا اُمید ہیں دراصل نہ آپ کا رونا تقدیر ازیلی مٹا سکتا ہے اور نہ ہی میرا ہننا قضا، کرواپس لوٹا سکتا ہے۔

اکثر حالت قبض ذکر سے اعراض اور معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے آتی ہے مگر بسا اوقات دیگر باطنی مصلحتیں بھی کار فرما ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَنَبِّ لُؤكُمُ بِالشِّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً لَّہ سے واضح ہے۔

کیفیت قبض میں سالک کو شیخ کی صحبت اور استغفار کی کثرت کرنی چاہیے، نیز یا بآسِط کا تکرار اور حق تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری بھی رفع قبض کیلئے نافع ہیں۔

زیر نظر مکتوب میں وارد مذکورہ متشابہات کے متعلق متکلمین اہلسنت کی آراء بالا حدیث اور اس قسم کی دیگر آیات و احادیث مبارکہ متشابہات میں سے ہیں ان پر ایمان لانا واجب ہے اپنی رائے و قیاس سے ان میں کلام کرنا حرام اور ان کو آسان کرنے کی کوشش کرنا ممنوع ہے ان کے بارے میں مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہیے کہ یہ حق تعالیٰ کی بلا کیف صفات میں سے ہیں چونکہ ان کی کیفیت مجہول ہے لہذا ان کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

مشابہات کے بارے میں اہل علم کے دو موقف ہیں۔ ۱۔ منقوضین ۲۔ مؤولین
 ان کا موقف یہ ہے کہ اصابع اور یذوغیہ کا حقیقی انکلیاں اور ہاتھ ہیں
منقوضین کرنا چاہیے ان کی تاویل سے اجتناب کرنا چاہیے لیکن یہ نہیں سمجھنا
 چاہیے کہ یہ انکلیاں مخلوق کی طرف ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انکلیاں تو ہیں ہم ان پر ایمان لائے
 ہیں مگر ان کی حقیقت و کیفیت سے ہم آگاہ نہیں ان کی مادۃ اللہ ہی بہتر جانتے جیسا کہ
 آیت کریمہ وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ سے واضح ہے اسلاف کے نزدیک ہی وقت
 اسلم ہے۔

ان کا موقف ہے کہ مشابہات کو ظاہری معنی پر مہمول کرنے سے تشبیہ
مؤولین و تمثیل کا اثبات ہوتا ہے جو سراسر اتحاد اور زندہ نسبت لہذا ان کی تاویل کرنا
 ضروری ہے۔

واضح ہے کہ بعض مشابہات کی تاویل نہایت دشوار ہے لہذا ان کی تاویل سے
 سکت و صامت رہنا چاہیے صرف ان پر ایمان و اعتقاد رکھنا چاہیے ایسے موقع پر
 تاویل کو حرام جاننا چاہیے جیسا کہ آیت کریمہ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ سے
 آشکارا ہے۔

لفظ قُرب، محبت اور احاطہ حق سبحانہ جو قرآن مجید
حضرت امام ربانی کا موقف میں واقع ہوئے ہیں مشابہات قرآنی میں سے
 ہیں جیسا کہ لفظ ید اور وجہ وغیرہ اور ہی حال لفظ اول، آخر، ظاہر، باطن اور ان بیسے
 دیگر الفاظ کا ہے پس ہم حق سبحانہ کو قریب کہتے ہیں لیکن ہم نہیں جانتے کہ قریب کا معنی
 کیا ہے اسی طرح ہم سے اول کہتے ہیں لیکن ہم نہیں جانتے کہ اول سے کیا مراد ہے قریب
 اور اولیت کے جو معنی ہمارے علم و فہم کے احاطہ میں آتے ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ اس سے نڈر

لہ آل عمران، لہ بنی اسرائیل ۲۶ لہ عائد توریثی

اور برتر ہے اور جو کچھ ہمارے کشف و شہود میں سما سکتا ہے حق تعالیٰ اس سے بہت بلند اور پاک ہے اور حق تعالیٰ کے قرب اور سعیت کی جس کیفیت کو بعض متصوفین نے بطریق کشف دریافت کیا ہے وہ اسی کشفی معنی کے لحاظ سے حق سبحانہ کو قریب اور ساتھ (مخ) سمجھتے ہیں وہ مستحسن نہیں ہے انہوں نے فرقہ مجتہد کے مذہب میں قدم رکھ دیا ہے اور جو کچھ بعض علماء نے اس کی تاویل میں فرمایا ہے اور قرب سے مراد قرب علمی سے لیا ہے تو وہ اسی طرح ہے جیسا کہ انہوں نے یہ کی تاویل قدرت اور وجہ کی تاویل ذات سے کی ہے یہ ان لوگوں کے نزدیک جائز ہے جو تاویل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں ہم تو تاویل کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے اور اس کی تاویل کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے علم کے حوالے کر دیتے ہیں۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ ۝

یہ امر مستحضر ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مشابہات کی تاویلات کے بیٹنہ جواز اور عدم جواز کے متضاد اقوال کو اوقات و احوال کے متعدد و مختلف ہونے پر محمول کرنا چاہیے اور دوسرے قول پر ہی اعتماد کرنا چاہیے، کیونکہ ہر مقام کے علوم و معارف مجداً جدا ہیں اور ہر حال کا قال علیحدہ ہے جیسا کہ ارباب حال و کیف سے پوشیدہ نہیں ہے (فانعمم)

دفتر اول مکتوب ۶۸

کتب الیہ

حضرت میرزا عبدالرحیم خان خاناں قمر الہ علیہ

موضوع

تواضع کی اہمیت

مکتوب - ۶۸

تواضع کی اہمیت

تواضع از اربابِ غنا زیبا است واستغنا
 از اہل فقر لان المعالجة بالاضداد
 توجہ: تواضع دولت مندوں کی طرف سے زیبا ہے اور بے نیازی
 فقیروں کی طرف سے ایسے کہ معالجاہ اضداد کے ساتھ ہوتا ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے خانِ غاناں کو تنبیہ اور
 اندازِ تحریر پر تنبیہ اور تواضع اپنانے کی تلقین فرمائی ہے دراصل بسا اوقات امیہ طبقہ
 دولت کے خمار اور نشہ اقتدار میں مست، علماء اور فقہاء پر رعب جمانے کی کوشش
 کرتا ہے خانِ غاناں صاحب ثروت اور سلطنت کے رکنِ کلین ہونے کے باوجود
 فقیروں کے ارادت مند اور خدمتگار تھے مگر ان کی تحریر سے تکبر کی بو آتی تھی جس
 پر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے انہیں تواضع اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی تاکہ
 فقہاء کی خدمت کرنے پر انہیں اجر و ثواب مل سکے ورنہ آیت کریمہ لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ
 بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ کی رُوتِ ثواب سے محروم رہیں گے۔

در اصل تکبر ایک روحانی اور اخلاقی مرض ہے جس کا علاج تواضع، عاجزی اور انکساری سے ہی ممکن ہے۔ کیونکہ علاج ضد کے ساتھ ہوتا ہے جس طرح خشکی کا علاج تری سے، حرارت کا بروقت سے کیا جاتا ہے ایسے ہی تکبر کا علاج تواضع سے ہوتا ہے۔

تواضع جنت کی کلید ہے اور عظمت کی نوید ہے۔ تواضع گو دو اے تلخ مزا ہے مگر حرمت افزا بھی ہے۔ تواضع سبب خیر و برکت بھی ہے اور موجب فضل و رحمت بھی۔

تواضع غرباء کا اظہارِ حال بھی ہے اور امراء کے لیے باعثِ کمال بھی جیسا کہ ارشادِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ طوبیٰ لِمَنْ تَوَاضَعَ فِي غَيْرِ مَسْكَنَةٍ (یعنی توخبر کی ہے اس شخص کے لیے جو صاحبِ ثروت ہو کر بھی تواضع اختیار کرے)

دائے شیراز شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

تواضع زگردن سرازال نکوست

گداگر تواضع کند خوئے اوست

مَنْ بَلَ الْقِيَاءِ أُمَّتٍ أَوْ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِلِهِ الصَّلَاةِ

وَالْتَّيْلِيَاتُ أُمَّتُهَا وَكُلُّهَا أُمَّتُهَا وَكُلُّهَا

ترجمہ: ہاں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات اُمّہا واکملہا کی اُمت کے متقی لوگ تکلف سے بری ہیں۔

شرح

اس جملہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم علیہ

التحیۃ والثناء کی امت کے پاکباز افراد تکلف سے پاک ہوتے ہیں لیونکہ سالک و
 طہیقت میں نیک امور سر انجام دینا پڑتے ہیں محرجوب وہ روحانی امراض سے پاک
 اور تزکیہ و نفس سے شاد کام ہو جاتا ہے تو غنہ و غنوت و غنیہ طہیسی و روحانی امراض کی جالیوں
 غیرت اور دینی حمیت کے یقی ہے غالباً ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
 مَعَ الْمُتَكَبِّرِينَ صَدَقَ قَدْ اِغْرَبَ كَرْنُ الْوَالِدِ سَائِدًا تَجِبُ رِثَا صَدَقَ سَبَّابِ
 سی امر کو بیان فرمایا ایسا ہے ہی وہ انشوس قدسیہ ہیں جن کی عزت و حریمت اللہ
 مطلوب و محبوب ہے ان کے دشمنوں کو حق تعالیٰ کی طرف سے طمان جناب سے
 ان خاک نشینوں اور خلوت گزینوں کو ذلیل و حقیر سمجھنے سے باز رہتا ہے و استمنہ ہی سے
 خاکسارین ہماں را بکفارت منکر
 توجہ دانی کہ دین گرد سوات باشد

مقصد از آشنائی فقہاء الطالغ بر
 عیوب مکنونہ اسرت و ظہور رذائل مکنونہ

نہجہ فقہروں کی آشنائی سے مقصد پوشیدہ عیوب پر طلغ ہونا اور عیوب
 زونی برمی عادتوں کا ظہور ہونا ہے۔

شرح

سنوہ بالا میں حضرت امام زبانی قدس سرہ و ارشاد فرماتے ہیں کہ اہل علم
 کی حق گوئی اور تلخ نوازی سے رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے اس سے ان کا مقصد اور دل
 آزاری نہیں بلکہ طالبین کی خیر خواہی ہے تاکہ ساتھ ساتھ سالک کی باطنی امراض
 اور عینی حدکات کا ازالہ بھی ہو تاکہ اور وہ پامردی کیساتھ عالم قدس کی طرف پڑا کرے تاکہ

نیز جب کسی دوست سے مشورہ لیا جائے تو وہ اپنی مصلحت اور ذاتی مفاد کے پیش نظر چاہو سی سے بھی کام لیتا ہے حالانکہ حدیث الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمِنٌ بِاللَّهِ کے مطابق مشیر امین ہوتا ہے نہ کہ خائن جب کہ اہل اللہ خوشامد پسند اور مصلحت بین نہیں ہوتے بلکہ بے لوث اور بے خوف ہوتے ہیں اسی لیے وہ کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ کئے بغیر ٹوک دیتے ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۶۹

کتب

حضرت میرزا عبدالرحیم خان خاناں قزوینی

موضوع

نامہ گروہ

مکتوب - ۶۹

تمن چوں رعایتِ آابِ فخرانہ نمودہ اند و توشن
 سخن راندہ اند امیدست کہ بجز من تواضع اللہ رفعد
 اللہ این سزای موجبِ رفعتِ زین و زینوی کردہ
 بدگشت بشتر می کردہ

سچہ چوںکہ آپ نے فخرانہ کے آاب ہا جانداروں سے توشن سے
 گفتگو کی ہے۔ لہذا جس نے اللہ کے ایک تواضع اختیار کی اللہ نے اسے
 کے شایق امید ہے کہ آپ کا یہ عزیز زین و زینوی رفعت ہر جہت ہو جائے جو ہر
 بہت آپ کو بشارت و مبارک ہو۔

شرح

میں مکتوب کراچی میں خدمت امام ربانی قدس سرہ نے جان مانوں اور توبہ سے توشن
 نوید جاننے اسباب ہیں اور توبہ کے آاب اللہ کی رعایت کی حیثیت فرماتے ہیں۔
 ہمارے پیچیدہ و تعین پر جب آپ نے تواضع بواختیار فرمایا ہے تواضع اللہ کے سزا
 خدمت امام ربانی قدس سرہ کے دست حق پرست پر آپ کی توبہ و توشن سے
 سے تواضع اس سے خدمت امام ربانی قدس سرہ کی رعایت کی حیثیت سے
 ہوگا۔ ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء

مَنْ بِالْجُمْلَةِ طَرِيقُ النِّجَاةِ مُتَابِعَةُ أَهْلِ السُّنَّةِ
وَالْجَمَاعَةِ كَثَرَهُمُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ فِي الْأَقْوَالِ وَالْأَفْعَالِ وَفِي
الْأُصُولِ وَالْفُرُوعِ فَإِنَّهُمْ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ وَمَا سِوَاهُمْ
مِنَ الْفِرْقِ فَهُمْ فِي مَعْرَضِ الزَّوَالِ وَشَرَفِ الْهَلَاكِ

ترجمہ: مختصر یہ کہ نجات کا طریقہ افعال و اقوال اور اصول و فروع میں اہلسنت
و جماعت (اللہ سبحانہ ان کی کثرت فرمائے) کی متابعت کرنے میں ہے کیونکہ یہی نجات
پلٹ والا گروہ ہے۔ اس کے سوا تمام فرقے مقامِ زوال اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔

شرح

— طورِ بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اہل سنت و جماعت کی عفتِ اہل سنت
و اعمال میں متابعت کی نصیحت فرماتا ہے ہیں کیونکہ یہی ناجی جماعت ہے ان کے علاوہ
جتنے بھی بدعتی اور گمراہ فرقے ہیں وہ محلِ زوال اور قربِ ہلاکت میں ہیں۔ دراصل یہاں آپ
نے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے

تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً
وَاحِدَةً قَالُوا مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي لَهُ

یعنی میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ان تہتر فرقوں میں سے
ایک کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا وہ ایک
فرت کونسا ہے آپ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔

آج اگر کوئی اس ناجی جماعت کی حقانیت میں متروک ہے تو کل قیامت کے روز حق و باطل میں امتیاز ہو جائے گا مگر اس وقت کا جانلبے سود ہوگا جیسا کہ آیت کریمہ
 وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا لہ سے واضح ہے۔

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت میرزا عبدالرحیم خان خانان رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

حق تعالیٰ سے قرب اور بعد انسان کی جامعیت کی وجہ سے ہونے
صورت نیت اور حقیقت نیت

مکتوب - ۷۰

حق تعالیٰ سے قرب اور بعد
انسان کی جامعیت کی وجہ ہوتا ہے

ممن آدمی را ہم چنانکہ جامعیت سبب قرب و
تکریم و تفضیل ست سبب بعد و تفضیل و جہل نیز
ہمان جامعیت ست

ترجمہ: جس طرح انسان کی جامعیت اس کے لیے قرب بزرگی اور
فضیلت کا سبب ہے اسی طرح اس کی ذوری (حق تعالیٰ سے) اگر اہی اور جہالت کا
سبب بھی وہی جامعیت ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ انسان کی جامعیت کے
باعث حق تعالیٰ سے قرب و بعد اور فضیلت و جہالت کو بیان فرماتے ہیں درحقیقت
انسان ایک نسخہ جاموہ ہے جو عالم خلق و عالم امر کے لطائف سے مرکب ہے انہی
متضاد اجزائے ترکیبی کی وجہ سے یہ ہدایت و گمراہی اور خیر و شر کا مجموعہ ہے ہدایت و خیر
کی بنا پر اس کا آئینہ قلب، حق تعالیٰ کی صفائی و ذاتی تجلیات کے ظہور کی استعداد رکھتا

ہے جو شربِ حق کا سبب ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی لَا یَسْعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ
وَلٰكِنْ یَسْعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ [☆] (نہ میری زمین میری وسعت رکھتی ہے نہ میرا
آسمان بلکہ میری وسعت و گنجائش میرے بندۂ مومن کا دل رکھتا ہے) میں اس امر کی طرف
اشارہ ہے جب کہ شر اور جملہ موجودات کے ساتھ احتیاجی، گمراہی اور حق تعالیٰ سے
دوری کا موجب ہے۔

اگر حق تعالیٰ سبحانہ کا فضل دستگیری فرمائے اور انسان عالمِ قدس کی طرف روحانی
پرواز کرے تو وہ فرشتوں پر بھی گونے سبقت لے جاتا ہے۔

قدسیاں راعشق ہست و در دنیست

درد را جز آدمی در خورد نیست

مختصر یہ کہ جامعیت کی وجہ سے تمام انسانوں میں حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام و النبی
بہترین و افضل انسان ہیں اور ابو جہل لعین بدترین انسان واقع ہوا ہے۔

من پس ناچار تا از گرفتاری ہمہ نجات میسر نشود

گرفتاری یکے کہ منزہ است ازیکے نیز حاصل

نیاید خرابی در خرابی ست

☆ تخریج حدیث

مذکورہ بالا حدیث کو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احواء المسلمین میں نقل فرمایا ہے لیکن
لَا یَسْعُنِیْ کِیْ بَکَلْ لَمْ یَسْعُنِیْ اَوْ لٰكِنْ یَسْعُنِیْ کِیْ بَکَلْ وِیَسْعُنِیْ کِیْ بَکَلْ طبرانی میں یہ حدیث یوں
منقول ہے اِنَّ لِلّٰہِ اٰنِیۃً مِّنَ الْاَرْضِ وَاٰنِیۃً رَبِّکُمْ قُلُوْبُ عِبَادِہِ الْعٰلَمِیْنَ (یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کے
یہ زمین میں ظروف ہیں اور تمہارے رب کے ظروف اس کے صالح بندوں کے دل ہیں) نیز وہابی نے اسے سنۃ الفردوس میں ^{ص ۱۸۱}
عبداللہ بن عمر سے اور حضرت امام احمد نے وہب بن منبہ عنی الثوری سے مختلف الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے مگر مفہوم سب کا ایک ہے

ترجمہ: پس لامحالہ جب تک ان سب کی گرفتاری سے نجات میسر نہ آئے
ایک ذات کی جو ایک ہونے سے (یعنی وحدت سے) بھی منزہ و پاک ہے، ان گرفتاری
حاصل نہیں ہوتی۔ بغیر حق کے ساتھ گرفتاری خرابی ہی خرابی ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تک قلب
ماسوی اللہ کی محبت سے بیزار اور حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتار نہیں ہو جاتا سزا نہ نقصان
ہی نقصان ہے۔ آپ کے اس جملے کے لیے کہ منزہ است ازیکے "یعنی ایک ذات
جو کہ ایک ہونے سے بھی منزہ ہے کی قدرے تفصیل نذر قارئین ہے۔

در اصل حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہاں ایک دستیق نکتہ کی طرف
اشارہ فرمایا ہے کہ ایک کا استعمال اس جگہ کیا جاتا ہے جہاں دو تین چار کا استعمال
موجود ہو لیکن جہاں سرے سے دو تین چار کا استعمال ہی نہ ہو تو پھر وہاں ایک واحد کی
صفت استعمال کرنا ضروری نہیں ہاں البتہ حق تعالیٰ کو بطریق عدد واحد نہیں کہنا چاہیے
بلکہ وحدۃ لا شریک ہونے کے اعتبار سے اسے واحد کہا جاتا ہے کیونکہ واحد ایک
منقسم ہے اور احد (یکتا) غیر منقسم جو حق تعالیٰ کے شایان شان ہے۔

در حقیقت واحد، عدد و شمار ہے۔ اس کی اقسام خمسہ میں سے پہلی چار قسمیں واحد
جنسی، نوعی، عددی اور اتصالی میں وحدت عارضی ہے جو حق تعالیٰ کی شان کے سانی ہے
کیونکہ حق تعالیٰ ہر قسم کی مجانست و مماثلت، اتصال و انفصال، تکثر و تعدد، امکان وحدث
اور ترکیب و تبعیض سے قطعاً پاک ہے تَعَالَى اللَّهُ عَنِ ذَٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا البتہ حق تعالیٰ
واحد حقیقی ہے اس کی وحدت عارضی نہیں بلکہ اصلی، ذاتی اور مستقل ہے۔ وَاللَّهُ كَمَا تَلَوْتُمْ

میں حق تعالیٰ کی وحدت ذاتی و حقیقی کا ہی بیان ہے۔

جب کہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ میں حق تعالیٰ کی احدیت کا بیان ہے جو شمار و حساب اور علم و عقل کی حدود سے وراء ہے کیونکہ ہر ماسوا کو فنا ہے اور صرف ذات حق تعالیٰ کو ہی بقا ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس عقیدہ توحید کی یوں صراحت فرمائی ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى وَاحِدٌ لَا مِنْ طَرِيقِ الْعَدَدِ وَلَكِنْ مِنْ طَرِيقِ أَنَّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ... لِّلَّهِ ۝۱)

واضح ہے کہ واحد میں حق تعالیٰ کی وحدت مطلقہ اور احد میں احدیت الہیہ کا بلینہ بیان ہے۔ وہ اپنی ذات و صفات اور افعال میں یگانہ ہے۔ درحقیقت کوئی بھی کسی امر میں اس کے ساتھ شریک نہیں البتہ مشارکت اسمی اور مناسبت لفظی بحث سے خارج ہے۔ حق تعالیٰ کی صفات اور افعال اسکی ذات کی طرح بے چون بے چگون ہیں اور وہ ممکنات کی صفات و افعال کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔

صورت نیت اور حقیقت نیت

مَنْ اِذَا رَجَعْتَ نِيَّتَكَ مِثْرًا نَشُدُّ خُودًا بِتَكْلَفٍ

بَرِّينَ نِيَّتٍ بَآئِدَةٍ

ترجمہ اگر نیت کی حقیقت میسر نہ ہو تو اپنے آپ کو تکلف کے ساتھ اس

نیت پر لانا چاہیے۔

شکر

طور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نیت کی درستی اور حقیقت نیت کی تحصیل کی نصیحت فرماتا ہے۔ نیت کی دو قسمیں ہیں۔ صورت نیت اور حقیقت نیت۔
 سالکین طریقت کو تزکیہ و نفس کے بعد ہی نیت کی حقیقت میں آتی ہے۔ اس سے قبل تکلف کے ساتھ ہی نیت کو درست کرنا چاہیے اور ارشاد نبوی علیہ السلام،
 فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَبَاكُوا لَكُمْ مَطَابِقٌ بَارِغَاهُ اِيْزِدِي فِي التَّجَاوُزِ وَتَضَعُ كَرْتِي رِيْنَا
 چاہیے تاکہ تکلف سے چھٹکارا حاصل ہو اور معاملہ صورت سے گذر کر حقیقت تک پہنچ
 جائے۔ اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنَا اِيَّاهَا

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت میرزا عبدالرحیم خان خانان رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

بر نعمت پر شکر واجب ہے
مشائخ اہلسنت کے طریقے کے مطابق سلوک طے کرنا چاہیے

مکتوب - ۱۱

ہر نعمت پر شکر واجب ہے

مَنْ شَكَرَ مُنْعَمًا بِرُحْمَةٍ عَلَيْهِ وَاجِبٌ اسْتَعْمَلَهَا
وَشَرَعًا

ترجمہ: عقلی اور شرعی اعتبار سے نعمت والے پر نعمت عطا کرنے والے (رب تعالیٰ) کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ حق تعالیٰ سبحانہ کی عطا فرمودہ نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنے اور ممنون احسان ہونے کے وجوب کو بیان فرمایا ہے یہاں شکر کی تعریف میں نعمت کی اقسام اور اس کی اہمیت قدر و وضاحت سے نذر قارئین ہے۔

الشُّكْرُ عِبَارَةٌ عَنْ مَعْرُوفٍ يُقَابِلُ النِّعْمَةَ سَوَاءً
شُكْرٌ كِي تَعْرِيفٍ كَانَ بِاللِّسَانِ أَوْ بِالْيَدِ أَوْ بِالْقَلْبِ
ترجمہ: یعنی شکر نعمت کا مقابل ہے جو زبان سے یا ہاتھ سے یا دل سے تعریف کرنے سے عبارت ہے۔

بندے پر نعمتِ عظیمہ اور احسانِ کریمہ کی بنا پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرنا دو وجوہات سے لازم ہے۔ دوامِ نعمت اور زیادتِ نعمت۔

دوامِ نعمت کے لیے شکر اس لیے ضروری ہے تاکہ وہ نعمت ہمیشہ کے لیے بندے کو ملتی رہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ لِلنِّعَمِ اَوابِدًا کَاَوابِدِ الْوَحْشِ فَقَيِّدْ هَآبِ الشُّكْرِ لَہ

(نعمتیں بھی اسی طرح بھاگ جاتی ہیں جیسے جنگلی جانور بھاگ جاتے ہیں تو ان کو شکر کے ساتھ پابند کرو)

نیز اگر بندہ حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نعمتوں میں اضافہ فرماتا رہتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَإِذَا كَفَرْتُمْ أَتُوقِنُ أَنْ يَكْفُرَ اللَّهُ بِكُمْ لَا تَلْمِزُوا اللَّهَ مَا يَكْفُرُ بِكُمْ لَہ تو میں تمہیں زیادہ دوں گا سے واضح ہے۔

یہ بھی دانا مالک جب غلام کو نعمت کا حق ادا کرتے دیکھتا ہے تو اس پر مزید احسان کرتا چلا جاتا ہے ورنہ احسانات منقطع کر دیتا ہے۔

نعمت کی قسمیں ۱۔ دنیوی ۲۔ دینی

دنیوی نعمت کی دو قسمیں ہیں ۱۔ منفعتِ نعمت ۲۔ مدافعتِ نعمت

نفعِ نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے مناسب و منافع کی چیزیں اسے عطا فرمائے مدافعتِ نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے بگاڑ پیدا کرنے والی اور تکلیف دہ چیزوں کو روکے رکھے۔

دینی نعمتوں کی دو قسمیں ہیں۔ نعمتِ توفیق اور نعمتِ عصمت

نعمتِ توفیق یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندے کو اسلام کی توفیق بخشے پھر اتباعِ سنت اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق سے مالا مال کرے۔

نعمتِ عصمت یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندے کو کفر و شرک سے بچاے اور بعثتِ خدا سے محفوظ رکھے۔

مختصر یہ کہ حق تعالیٰ کی بے پایاں نعمتوں کا شمار و حساب ممکن نہیں جیسا کہ آیت کریمہ
 اِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهُآ تَغْيَابُ لَهَا اَنْفُسٌ اُنْعَمْتُ عَلَيْهَا
 نعمت کا خدشہ اور عذاب کا امکان ہے سب سے تلخ اور شکل زوالِ نعمت جنت کے
 بعد ذلتِ اقرب کے بعد بُعد اور وصال کے بعد فراق ہے۔

شکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب اور پسندیدہ عمل ہے
 جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔
 اِنْ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُومُ مِنْ نَيْسٍ حَتَّى
 تَنْفَطِرَ قَدَمَاهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ تَصْنَعُ هَذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ
 غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ اَفَلَا أُحِبُّ اَنْ
 اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو عبادت کے لیے کھڑے
 رہتے یہاں تک کہ قدم مبارک پھٹنے کے قریب ہو جاتے ہیں نے عرض کیا یا رسول اللہ
 آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کے انگوٹوں اور
 پکھلوں سب کے گناہ معاف کر دیے آپ نے فرمایا کیا میں اس کا شکر گزار بندہ بننا
 پسند نہ کروں ؟

معلوم ہوا کہ صرف زبان سے شکر شکر کرنا شکر نہیں بلکہ اس کا وہ خداوندی کی تعمیل
 اور عبادت کی بجا آوری کا نام شکر ہے ابد الطہنت و جماعت کے علمائے شریعت
 اور شائخ طریقت کے طالبِ عقائد کی دستگی، احکامات کی بجا آوری، قلبی تنویر اور باطنِ اطمینان
 کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ حق تعالیٰ انہیں جنتی کا شکر ادا ہو سکے۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ

تن بتصفیہ و تزکیہ است بر طبق سلوک صوفیہ

علیہ ایس فرقہ سنیہ

ترجمہ: اس عالی گروہ (اہلسنت و جماعت) کے صوفیائے کرام کے سلوک کے مطابق تصفیہ و تزکیہ حاصل کرنا ہے۔

شرح

مذکورہ جملے میں حضرت امام ربانی قدس سرہ مشائخ اہلسنت کے اختیار کردہ طریقے کے مطابق سلوک طے کرنے، یونانی فلسفیوں اور ہندوستانی برہمنوں کے وضع کردہ غیر شرعی چلوں اور ریاضتوں سے اجتناب کرنے کی نصیحت فرماتے ہیں و اصل تصفیہ عالم امر کے لطائف کو مُصَفِّیٰ بنانا اور تزکیہ عالم خلق کے لطائف کی تطہیر کرنا ہے عالم امر کے لطائف ذاتی طور پر نورانی ہیں مگر عالم خلق کے لطائف کی مجاورت و ہمسائیگی کی وجہ سے ان پر غبار آجاتا ہے اس لیے ان کا تصفیہ کرنا چاہیے جب کہ عالم خلق کے لطائف ذاتی طور پر مکدر اور کثیف ہیں اس لیے یہ تزکیہ و تطہیر سے ہی مطہر اور نیاز مند ہوتے ہیں۔

مختصر یہ کہ تمام انسانی قومی اور جہانی اعضاء کا حق تعالیٰ کی بندگی میں مصروف ہونا اور غیر حق کی گرفتاری سے فارغ ہونا ہی شکر ہے۔

بے غم و درد تو صد حیف ز عمرے کہ گذشت

پیش ازیں کاشش گرفتار غمت می بودم

ببینہ نمبر ۱، واضح ہے کہ حدیث جبریل (علیہ السلام) میں ایمان اور اسلام کے معنی

احسان کا ذکر دین متین کی تعلیم کا بیان ہے اور اسی پر دین اسلام کی تکمیل موقوف ہے۔ جسے حضرت امام ربانی قدس سرہ علم عمل اور اخلاص سے تعبیر فرماتے ہیں۔

شریعت کے عالم و عامل اور طریقت کے حامل شخص کو ہی محقق کہا گیا ہے۔
 بیئہ نمبر ۲ علم شریعت کے بغیر محض تصوف و احسان زندہ قہ ہے اور علم احسان کے بغیر محض علم فقہ فسق ہے۔ جیسا کہ امام دارالہجرتین حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے
 مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنَّدَقَ وَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفَ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ ۱

یہ امر بھی ذہن نشین ہے کہ جو ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ ایسا،
 بیئہ نمبر ۳ اسلام اور احسان سے موافقت نہیں رکھتے وہ معصیت نافرمانی اور حق تعالیٰ کی ناشکری میں داخل ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۷۲

مکتوب الیہ

حضرت دوست فخر خولجہ جہاں رحمان علیہ

مکتوب الیہ

موضوع

ترک ذبیہ کا مفہوم

مکتوب - ۷۲

من جمع ساختن دین و دنیا را از قبیل جمع اعضاء
است پس طالب آخرت را ترک دنیا

لا بد آمد

ترجمہ: دین اور دنیا کا جمع کرنا جمع اعضاء کے قبیل میں سے ہے پس
طالب آخرت کے لیے دنیا کا ترک کرنا ضروری ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ طالب آخرت کو ترک دنیا کی
نصیحت فرماتے ہیں۔ چونکہ دنیا اور آخرت دو سکونوں کی مانند ہیں لہذا ان کا جمع ہونا مشکل
ہے۔ دانا آدمی وہ ہے جو دنیا پر دین و آخرت کو ترجیح دے اور دنیا کو ترک کرے۔
ترک کی دو قسمیں ہیں۔ ترک حقیقی اور ترک حکمی

ترک حقیقی دشوار ہونے کی بناء پر ناچار ترک حکمی کو ہی اختیار کر لینا چاہیے اور نشست
برخاست، خورد و نوش، مال و عیشی اور معاشرت و معاملات ایسے دنیوی امور میں شہادت
مطلبہ اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ کو مد نظر رکھنا ترک حکمی ہے بہر حال جو چیز اللہ تعالیٰ
کی ذات سے غافل کرے وہ دنیا ہے اس کا ترک صوفیاء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے

قرب کی سیڑھی ہے اسلامی عبادات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں بھی ترک کا پہلو موجود ہے اسی لیے ضروری ہے کہ اگر ترک دنیا کئی طور پر نہ ہو سکے تو ترک جزوی کو ہی اختیار کر لیا جائے۔

دفتر اول مکتوب ۷۳

مکتوب الیہ

حضرت قلیج الدین قلیج خان زمخدری

موضوعات

دنیا اور اہل دنیا کی خدمت فضول مباحات سے اجتناب

غزمت و خدمت کا فرق - فکر آخرت

مکتوب الیہ

قلیج اللہ بن قلیج خان عہد جہانگیری کے امراء میں سے تھے ان کے نام تین
مکتوبات تحریر فرمائے گئے۔ (دفتر اول مکتوب ۳، ۱۸۴۱، دفتر دوم مکتوب ۳۲)

مکتوب - ۷۳

زیر نظر مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے نمازتِ قیامت کے مسائل و معارف بیان فرمائے ہیں چونکہ یہ مکتوب عام قاریوں کے لیے چند اصطلاحات کی تشریح بھی قارئین کے لیے ہے۔

دنیا اور اہل دنیا کی مذمت

مقن اے فرزند دنیا محل آزمائش و ابتلا ست
ظاہر اور باطنی نزع خرافات نمود و منہن گروانیدہ
اند صورت اور باطنی و خط و زلف و خد و نمود مزین
ساخت اند

ترجمہ: اے فرزند دنیا آزمائش اور ابتلا کا مقام ہے اس کے ظاہر کو قسما
قسمہ کی باطل آرائشوں سے آراستہ اور منہن کیا گیا ہے اس کی صورت کو نمود و منہن
خال اور زلف و خد سے پیراستہ کیا گیا ہے۔

تشریح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے دنیا اور اہل دنیا کی مذمت بیان فرمائی ہے
اور اصل دنیا اپنی آرائش و زیبائش اور صلاوت و طراوت کی وجہ سے بڑی دیدار و زیب
اور دلکش ہے۔ اس کا ظاہر سب اور خواب کی مانند ہے مگر اس کا باطن خراب اور

اور پڑا ہے اس لیے اس پر فریفتہ شخص سحر زدہ اور فریب خوردہ ہے۔

◎ دُنیا حق تعالیٰ کی نہایت ناپسندیدہ اور مضموبہ ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ اس کی محبت ہر گناہ کی بنیاد اور اس کا خواستگار لعنت و پھٹکار کا حقدار ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت الدُّنیا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرُ اللَّهِ سے واضح ہے۔

◎ دُنیا ایسا مردار ہے جو بظاہر تو بڑا خوشبودار ہے مگر حقیقت میں نہایت بدبودار ہے اس لیے اس کے طالب کو کُتّا فرمایا گیا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت الدُّنیا جِيفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ سے عیاں ہے۔

◎ دُنیا اس مہلک و منقش اثر و صاکی مانند ہے کہ جس کے زہر کا کوئی تریاق نہیں لہذا دُنیا کی گرفتاری سے بچنا ہی دانائی اور عقلمندی ہے۔

زہرِ ایں مارِ منقشِ قاتلِ است باشد از وسے دور ہر کہ عاقلِ است
 ◎ دُنیا اور آخرت کے درمیان بُعد المشرقین ہے جتنا ایک کے قریب جاؤ گے اتنا ہی دوسری سے دُور ہوتے چلے جاؤ گے یہ دو متضاد چیزیں ہیں لہذا ان کا اجتماع مشکل ہے اس لیے ان کو جمع کرنے والا دیوانہ ہے۔

ہم خدا خواہی وہم دُنیا ئے دوں ایں خیالِ است و محالِ است و جنوں
 واضح ہے کہ جو چیز حق تعالیٰ سے دُور اور اس کی یاد سے غافل کرے وہی بیلینہ نمبر ۱ دُنیا ہے۔ دُنوی امور میں مصروفیت کے باوجود جس سالک کا دل خدا کی یاد سے ایک لمحہ بھی غافل نہ ہو بلکہ ہر وقت حق تعالیٰ کے ساتھ قرب و معیت کی کیفیات سے سرشار ہے خواجگانِ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اُسرارہم اس کیفیت کو خلوت در انجمن سے تعبیر فرماتے ہیں۔

۱۔ ابن ماجہ ص ۵۶، ترمذی ص ۵۶

فضول مباحات سے اجتناب

ممن ای فرزند کار این ست که از فضول مباحات
اجتناب باید نمود و از مباحات بقدر ضرورت
اکتفا باید کرد

ترجمہ: اے فرزند کام کرنے کا یہی سب سے کہ فضول مباحات سے پرہیز
کیا جائے اور بقدر ضرورت مباحات پر کفایت کرنی چاہیے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام زبانی قدس سرہ فضول مباحات سے اجتناب کی
تلقین فرماتے ہیں۔ چونکہ مباح امور کے اختیار کرنے سے بعض اوقات فرائض و واجبات
فوت ہو جاتے ہیں جو حق تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے اعراض کی علامت ہیں۔ نیز فضول
کاموں میں مصروفیت اور لایعنی علوم میں مشغولیت سے پرہیز اس لیے بھی ضروری ہے
تاکہ مبادیات سے آگے مقاصد اور فروعات سے گذر کر اصول تک رسائی نصیب ہو
جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و التعلیمات علامۃ اعراضہ تعالیٰ عن العبد
اشتغاله بما لا یغنیہ سے واضح ہے۔

ہر چہ جز عشق خداے احسن است گر شکر خوردن بود جان کنان است

بقدر ضرورت مباحات کو اس لیے اپنا ناپا سہیے تاکہ طاعات میں بحیثیت عالم

ذات تخریج حدیث اعلیٰ صوفیہ

اور حضور قلب نصیب ہو خوراک اس لیے کھانی چاہیے تاکہ عبادات کی ادائیگی میں قوت ملے اور لباس اس لیے پہننا چاہیے تاکہ ستر عورت اور ادائے نماز کے وقت زینت نصیب ہو جیسا کہ آیہ کریمہ خذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ سے عیاں ہے۔

رخصت و عزیمت کا فرق

متن اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ انہم عمل

بعزیمت اختیار کردہ اندواز رخصت ہما ممکن

اجتناب فرمودہ از جملہ عزائم اکتفاست بقدر ضرورت

ترجمہ: سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر قدس اللہ تعالیٰ انہم نے عزیمت پر عمل کرنا اختیار فرمایا ہے اور رخصت سے حتی الامکان پرہیز کیا ہے یہ بھی عزیمت میں داخل ہے کہ بقدر ضرورت پر اکتفا کی جائے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین رحمۃ اللہ علیہم

لے الاعراف ۲۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

تخریج حدیث ایہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی ص ۵۵ میں مرفوعاً یوں مذکور ہے
 مِنْ حُسَيْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَزْكُوهُ مَا لَا يَعْزِيهِ اِمَامُ نُوْدِي نَسَايَ حَسَنَ قَرَارٍ دِيَا هِيَ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ نَسَايَ كَمَا كَرَى عَلِي
 مَسْقِي لِي جَوَامِعُ الْكَلِمِ فِي حضرت امام ربانی قدس سرہ کے الفاظ کیساتھ اسے مرفوعاً ذکر فرمایا ہے اور ابن حجر
 نے شرح اربعین میں کہا ہے مِنْ عَلَامَاتِ اِعْدَاِضِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَجْعَلَ سَفْلَهُ
 فَيَمَّا لَا يَعْزِيهِ يَه قول حسن ہے۔

علیہم اجمعین کا عزیمت اور رخصت پر عمل کے بارے میں موقف بیان فرماتے ہیں۔ دراصل عزیمت و رخصت مامورات شرعیہ میں سے ہیں ان کا اجمالی فرق ہنیہ قانون میں ہے۔
فاضل اجل حضرت سید شریف جرجانی قدس سرہ رخصت کی تعریف کے بارے میں فرماتے ہیں۔

الرُّخْصَةُ فِي اللُّغَةِ الْيُسْرُ وَالسَّهُولَةُ وَفِي الشَّرِيعَةِ اِنَّ لِمَا
رُخِّصَتْ شُرْعًا مُتَعَلِّقًا بِالْعَوَارِضِ اَنْ يَمَّا اسْتُيْحَ بِعَذْرٍ مَعَ قِيَامِ
الدَّلِيلِ الْمُحْتَرَمِ

یعنی لغت میں رخصت آسانی اور سہولت کو کہتے ہیں جب کسی مشکل امر کو عوارض کے ساتھ متعلق کر کے مشروع کیا گیا ہو یعنی دلیل محرمہ کے ہوتے ہوئے عذر کی بنا پر وہ آہستگی کا تقاضا کرے اسے شریعت میں رخصت کہتے ہیں۔

جیسے اگر کوئی مجبور شخص قلبی طور پر مطمئن بالایمان ہوتے ہوئے کفر یہ کلمہ زبان پر لے آئے تو شریعت مطہرہ کی طرف سے اسے جان بچانے کے لیے اس امر کی اجازت ہے جیسا کہ آیہ کریمہ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ اٰمِنٍ اِنْ اَبَىٰ اَوْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ سے واضح ہے۔

علمائے اصولیین نے نتیجہ کے اعتبار سے رخصت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔
۱۔ رخصت فعل کے باوجود اس کام کی حرمت باقی رہتی ہے جیسے جو دم کو معاف کرینے سے حالتِ اکراہ میں الطینان قلب کی صورت میں زبان پر کلمہ کفر جاری کرنے سے کسی نبی کو (معاذ اللہ) سب و شتم کرنے اور کسی نفس کو ظلماً قتل کرنے کی اجازت ملنے کے باوجود یکلم حلال نہیں ہو جاتے بلکہ حرام ہی رہتے ہیں۔ حکم اس رخصت کا یہ ہے کہ اگر وہ معذور و مجبور شخص قتل وغیرہ کی دہمکیوں کے باوجود حضرت شارح علیہ السلام

کی تعظیم میں ان برائیوں سے مجتنب ہے تو اجر و ثواب کا حقدار ہوگا۔

۲۔ رخصت کی وجہ سے فعل کی صفت بھی بدل جاتی ہے یعنی وہ کام جو پہلے حرام تھا اب اس کے حق میں مباح ہو جاتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ **فَمِنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ** سے واضح ہے۔

حکم اس کا یہ ہے کہ اگر وہ حالت اضطرار میں حرام کھانے سے باز ہے حتیٰ کہ سر جلنے تو گناہ گار ہوگا کیونکہ اس نے ایک جائز چیز استعمال کرنے سے گریز کر کے خودکشی کا ارتکاب کیا ہے۔

علمائے لغت عزیمت کی تعریف میں یوں رقمطراز ہیں۔

عزیمت فِي اللِّغَةِ عِبَارَةٌ عَنِ الْإِرَادَةِ الْمُؤَكَّدَةِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عِزْمًا أَمْي لَمْ يَكُنْ لَهُ قَصْدٌ مُؤَكَّدٌ فِي الْفِعْلِ بِمَا أَمَرَهُ وَفِي الشَّرِيعَةِ اسْمٌ لِمَا هُوَ أَصْلُ الْمَشْرُوعَاتِ غَيْرُ مُتَعَلِّقٍ بِالْعَوَارِضِ

یعنی لغت میں پختہ ارادے کو عزیمت کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے ارشاد فرمایا اور نہ پایا ہم نے (اس لغزش میں) ان کا کوئی قصد یعنی جس فعل کے نہ کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا اس کا ارتکاب کر بیٹھنے میں ان کا پختہ ارادہ نہ تھا۔ وہ حکم جو عوارض کے ساتھ متعلق کیے بغیر اصلاً مشروع ہو اسے شریعت میں عزیمت کہتے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةٌ عَدِلَ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ سے واضح ہے۔

۱۔ البقرہ ۱۷۳ ۲۔ التعریفات ص ۶۴

۳۔ ترمذی ص ۴۴ ، ابوداؤد ص ۲۴۱ واللفظ لہ مشکوٰۃ ص ۳۲۲

یہ امر مستحضر ہے کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض تقاضات پر اولیٰ
بینہ نمبر ۲ کام کے بجائے اس کا ترک کرنا بہتر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث نبوی
علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ ان اللہ کما یحب ان یوفیٰ بالعزیمۃ یحب ان یوفیٰ
بالرخصۃ میں وارد ہے۔

فکر آخرت

من فکر باید کرد و عقل دور اندیش را کار باید
فردا غیر از ندامت و خسارت یقین بدست
نخواهد آمد

ترجمہ: فکر کرنا چاہیے اور عقل دور اندیش سے کام لینا چاہیے ورنہ عقل قیامت
کے روز سوائے ندامت اور خسارہ کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ فکر آخرت کی اہمیت فرماتے ہیں
در اصل دنیا دار الغرور ہے اس لیے انسان دنیوی کاموں میں مشغول ہو کر بارگاہِ ایزدی میں جو
وہی اور اعتبار کے تصور کو یکسر فراموش کر بیٹتا ہے جیسا کہ آئیہ کریمہ ایخصب
الإنسان ان یتوکل سدی سے واضح ہے حالانکہ اسے اپنے ہر قول و فعل کا جواب
و حساب دینا ہوگا۔ سالک کو چاہیے کہ وہ صحت و عافیت اور فرصت کے اوقات کو
غنیمت جانے، اعمالِ صالحہ کی بجا آوری میں غفلت کو ترک کرے ورنہ نہایت ہرکت

ونقصان ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰاتِ ہلک المصوفون (سوف
 اُفعل کئے والے یعنی آج کل کرنے والے ہلاک ہو گئے) سے آشکار ہے۔

تخریج حدیث اس حدیث کو دہلی کے الفردوس میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
 سے التَّسْوِيفُ شِعَاعُ الشَّيْطَانِ يُلْقِيهِ فِي قَلْبِ الْمُؤْمِنِ كَ الْفَاظِ كَ سَاوَدَ نَقَلَ كَمَا اور عبد اللہ
 بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیَاكَ وَالتَّسْوِيفَ بِالتَّوْبَةِ (الفردوس) کے الفاظ کی روایت فرمایا ہے۔ امام بخاری
 نے اپنی تاریخ میں اسے مرسل روایت کیا ہے اور حضرت عکرم رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت
 ہے لَعْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشَوِّفَاتِ أَوِ الْمُسَوِّفَاتِ (التاريخ الكبير ص ۱۶۹)

دفتر اول مکتوب ۷۴

مکتوب الیہ

حضرت مزابیح النعمان رحمہ اللہ علیہ

موضوعات

فقہ ار کی اہمیت
خلاف شرع لقب پر تنبیہ

مکتوب الیہ

حضرت مرزا بدیع الزماں رحمۃ اللہ علیہ آقائے ملا دولت دار کے صاحبزادے
اور حضرت شیخ شہاب الدین سروردی قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے۔ آقائے ملا
دولت دار تصوف میں اپنے چچا حضرت شیخ نجیب الدین سروردی قدس سرہ سے
مستفیض تھے۔ مرزا کی ایک بیٹی ارادت خاں میر اسحاق شاہ جانی سے منسوب تھی۔ ان
کے نام دو مکتوب ملتے ہیں مکتوب ۴۴، ۴۵۔

مکتوب - ۷۴

مَنْ حَمَدَ اللَّهَ سُبْحَانَهُ كَمَا زَفَحُوا لَنَا مِنْ مَجْتَبِ
فُقَرَاءٍ وَتَوَحُّبِ دَرَوِيشَانِ مَفْهُومِ نَشْتِ كَمَا سَرْمَايَةِ
سَعَادَاتِ لَا نَهْمُ جُلَسَاءِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَهُمْ
قَوْمٌ لَا يَشْفِي جَلِيسُهُمْ (الخ)

ترجمہ: الحمد لله کہ اس کے مضمون سے فقیروں کی محبت اور درویشوں
کی طرف توجہ و عقیدت معلوم ہوئی جو کہ تمام سعادتوں کا سرمایہ ہے کیونکہ یہ لوگ
اللہ سبحانہ کے ہم نشین ہیں اور یہ وہ بابرکت لوگ ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ فقراء کی معیت کی تشویق اور انکی
محبت کی ترغیب دلا ہے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ اور ارشاد
نبوی علی صاحبہا الصلوٰت اللہم اِنِّیْ اَسْئَلُكَ جُحْتَ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّكَ لہ سے
واضح ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محبوبوں کے سردار ہونے کے باوجود مردانِ خدا

کے ساتھ معیت پر مامور ہیں جیسا کہ آیت کریمہ **وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدْعُوۡنَ رَبَّهُۥمۡ** سے ظاہر ہے نیز حضرت امام ربانی قدس سرہ غافلوں کو سمجھاتے ہیں کہ اہل اللہ کی محبت نعمتِ اتم اور ان کی معیت امرِ اہم ہے۔ ان کی صحبت حق تعالیٰ کے ساتھ ہم نشینی کا باعث اور بد نصیبی سے نجات کا ذریعہ ہے جیسا کہ حدیث قدسیہ **وَ اَنَا مَعَهُ اِذَا ذُکِرَ نِیَّۡتُہٗ** سے آشکار ہے۔ حضرت مولانا روم قدس سرہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
اونشیند در حضور اولیا،

غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اپنے ہم نشین کو گردشِ دوراں سے بے خوف ہونے کا مشرہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَنَا مِنْ زَجَالٍ لَا یَخَافُ جَلِیۡسُہُمُ رَبِّبَ الزَّمَانِ وَلَا یَرِیٰ مَآ یُزْهَبُ

خلافِ شرع لقب پر تنبیہ

متن سعادت آثار فقرہ در صحیفہ گرامی اندراج یافت بود کہ **حَدِیۡوُ نَشَاتِیۡنِ اِیۡنِ نَعِیۡتِ** کہ مخصوص بھرت واجب الوجود ست **جَلَّ سُلْطَانُہٗ** **عَبْدٌ مَّمْلُوکٌ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ** را چہ رسد کہ

بوجہ از وجہ خداوند خود جل سلطانہ مشارکت

جوید و در راہ خداوندی پوید۔

ترجمہ: اے سعادت مند آپ کے مکتوب گرامی میں ایک فقرہ خدیو
نشأتین (مالک و جہاں) درج تھا یہ ایسی صفت ہے جو واجب الوجود جل شانہ حق
تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ بندہ مملوک کو جو کسی بھی چیز پر قائم نہیں کیا حق
حاصل ہے کہ وہ کسی وجہ سے بھی اپنے خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کے ساتھ مشارکت
ڈھونڈھے اور خداوندی کے راستہ پر چلے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ خلاف شرع لقب پر تہنید فرما
رہے ہیں اور مکتوب الیہ کو اپنے لیے خدیو نشأتین (شہنشاہ) کے خطاب سے
منع فرما رہے ہیں کیونکہ یہ لقب و صفت (شہنشاہ) حق تعالیٰ کا خاصہ ہے اس کے سوا کوئی
بھی اس صفت سے نہ تو مشغف ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس قسم کے لقب سے کوئی
ملقب ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ ان اخضع اسیم عند اللہ
(عز و جل) رَجُلٌ يُسَمَّى مَلِكُ الْأَمْلَکِ لَہ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا
نام یہ ہے کہ کسی شخص کو شہنشاہ کہا جائے) سے ظاہر ہوتا ہے۔
پہلے عالم دنیا میں حقیقی طور پر اور عالم آخرت میں حقیقی و مجازی طور پر ہر قسم کی مالکیت
بادشاہی حق تعالیٰ مَلِكُ یَوْمِ الدِّینِ کے ساتھ مخصوص ہے البتہ مشارکت اسمی اور
مناسبت لفظی بحث سے خارج ہے۔

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت مرزا بیگ النعمان رحمہ اللہ علیہ

مکتوب الیہ

موضوعات

عقائد و اعمال اہلسنت کے بغیر عالم قدس کی طرف پرواز محال ہے
قبلہ توجہ صرف اپنا شیخ ہی ہونا چاہیے

مکتوب - ۷۵

مَنْ نَقَدِ سَعَادَتِ دَارِينَ مَنْوُوطٍ بِمَتَابَعَةِ سَيِّدِ كُونِينَ
 اسْتَعْلِيهِ وَعَلَى إِلِي الصَّلَوَاتُ وَ
 التَّلِيْمَاتُ اَتْمَهَا وَاكْمَلَهَا بِرَبِّجِيكُمَا اَهْلِي سُنَّتِ
 شَكَرَ اللّٰهُ تَعَالَى سَعِيْهِمْ بِيَانِ فَرَمُوْدِهِ اِنْ

ترجمہ: سعادت دارین کی دولت سید کونین علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰت
 والتلیمات اتمہا واکملہا کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے (جب کہ وہ تیار
 اس طریق پر ہو جس کو علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیتوں نے بیان فرمایا،

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ علماء اہلسنت کی کتاب
 سنت کی روشنی میں بیان فرمودہ تعلیمات و تعبیرات کو سعادت دارین قرار دیتے ہوئے
 متعین فرماتے ہیں کہ اپنے عقائد و اعمال کو علمائے اہلسنت و جماعت کی آراء کے مطابق
 درست کرنے اور ان پر عمل درآمد کے بعد راہ سلوک کی طرف متوجہ ہونا چاہیے ان (عقائد
 و اعمال) کے بغیر غار و جھاڑی پر ہاتھ مارنا اور اپنی منزل کھوٹی کرنا ہے۔

ایک مکتوب میں ہر کس و ناکس کی گفتگو سے اجتناب کرنے کے بارے میں

تعمیرات ہیں

پس باید کہ مدار اعتقاد را بر آنچه معتقد اہلسنت است دارند و سخنان زید و عمرو را در
 گوش نیارند مدار کار را بر افسانہ ہائے دروغ ساختن خود راضی کردن است تقلید

فرقہ ناجیہ ضروریست تا اُمیدِ نجات پیدا شود۔

ترجمہ: پس چاہیے کہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات پر اعتقاد کا مدار رکھیں اور زید و عمرو کی باتوں پر کان نہ دھریں۔ جھوٹے افسانوں پر اپنے کام کی بنیاد رکھنا خود کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ (اہلسنت) کی تقلید ضروری ہے تاکہ نجات کی اُمید

پیدا ہو۔

ایک مقام پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

وَبِے حَصولِ اِینِ دَوِ باز و طیران و وصولِ بَعالمِ حقیقتِ محالست۔ بیتِ محال است سعدی کہ راہِ صفا تو اں رفت جز در پنی مصطفیٰ

ترجمہ: ان دو بازوؤں (تصحیح عقائد و اعمالِ صالحہ) کے حاصل ہونے بغیر عالم

حقیقت کی طرف پرواز اور حصولِ محال ہے۔

تجھے حاصل نہ ہو جب تک نبی کی پیروی کرنا

نہیں ممکن کبھی اہل صفا کی راہ پر چلنا

ثَبَّتْنَا لِلّٰهِ سُبْحٰنَهُ عَلٰی مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالتَّائِبِينَ

مَنْ بلند ہمت باید بود و از حق سبحانہ و تعالیٰ

بوسیدہ یابے وسیلہ او را تعالیٰ باید طلبید

کار اینست و غیر ایں ہمہ بیج

ترجمہ: بلند ہمت ہونا چاہیے اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے بوسیلہ یابے وسیلہ

اسی کو طلب کرنا چاہیے۔

۵ اصل کام ہی ہے اس کے سوا سب بیچ ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس شرفہ بہ حال میں طلب حقیقی حاصل کرنے کی طلب کی تاکید اور بندہ ہمتی کی تلقین فرماتے ہیں۔ بقول کے

۵ یزدان بگند آورے ہمت مردانہ

شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاری قدس شرفہ نقل فرماتے ہیں "الہی مرہم از تو حاجات ہا میخوانند و من آمدہ ام از تو ترا میخوانم" یعنی بار الہی! لوگ تجھ سے اپنی حاجات برآری کی دعا کرتے ہیں، میں تو تجھ سے تمہی کو مانگتا آیا ہوں یعنی مجھے اپنا قرب عطا فرما۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی کو حق تعالیٰ کی رضا نصیب ہو جائے تو اس کے پاس کائنات کی ہر چیز ہے۔

۵ گمراہ گشتی ہمہ چیز از تو گشت

ور از گشتی ہمہ چیز از تو گشت

حضرت امام ربانی قدس شرفہ نے "بوسیلہ اوزب" وسیلہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ فرما کر محبتوں اور محبوبوں کے وصل کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ محبوبوں کے ساتھ حق تعالیٰ اپنے فضل والا معاملہ فرماتا ہے، انہیں بغیر وسیلہ کے شرف باریا سے نوازتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی قدس شرفہ ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں کہ محبوبوں کو راہ وصل میں جو شرط اور ادب درکار ہوتا ہے حق تعالیٰ ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمادیتا ہے اور کسی شیخ کامل کی طرف ان کی راہنمائی کر دی جاتی ہے۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ جَبَّ كَرَمُهُ، وسیلہ کے محتاج ہوتے ہیں۔

۵ کارِ پا کاں راقیاس از خود گنجی

قبلہ توجہ صرف اپنا شیخ ہی ہونا چاہیے

مَنْ بُشِّرِي لَكُمْ سَالِمًا وَغَانِمًا رَجَعَتْ

خواہند نمود اما یک شرط راعی دارند و آن حدت

قبلہ توجہ است قبلہ توجہ را متعدد ساختن خود را

در تفرقتہ انداختن است

ترجمہ: آپ کو بشارت ہو کہ آپ باسلامت اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹیں گے لیکن ایک شرط مد نظر رکھیں وہ یہ ہے کہ قبلہ توجہ ایک ذات ہونی چاہیے توجہ کے قبلہ کا متعدد بنانا اپنے آپ کو انتشار میں ڈالنا ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے ایک کشف کا اظہار فرماتے ہوئے مکتوب ایہ کو فتح و نصرت کی خوشخبری بنا ہے ہیں لیکن اس بشارت کو اس امر کے ساتھ مشروط فرمایا ہے کہ اپنی توجہ کا قبلہ صرف اور صرف اپنے مرشد گرامی کو ہی رکھیں۔ کیونکہ ہر کسی کا کوئی نہ کوئی قبلہ توجہ ضرور ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ **وَلِكُلِّ وَجْهَةٌ** **هُوَ مُوَلِّيٰهَا** سے واضح ہے جب طالب صادق کو مرشد کامل مکمل نصیب ہو جائے تو سالک کو چاہیے کہ کلی طور پر اسی کی طرف متوجہ ہے اور ہر قسم کے فیض و برکت کے حصول کا ذریعہ اسے ہی جانے اور جنون کی حد تک اس سے قلبی تعلق استوار رکھے کیونکہ

یہی رشتہ مجتہد شیخ سے اخذ فیض کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے اور اگر قبلہ توجہ متعدد ذوات اور مختلف افراد ہوں تو سالک التفات شیخ سے محروم رہتا ہے اور فیض حاصل نہیں کر پاتا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مشہور مثل نقل فرما کر توجہ کو کلیتہً شیخ کی طرف مرکوز رکھنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

ہر کہ یجا ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جابیح جا

یعنی جو ایک جگہ قائم ہے وہ ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ بھی نہیں۔

عارف کھڑی میاں مجذبخش رحمتہ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا:

دلبرے دروازے اتے محکم لایے جمبوکاں

نویں نویں ناں یار بنایے وانگ کیمینیاں لوکاں

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت شیخ محمد قلیج خان اندجانی رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب الیہ

موضوعات

رع اور تقویٰ کی اہمیت - حقوق العباد کی اہمیت
شہر لاہور کی اہمیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مختصر تعارف
حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

مکتوب - ۷۶

ورع اور تقویٰ کی اہمیت

متن مدارِ نجات برد و جزو آمد اقبالِ اوامر و انہما
از نواہی و معظمت ترین این دو جزو جزو اخیر است کہ
معتبر لوبرع و تقویٰ ست

نجات کا مدار دو چیزوں پر ہے اوامر کا بجالانا اور ممنوعات سے رُک جانا اور ان دونوں چیزوں میں سے جزو آخر زیادہ عظمت والا ہے جسے ورع و تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام زبانی قدس سرہ نجات کا دار و مدار اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے باز رہنے کو قرار دے رہے ہیں بالکنہ و بس ممنوعہ امور سے رُک جانا زیادہ اہم ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَا لَكُمْ لِرَسُولٍ خُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا كَبَعًا وَاتَّقُوا اللَّهَ كَمَا تَأْتِيكُمْ جِلْدَتُهُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الصَّالِحِينَ واضح ہے اسی کو ورع اور تقویٰ کہتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ورع اور تقویٰ کی تعریفیات اور کچھ تفصیلات

بیان کر دی جائیں تاکہ مکتوب کے سمجھنے میں آسانی ہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

امام ہمام حضرت سید شریف جبر جانی رحمۃ اللہ علیہ ورع کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

هُوَ اجْتِنَابُ الشُّبُهَاتِ خَوْفًا مِّنَ الْوُقُوعِ فِي الْمَحْرَمَاتِ لِطَمَعَاتِهَا
واقع ہونے کے خوف سے شبہات سے اجتناب کرنے کو ورع کہتے ہیں۔

احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا السَّلَوَاتُ اور ورع فضیلت کے بارے میں چند ارشادات

نقل کیے جاتے ہیں تاکہ سالکین کے سامنے اس کی اہمیت مزید دوچند ہو جائے

◎ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص کی عبادت و ریاضت کا ذکر کیا گیا تو حضور اکرم نے ارشاد فرمایا لَا تَعْدِلْ بِالرَّعَةِ يَعْنِي الْوَرَعَ (ورع کے برابر کوئی چیز نہیں ہے)

◎ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَلَاكُ دِينِكُمُ الْوَرَعُ (تمہارے دین کا مقصود ورع ہے)

◎ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عَبْدِي

اِدِّمَا افْتَرَضْتُ عَلَيْكَ تَكُنْ مِنْ اَعْبِدِ النَّاسِ وَاَنْتَ عَمَّا نَهَيْتُكَ عَنْهُ تَكُنْ

مِنْ اَوْرَعِ النَّاسِ یعنی میرے بندے جو کچھ میں نے تجھ پر فرض کیا ہے اس کو ادا کر پس تو

سب لوگوں سے زیادہ عابد ہو جائے گا اور جن امور سے میں نے تجھ کو منع کیا ہے ان

سے باز رہ پس تو سب لوگوں سے زیادہ صاحب ورع بن جائے گا۔

◎ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا کن و رعائتکن اعبد الناس یعنی تو صاحب ورع بن جا پس تو تمام لوگوں سے زیادہ عابد بن جائے گا۔

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ورع غلام کا پیش کردہ کھانا تناول فرمایا۔ بعد میں غلام نے عرض کیا کہ اس کھانے میں شبہ تھا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی اٹلی منہ میں ڈال کر قے کر کے اپنے پیٹ کو صاف کر دیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کُنَّا نَدْعُ سَبْعِينَ بَابًا مِنَ الْحَلَالِ مُخَافَةً أَنْ نَقَعَ فِي بَابٍ مِنَ الْحَرَامِ یعنی ہم ستر حلال چیزوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں کسی حرام چیز میں نہ پڑ جائیں۔

حضرت سیدنا فاروق عظیم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا سیدنا فاروق عظیم رضی اللہ عنہ اور ورع کُنَّا نَتْرُكُ تِسْعَةَ عَشَرَ الْحَلَالِ مُخَافَةً أَنْ نَقَعَ فِي الْحَرَامِ یعنی ہم دس حلال چیزوں میں سے نو کو اس خوف سے ترک کریتے تھے کہ کہیں ہم حرام میں نہ پڑ جائیں۔

امام الائمہ حضرت امام عظیم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک امام اہم قدس اور ورع مرتبہ اپنے صاحبی کے پاس تجارت کے لیے کپڑے کے تھان بھیجے جن میں سے ایک تھان میں کوئی نقص اور عیب تھا۔ آپ نے اپنے صاحبی سے فرمایا کہ جب اس تھان کو فروخت کرنا تو اس کا عیب ضرور بیان کر دینا۔ صاحبی نے اس تھان کو فروخت تو کر دیا مگر گاہک سے اس کا عیب بیان کرنا بھول گیا اور بعد میں یہ بھی یاد نہ رہا کہ کس شخص کے ہاتھوں وہ تھان فروخت کیا تھا۔ امام عظیم کو جب واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے تیس ہزار درہم کی مالیت کے ان تمام تھانوں کی قیمت صدقہ کر دی۔

ابن ماجہ ۲۱۱۱ صحیح بخاری ۵۰۰۰ حقائق عن التصرف ۱۰۰۰ فتاویٰ الزیلعی ۱۰۰۰ تصنیف تصنیف فی مناقب الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

یعنی ورع یہ ہے کہ تیرا دل حق تعالیٰ سے آنکھ جھپکنے جتنی دیر بھی پریشان نہ ہو۔

حصولِ ورع کیلئے دس چیزیں لازم ہیں

حضرت امام ربانی قدس سرہ ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں کہ علمائے ربانیترین فرماتے ہیں کہ جب تک سالک ان دس چیزوں کو اپنے اوپر لازم نہیں کر لیتا اس وقت تک اسے کمالِ ورع حاصل نہیں ہوتا۔

- ۱۔ غیبت سے زبان کو محفوظ رکھے۔
 - ۲۔ بدگمانی سے اجتناب کرے۔
 - ۳۔ مسخرہ پن سے پرہیز کرے۔
 - ۴۔ حرام اشیاء سے آنکھ بند کرے۔
 - ۵۔ سچ بولے۔
 - ۶۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا احسان جانے تاکہ نفس مغرور نہ ہو۔
 - ۷۔ اپنا مال راہِ حق میں خرچ کرے اور باطل جگہ میں خرچ کرنے سے بچے۔
 - ۸۔ اپنے نفس کے لیے بندی اور بڑائی کا طالب نہ ہو۔
 - ۹۔ نمازوں کی محافظت کرے۔
 - ۱۰۔ اہل سنت و جماعت (کے عقائد) پر استقامت اختیار کرے۔ رَبَّنَا أَنْتُمْ لَنَا نُورٌ
- وَأَعْفِدْنَا لَنَا عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
- حضرت شیخ جرجانی قدس سرہ تقویٰ کی تعریف کے متعلق رقمطراز ہیں۔

تقویٰ کی تعریف

فِي اللُّغَةِ بِمَعْنَى الْإِتْقَانِ وَهُوَ إِتْقَانُ الْوَقَايَةِ وَعِنْدَ أَهْلِ الْحَقِيقَةِ هُوَ الْإِحْتِرَازُ بِطَاعَةِ اللَّهِ عَنْ عَقُوبَتِهِ وَهُوَ صِيَانَةُ النَّفْسِ عَمَّا تَسْتَحِقُّ بِهِ الْعُقُوبَةَ مِنْ فِعْلِ أَوْ تَرْكِ لِهٖ

یعنی لغت میں تقویٰ، اتقائے معنی میں ہے جس کا مطلب ہے حفاظت

اختیار کرنا اور اہل حقیقت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اس کی منرا سے بچنا اور اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی جو عذاب کی موجب ہو اس سے اپنے نفس کو بچانا تقویٰ ہے۔

◎ تقویٰ کا محل قلب ہے۔ تقویٰ حصول علم کا زمینہ اور عزت و کرامت کا خزینہ ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ** سے عیاں ہے۔

◎ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ تقویٰ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا تو کسی خار دار وادی سے کبھی گذرا ہے؟ عرض کیا ہاں فرمایا تو وہاں سے کس طرح گذرا تھا؟ عرض کیا اپنے دامن کو کانٹوں سے بچاتا ہوا گذرا تھا فرمایا **ذَلِكَ التَّقْوَى** بس یہی تقویٰ ہے۔

اربابِ طریقت کے نزدیک تقویٰ کی اقسام

اہل طریقت نے اس کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

◎ عوام کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ شرک سے اجتناب کریں

◎ خواص کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی نافرمانی سے احتراز کریں

◎ اولیاء کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ اپنے افعال کو وسیلہ بنانے سے پرہیز کریں۔

◎ انبیاء کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ افعال کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے اس لیے کہ

ان کا تقویٰ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور وہ ہر چیز سے دامن بچا کر حق تعالیٰ کی

طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

بیلینہ نمبر ۱، واضح ہے کہ انسان کی ملائکہ پر فضیلت نواہی سے اجتناب اور ورع و

تقویٰ ہی کی وجہ سے ہے اور قرب الہی کے مرتبوں تک ترقی کا انحصار بھی اسی پر ہے جب کہ فرشتے اور امر کے بجالاتے میں انسان کے ساتھ شریک ہیں لیکن نواہی سے باز رہنے کے پابند نہیں اس لیے ان میں ترقی مفقود ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَا مَنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ لِّهِ عِیَالٌ ہے۔ پس انسان کو چاہیے کہ ورع و تقویٰ کو ہمیشہ مد نظر رکھے جو اسلام کے اعلیٰ ترین مقاصد اور دین کی نہایت اہم ضروریات میں سے ہے۔ ورع و تقویٰ کا مل طور پر اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب فضول مباحات سے پرہیز کیا جائے

اللَّهُمَّ وَفَّقْنَا هَذَا

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک جملہ امور میں ان دیندار علماء بیہ نہ نمبر ۲ کے فتویٰ کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیے جنہوں نے عزیمت کا راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کو ہی آخرت کی دائمی نجات کا وسیلہ بنانا چاہیے۔

حقوق العباد کی اہمیت

متن واجتناب از محرمات نیز بر دو قسم است قسمی است کہ بحقوق اللہ سبحانہ تعلق دارد قسمی است کہ بحقوق عباد متعلق است و رعایت قسم ثانی اہم تر است ... الخ

ترجمہ: حرام چیزوں سے بچنا بھی دو قسم پر ہے ایک قسم وہ ہے جو اللہ سبحانہ کے حقوق سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہے۔ دوسری قسم کی رعایت زیادہ اہم ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی نصیحت اور حقوق العباد کی زیادہ رعایت کی تلقین فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ اگر حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوئی کمی بیشی ہوئی تو امید ہے کہ حق تعالیٰ اپنے کمال فضل سے معاف فرمائے گا کیونکہ وہ غنی مطلق اور ارحم الراحمین ہے جب کہ بند فقیر محتاج اور فطرۃ کنجوس و خیل ہے اس لیے حقوق العباد کا خاص خیال رکھنا چاہیے چنانچہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ ہے۔

آتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمَفْلِسُ فِيمَا مِنْ لَادِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَدَ دَمَ هَذَا وَضْرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَنَانِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَانِهِ فَإِنْ فِينَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أَخَذَ مِنْ خَطَايَا هُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ

ترجمہ: یعنی کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ حاضرین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ سامان تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا سیری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہوگی

کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پٹیا ہوگا۔ پس ہر ایک حقدار کو اس کی نیکیوں میں سے اس کے حق کے برابر نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر حقداروں کے حقوق پورے ہونے سے پہلے ہی اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان حقداروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اس کو نارِ جہنم میں جھونک دیا جائے گا اَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْهَا

یہ امر مستحضر ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا لحاظ نہ رکھنا کبائر میں سے بلیغہ نمبر ۳ ہے۔ بنیادی طور پر گناہ کی دو قسمیں ہیں گناہِ صغیرہ اور گناہِ کبیرہ۔ پھر گناہِ کبیرہ کی مزید دو قسمیں ہیں ایک وہ گناہ جو حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے وہ گناہ جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ گناہِ صغیرہ سے بھی توبہ کرنی چاہیے مگر اعمالِ صالحہ (نماز، روزہ حج وغیرہ) صغیرہ گناہوں کے لیے کفارہ بنتے رہتے ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ سے عیاں ہے۔

کبیرہ گناہ کا تعلق اگر حقوق اللہ سے ہو تو بارگاہِ خداوندی میں توبہ و انابت سے بلیغہ نمبر ۴ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر ان کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو ان کے لیے اس حق کی ادائیگی یا صاحبِ حق سے معاف کروانا ضروری ہے۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت میں ہے:

الدَّوَابُّ مِنْ ثَلَاثَةٍ دِيْوَانٌ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ الْإِشْرَاكَ بِاللَّهِ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَدِيْوَانٌ لَا يَتْرُكُهُ اللَّهُ ظَلَمَ الْعِبَادَ فِيمَا بَيْنَهُمْ حَتَّى يَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللَّهُ بِهِ ظَلَمَ الْعِبَادَ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللَّهِ فَذَلِكَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَذَابُهُ وَإِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ ۚ

یعنی نامہ ہائے اعمال تین ہیں ایک وہ نامہ عمل جسے اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے بیشک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک ٹھہرانے والے کو نہیں بخشے گا۔ دوسرا نامہ عمل وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے جتنی کہ ایک دوسرے سے بدلہ لے لیں اور تیسرا نامہ عمل وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ پروا نہیں فرمائے گا وہ بندوں کا حق تعالیٰ کے حقوق میں زیادتی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے چاہے تو اسے عذاب سے اور چاہے تو معاف فرمائے۔

لاہور بلاد ہند میں قطب ارشاد کی مانند ہے

من وان بلده نزد فقیر ہجو قطب ارشاد است
نسبت بہ سائر بلاد ہندوستان خیر و برکت
ان بلده بجمع بلاد ہندوستان ساریت

ترجمہ: فقیر کے نزدیک وہ شہر (لاہور) ہندوستان کے تمام شہروں میں قطب ارشاد کی مانند ہے اس شہر کی خیر و برکت ہندوستان کے تمام شہروں میں پھیلی ہوئی ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ شہر لاہور کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے اسے بلاد ہند کے تمام شہروں میں قطب ارشاد قرار دے رہے ہیں اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ شہر ہمیشہ سے علم و فضل کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں ہزاروں علمائے راسخین اور اولیائے کاملین موجود رہے ہیں۔ حضرت امام ربانی کے دور میں علم اور فضل حاصل کرنے کے لیے لوگ لاہور کی طرف رجوع کرتے تھے بالخصوص یہاں امام الواصلین حجۃ الکاملین حضرت سیدنا علی بن

عثمان البھوی المعروف بہ داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز کا مزار اقدس ہے۔ دراصل جہاں اللہ کا بندہ بیٹھ کر حق تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو ذکر کی تاثیرات کی وجہ سے فضاؤں میں لطافت اور مٹی میں شرافت آجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کی خانقاہوں اور آستانوں کو کو شریف کہا جاتا ہے جیسے بغداد شریف، اجمیر شریف، سرہند شریف وغیرہا نیز وہاں فرشتوں کا نزول بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ تَنْزِيلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ سے واضح ہے۔ اسی لیے جب شیخ کبیر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ سے حضرت داتا گنج بخش لاہوی قدس سرہ کے آستانہ پر گھٹنوں کے بل حاضر ہوئی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے جواباً یوں ارشاد فرمایا تھا۔

لاہورِ ما بجنّتِ اعلیٰ برابر است
اہستہ پاہنہ کہ ملک سجدہ می کند

مَنْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ
أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ
خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ

ترجمہ: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ مخالفین اسلام پر غالب اور دین حق پر قائم ہے گا۔ ان کی ذلت و رسوائی کا ارادہ رکھنے والے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے اور وہ

اپنے حال پر قائم ہوں گے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مکتوب الیہ کو احکام شریعیہ کی ترویج اور ملت اسلامیہ کی تائید پر دعائیتے ہوئے زیر نظر ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت کو نقل فرمایا ہے دراصل اس حدیث مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی خوشخبری سنائی ہے کہ میری امت کا ایک گروہ بیان و برہان کے ذریعے کفار پر ہمیشہ غالب رہے گا جب کہ دوسری روایت میں ہے کہ میری امت کا ایک گروہ غیر مسلموں پر شمشیر و سان کے ذریعے ہمیشہ غالب رہے گا۔ جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الخ سے واضح ہے لیکن اس امر کی صراحت نہیں فرمائی گئی کہ وہ کون سی قوم اور قبیلہ ہوگا تاہم غلبہ اسلام انہی لوگوں کے ساتھ وابستہ ہوگا جو راسخ العقیدہ مسلمان اور کتاب و سنت کی تعلیمات پر کاربند ہوں گے البتہ روایات میں ہے کہ قرب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور ہوگا جن کے ذریعے حق تعالیٰ دین اسلام کو غلبہ اور سر بلند فرمائے گا جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت میں ہے لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ تَعَالَى صَلِّ لَنَا فَيَقُولُ لَا إِنْ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أَمْرًا تَكْرِمَةً اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ لَهُ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ قیامت تک غلبے کے ساتھ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا اور فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوں گے

توان کا امیر کہے گا آئیے! ہمیں نماز پڑھائیے وہ فرمائیں گے نہیں تم ہی آپس میں ایک دوسرے کے امام ہو یہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو عزت بخشی ہے۔

بعض روایات میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کی صراحت بھی موجود ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ میں ہے قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْزِلُ عَيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمُ الْمَهْدِيُّ تَعَالَى صَلِّ بِنَا..... اللہ یعنی رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نازل ہوں گے تو ان کے امیر مہدی (رضی اللہ عنہ) کہیں گے آئیے! ہمیں نماز پڑھائیے مذکورہ بالا ارشادات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ کی روشنی میں ملت اسلامیہ کو پر عزم رہنا چاہیے اور اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ وہ دن دور نہیں جب کفر و طغیان کے پہاڑ ہٹ جائیں گے اور ظلم و ستم کے بادل چھٹ جائیں گے..... کفر کا منہ کالا ہوگا اور اسلام کا بول بالا ہوگا۔

بشرطیکہ ہم حضور اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سچے وفادار اور حقیقی مسلمان بن جائیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ سے عیاں ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا اجمالی تذکرہ کر دیا جائے تاکہ قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ ہو۔

حضرت عیسیٰ کا مختصر تعارف

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام خدا کے برگزیدہ بندے اور اولوالعزم رسول ہیں انکی

پیدائش ایک معجزہ اور خدا کی قدرت کا عظیم اظہار ہے۔ عالم شیرخوارگی میں ہی اپنی عجدیت اور نبوت کا اعلان فرمایا۔ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے۔ مردوں کو باذن اللہ زندہ کرتے اور ماورزادانہ صوں کو بینا کر دیتے تھے۔ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیہ والثناء کی آمد کی نوید جانفزا سنائی۔ بنی اسرائیل نے جب انہیں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو حق تعالیٰ نے ان سے بشری علائق کو سلب فرما کر زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ اب قرب قیامت دمشق کی جامع مسجد میں صبح کے وقت نزول فرمائیں گے اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز فجر ادا فرمائیں گے، دجال کی پیٹھ میں نیزہ مار کر اسے داخل جہنم کریں گے۔ صلیب توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے، جتنے غیر مسلم ہوں گے وہ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لیں گے۔ رونے زمین پر صرف دین اسلام ہی ہوگا جیسا کہ نزول عیسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ و الطہارۃ اللہ تعالیٰ فی زمانہ الحکم کلہا الا الاسلام سے واضح ہے۔ امن و آشتی کا ایسا دور دورہ ہوگا کہ بچے سانپ سے کھیلیں گے، شیر اور بکری ایک ساتھ چریں گے اور کوئی کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ آپ نکاح بھی فرمائیں گے، اولاد امجاد بھی ہوگی، چالیس برس دنیا میں جلوہ افروز ہونے کے بعد ان کا وصال ہوگا۔ تجہیز و تکفین کے بعد مسلمان نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کریں گے اور گنبد خضریٰ کے نیچے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونگے۔

حضرت امام مہدی کا مختصر تعارف

وارث کلمات محمدیہ، حامل نسبت صدیقیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ سید عالمین حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ذریت میں سے نجیب الطرفین سید ہوں گے۔

آپ کا اسم گرامی محمد اور والد کا نام عبد اللہ ہوگا۔ آپ مدینہ منورہ میں متولد ہوں گے آپ کے بدن کی رنگت عربوں جیسی اور جسمانی ساخت اسرائیلیوں جیسی ہوگی۔ دائیں رخسار پر تل ہوگا، چہرہ انور درخشاں ستارے کی مانند چمکے گا۔ جب زمین پر کفر و اسکا د، فتنہ و فساد اور ظلم و بربریت حد سے تجاوز کر جائیگی اور اسلام صحر میں طیبین تک ہی محدود ہو کر رہ جائے گا تو مکہ مکرمہ میں دوران طواف ہاتھ غیب سے ندا آئے گی یہ مہدی ہیں ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرو لوگ ان کی بیعت کریں گے، لوگوں کو آپ کی محبت پلا دی جائیگی، آپ کے پاس دو صحیفے ہوں گے جن میں قیامت تک کے لیے آپ کے قبعین و مخالفین کے نام درج ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں اسلام کو فتح و نصرت اور سطوت و شوکت عطا فرمائے گا۔ حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام دائیں بائیں ان کے ہمراہ ہوں گے اس لیے جو بھی آپ کے مد مقابل آئے گا خائب و خاسر ہوگا۔ آپ احکام شرعیہ کی تنفیذ، عساکر اسلام کی تبحین اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کی ترویج فرمائیں گے۔ اسلامی لشکروں کو کامیابی نصیب ہوگی، روئے زمین پر دین اسلام کو غلبہ و چہر چا اور بالادستی حاصل ہوگی، کفار و یہود اور ہنود مردود کا خاتمہ ہو جائے گا، زمین اناج و خزانے اگلے گی، ہر طرف عدل و انصاف اور خوشحالی ہوگی۔ آپ سات یا نو سال تک حکومت فرمانے کے بعد وصال فرما جائیں گے اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھنے کا شرف حاصل کریں گے۔ کَذَا صُرِّحَ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ وَغَيْرِهَا

بیتنا

- ◎ واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کی اتباع و شیعہ فرمائیں گے کیونکہ شریعت اسلامیہ جلد سابقہ ادیان کی ناسخ ہے
- ◎ یہ امر بھی ذہن نشین ہے کہ قرب قیامت مہدی کامل علی الاطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوں گے۔ ان کا مرتبہ پیغمبر مرسل ہونے کی بنا پر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ،

سے بدرجہا زیادہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنے کی وجہ سے ان کے مراتب عالیہ کی تقیص اور حضرت امام مہدی کی ان پر ترجیح و تفضیل کے خدشہ کے پیش نظر غالباً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لامہدی الا عیسیٰ بن مریم فرمایا جس سے مطلق نفی مراد نہیں بلکہ فضیلت کی نفی مراد ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی مہدی فضیلت میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے مثل نہیں ہو سکتا۔

◎ اہل سنت و جماعت کے نزدیک حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کی پیشین گوئی ارشادات نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰات) اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اس لیے ان کی آمد پر ایمان لانا واجب ہے۔ آپ کی تشریف آوری پر آپ کی اطاعت کرنا لازم اور آپ کی تکذیب کرنا کفر ہوگا جیسا کہ احادیث مبارکہ: فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا اور مَنْ كَذَبَ بِالْمَهْدِيِّ فَقَدْ كَفَرَ سے واضح ہے۔

◎ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ معصوم نہیں بلکہ محفوظ ہوں گے۔ عقائد اہل سنت کے مطابق صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی ذوات ہی معصوم ہیں۔

◎ تمام سلاسل طریقت میں صرف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے اسی لیے نقشبندی حضرات پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کمالات زیادہ ظاہر ہوتے ہیں اور نسبت صحو کا غلبہ رہتا ہے حضرت امام مہدی موعود رضی اللہ عنہ اسی نسبت صدیقیہ کے حامل ہوں گے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترمیم و تکمیل فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

انگارم کہ حضرت مہدی موعود کہ باکلیت ولایت معبود است نیز برین نسبت خواهد بود و ترمیم و تکمیل این سلسلہ علیہ خواهد فرمود۔

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت جناباری خان رحمہ اللہ علیہ

موضوعات

حق تعالیٰ بے چون و بے چگون ہے۔ نبوت و لایت سے افضل ہے

صفات باری تعالیٰ اور حضرت امام ربانی قدس سرہ

متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ کے درجات سب سے

ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ

مکتوب - ۷۷

حق تعالیٰ بے چون و بے چگونه

مَن عبادتِ خدائے بیچون و بیچگونہ جلّ سلطانہ،
وقتے میسر شود کہ از رقیبتِ تمام ماسومی آزاد
شدہ قبلہ توجہ جز ذاتِ احدیت ہیچ نماید

ترجمہ: بے مثل و بے کیف خدائے جلّ سلطانہ کی (خالص عبادت اس
وقت میسر ہوتی ہے جب کہ ماسومی اللہ کی بندگی سے آزاد ہو کر توجہ کا قبلہ، ذاتِ
احدیت کے سوا اور کچھ نہ ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ حق تعالیٰ کی
اخلاص کے ساتھ عبادت اس وقت میسر آتی ہے جب سالک ماسومی اللہ کی غلامی
سے آزاد ہو کر حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتار ہو جائے۔ اس کی علامت حق تعالیٰ کی طرف
سے انعام و ایلام کا سالک کے لیے ماسومی ہو جانا ہے اور اگر عبادت، انعام کے
حصول اور ایلام سے نجات پانے کے لیے کی جائے تو یہ عبادت ناقص ہوگی کیونکہ
اس قسم کی عبادت درحقیقت اپنے نفس کی نجات کے لیے ہے۔

تا تو در بندِ نوشتن باشی

عشق گوئی دروغ زن باشی

لیکن جب سالک ولایتِ خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات کے حصول کے ذریعے فنائے مطلق سے مشرف ہو جائے اور اس کی ذاتِ حق بلا کیفیت جَلِّ سُلْطَانُ تک رسائی ہو جائے اس وقت اسے خالص بندگی نصیب ہوتی ہے اور اس کی عبادت خالص حق تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ ایلام کو مرعوب جاننا ہر کسی کا مقام نہیں بلکہ بعض محبوبوں کا خاصہ ہے لہذا اس مرتبے میں وہ انعام و ایلام ہر دو کو یکساں سمجھتے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بے چون و بے چگون کی قدے تفصیلات بیان کر دی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت ہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ۔

بے چون کا معنی بے مثل اور بے چگون کا معنی بے نمونہ ہے۔ دراصل بے چون و بے چگون صفاتِ سلبیہ میں سے ہیں اور علمِ کلام کی مصطلحات ہیں۔ بنیادی طور پر صفاتِ باری تعالیٰ کی دو قسمیں ہیں صفاتِ سلبیہ اور صفاتِ ثبوتیہ۔

وہ صفات ہیں جو خدا تعالیٰ کی ذات میں موجود نہیں بلکہ اس سے سلبیہ ہیں جیسا کہ آیت کریمہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ سے ثابت ہے۔

وہ صفات جو خدا تعالیٰ کی ذات میں موجود اور ثابت ہیں۔

۲- صفاتِ ثبوتیہ ان کی دو قسمیں ہیں صفاتِ ذاتیہ اور صفاتِ فعلیہ

صفاتِ ذاتیہ خدا تعالیٰ کی حقیقی اور کمالی صفات کو کہتے ہیں جن کا ذاتِ اقدس

سے انفکاک محال ہے۔ متکلمین مارتید یہ زعمہم اللہ اجمعین کے نزدیک ان کی تعداد آٹھ ہے جنہیں صفات ذاتیہ حقیقیہ ثنائیہ کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں۔ حیات، علم، کلام، سمع، بصر، ارادہ، قدرت اور تکوین جب کہ اشاعرہ کے نزدیک ان کی تعداد سات ہے، صفت تکوین ان میں شامل نہیں۔

صفات ذاتیہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔

۱۔۔۔ وہ صفات جو وجود خارجی رکھتی ہیں جیسے صفات ثنائیہ متعارفہ

۲۔۔۔ وہ صفات جن کا وجود خارجی نہیں بلکہ انتزاعی اور اعتباری ہے جیسے ازلیت،

ابدیت، قدم، بقا اور غنا وغیرہا

وہی الٰتی یتوقف ظہورہا علی وجود الخلق۔

صفات فعلیہ یعنی یہ وہ صفات ہیں جن کا ظہور وجود خلق پر موقوف ہے اور یہ

صفات ذاتیہ کے آثار ہیں۔ یعنی ایسی صفات جن کی ضد کے ساتھ اللہ تعالیٰ موصوف

ہو صفات فعلیہ کہلاتی ہیں جیسے خدا تعالیٰ رحیم ہے اس کی ضد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قہار

بھی ہے صفات فعلیہ کی مثالیں، تخلیق، تزیین، تصویر، احیاء، اماتہ وغیرہا ہیں۔

صفات باری تعالیٰ اور حضرت امام ربانی

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک صفات باری تعالیٰ کی تین اقسام ہیں

قسم اول، صفات اضافیہ ہیں جیسے خالقیت اور رازقیت

قسم دوم، صفات حقیقیہ ہیں لیکن وہ اپنے اندر اضافت کا ایک رنگ رکھتی ہیں جیسے

علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام۔

۱۔ شرح فقہ اکبر علی قاری ص ۱۱۱ ۲۔ تہذیب العقائد و شرح فقہ اکبر وغیرہا

قسم سوم: حقیقت محض ہے جیسے حیات پس اس میں اضافت کا کوئی امتزاج نہیں ہے۔ اضافت سے ہماری مراد عالم یعنی دنیا کے ساتھ تعلق ہونا ہے۔ تیسری قسم تینوں قسموں میں سب سے اعلیٰ اور تمام اقسام کی جامع ترین ہے اور اُجہاتِ صفات میں سے ہے۔ صفت علم اپنی جامعیت کے باوجود صفت حیات کے تابع ہے۔

حضرت امام اعظم کا بیچون اور بیچگون کے متعلق موقف

امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، خالق کی مخلوق کے ساتھ اور مخلوق کی خالق کے ساتھ عدم مشابہت کے متعلق رقمطراز ہیں۔

لَا يُشْبِهُ شَيْئًا مِّنَ الْأَشْيَاءِ مِمَّنْ خَلَقَهُ وَلَا يُشْبِهُهُ شَيْءٌ مِّنْ خَلْقِهِ
یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا اور نہ ہی کوئی چیز مخلوق میں سے اس کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔

کیونکہ مخلوق ممکن الوجود ہے اور اللہ تعالیٰ واجب الوجود، صمد اور غنی ہے جب کہ مخلوق ہر لحاظ سے اس کی محتاج اور اس کے ساتھ مشابہت و مماثلت سے عاجز ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اور لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ سے عیاں ہے حق تعالیٰ کے متعلق اس کے برعکس اعتقاد رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے جیسا کہ حضرت نعیم بن حماد فرماتے ہیں مَنْ شَبَّهَ اللَّهَ بِشَيْءٍ مِّنْ خَلْقِهِ فَقَدْ كَفَرَ وَمِنْ أَنْكَرَ مَا وَصَفَ اللَّهُ بِهِ نَفْسَهُ فَقَدْ كَفَرَ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے صفات باری تعالیٰ کے بیچون اور بے کیف ہونے کے متعلق یوں تصریح فرمائی ہے۔

صِفَاتُهُ (تعالیٰ) فِي الْأَزَلِ بِلَا كَيْفٍ اللَّهُ تعالیٰ کی صفات ازل سے ہی بے کیفیت ہیں یعنی ان کی کیفیت مجہول ہے۔ بس ان پر ایمان لانا واجب ہے اور ان کے بارے میں بحث کرنا بدعت ہے۔ لہٰذا کفّ لسان ہی اُنّلم و بہتر ہے۔
 حضرت امام ربانی قدس سرہ ذات صفات
 حق تعالیٰ کی ذات صفات نیچوں میں باری تعالیٰ کے متعلق رقمطراز ہیں۔

او تعالیٰ بذات و صفات خود یگانہ است، ذات و صفات او مخالف اندر ذات و صفات مخلوقات را و نیز هیچ وجہ مناسبت ندارند، پس او سبحانہ منزہ باشد از مثل یعنی از مماثل موافق و از نہ یعنی از مماثل مخالف و در معبودیت و صانعیت و واجبیت اورا تعالیٰ شانہ، شریک نیست۔

ترجمہ: حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بالکل یگانہ ہے اس کی ذات و صفات مخلوقات کی ذات و صفات سے قطعاً مختلف ہیں اور کسی طرح بھی ان سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔ لہٰذا حق سبحانہ "مثل" یعنی مماثل موافق سے بھی منزہ ہے اور "ند" یعنی مماثل مخالف سے بھی حق تعالیٰ شانہ کے معبود ہونے، صانع ہونے اور واجب ہونے میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ ایک مقام پر ذات و صفات حق کی ممانثلت کی نفی کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (اس کی مثل کی طرح بھی کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے) حق سبحانہ و تعالیٰ نے بلوغ ترین انداز پر اپنی ذات سے ممانثلت کی نفی فرمادی ہے کیونکہ اس آیت میں اپنے مثل مثل (یعنی مثل جیسی

چیز کی نفی فرمائی گئی ہے، حالانکہ مقصود اپنے مثل کی نفی کرنا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس کے مثل کا بھی مثل نہیں ہو سکتا تو اس کا مثل تو بطریق اولیٰ نہیں ہوگا لہذا کناۃً اصل مثل کی نفی ہوگئی کیونکہ یہ کناہ صریح کے مقابلے میں بلوغ ترین ہے جیسا کہ علمائے بیان نے اس کو ثابت کیا ہے اور اس کے متصل ہی وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ فرمایا جس سے مقصود صفاتی مماثلت کی بھی نفی کر دیا ہے جیسا کہ پہلے حصے (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ) سے مماثلت ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ حق سبحانہ ہی سمیع اور بصیر ہے کسی دوسرے کو سمیع اور بصیر حاصل نہیں ہے۔ یہی حال باقی صفات یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ اور کلام وغیرہ کا ہے۔ پس مخلوقات میں صفات کی صورت پائی جاتی ہے۔ انکی حقیقت نہیں پائی جاتی ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک حق تعالیٰ سبحانہ، کا مثل نہیں ہو سکتا البتہ مثال ہو سکتی ہے چنانچہ آپ رقمطراز ہیں۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ مثل سے منزہ ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (کوئی چیز اس کی مانند نہیں) لیکن علماء نے مثال اور مثل کو جائز قرار دیا ہے۔ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ (اور اللہ تعالیٰ کے لیے بلند ترین مثال ہے) ارباب سلوک اور اصحاب کثوف کو مثال ہی سے تسلی دیتے ہیں اور خیال سے آرام نختے ہیں، بیچون کو چون کی مثال سے ظاہر کرتے ہیں، وجوب کو امکان کی صورت میں جلوہ گر کرتے ہیں۔ بے چارہ سالک، مثال کو عین صاحب مثال خیال کرتا ہے اور صورت کو عین ذمی صورت۔ یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے احاطہ کی صورت کو اشیاء میں دیکھتا ہے اور اس احاطہ کی مثال کو جہان میں مشاہدہ کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ احاطہ کی حقیقت دکھائی دے رہی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے

بلکہ حق تعالیٰ کا احاطہ نہ چون اور نہ بچوگون ہے اور اس سے منزہ و پاک ہے کہ وہ شہود (مشاہد) میں آسکے اور کسی پر ظاہر ہو جائے ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ حق سبحانہ ہر چیز کو محیط ہے لیکن ہم اس کے اس احاطہ کو نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے، اور جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ اس احاطہ کی شبیہ اور مثال ہے۔ حق تعالیٰ کے قُرب اور اس کی معیت کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ جو کچھ مشاہدہ اور کشف میں آتا ہے وہ ان کی شبیہ اور مثال ہے اس کی حقیقت نہیں ہے بلکہ ان تمام باتوں کی حقیقت کی کیفیت نامعلوم ہے یہ ہمارا ایمان ہے کہ حق تعالیٰ قُرب ہے اور ہمارے ساتھ ہے لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ کے اس قُرب اور معیت کی حقیقت کیا ہے، ممکن ہے کہ جو حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات میں آیا ہے کہ **يَتَجَلَّى رَبُّنَا ضَاحِكًا** (ہمارا پروردگار ہنستے ہوئے ظاہر ہوگا) وہ صورتِ مثالی کے اعتبار سے ہوگا کیونکہ کمالِ رضا و خوشنودی کا حصول، مثال میں ہنسنے کی صورت میں ہی دکھایا جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہاتھ، چہرہ، قدم اور انگلی کا اطلاق بھی مثالی صورت کے اعتبار سے ہی ہو۔ میرے پروردگار نے مجھے ایسی ہی تعلیم دی ہے۔ **وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ**

متکلمین مآثریہ کے نزدیک صفات فعلیہ قدیم ہیں جب کہ متکلمین اشاعرہ کے بیّنہ نمبر ۱ ہاں یہ صفات حادث ہیں اربابِ تدقیق کے نزدیک یہ نزاع، نزاعِ لفظی ہے وراصل فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا فعل اس کی صفتِ ازلی ہے اور مفعول جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فعل متعلق ہے وہ مخلوق اور حادث ہے لہذا اس کا فعل تو قدیم ہے مگر مفعول جس کے ساتھ وہ فعل متعلق ہے وہ حادث ہے جیسے کلامِ نفسی قدیم ہے مگر کلامِ لفظی حادث ہے (وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ)

بیّنہ نمبر ۲۔ واضح ہے کہ بعض وحدت الوجودی صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان موجودیت

ہیں بھی شریک کی نفی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو موجود نہیں جانتے۔ ان کا استشہاد (دلیل) ان کا کشف ہے اور یہ بات پرشیدہ نہیں ہے کہ اس قول سے بہت سے اصول دین کا انہدام لازم آتا ہے اور بعض اصول دین کو اس قول سے تطبیق دینے میں انہوں نے تکلفات سے کام لیا ہے۔ لیکن ان کی پوری کی پوری مطابقت میں کلام ہے بعض دیگر اصول دین تو بالکل تطبیق کے قابل ہی نہیں ہیں جیسے واجب تعالیٰ جل و علا کی صفات کی نفی کی بحث ہے۔

نبوت ولایت سے افضل ہے

متن گفتہ اند ولایت نبی افضل است

از نبوت او

ترجمہ: بعض (اہل سکر) بزرگوں نے کہا کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ یہاں ایک اہم مسئلے کو بیان فرماتے ہیں۔

در اصل اس مسئلہ میں صوفیائے کرام کی آراء مختلف ہیں

① مطلق ولایت نبوت سے افضل ہے۔

② نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے جیسا کہ حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ

الْوَلَايَةُ أَعْلَى مِنَ النَّبُوَّةِ کی توجیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ولی تابع ہوتا ہے اور

نبی متبوع، تابع متبوع سے کبھی بھی اعلیٰ نہیں ہو سکتا بلکہ اس مقولہ کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔

◎ حضرت امام ربانی قدس سرہ علم کلام کے مجتہد ہیں نیز آپ کے لیے استدلالی علوم و معارف کشفی بنائے گئے ہیں اس لیے آپ کا موقف متکلمین اہل سنت کے موافق ہے چنانچہ آپ رقمطراز ہیں، نبوت افضل باشد از ولایت خواہ ولایت نبی باشد خواہ ولایت ولی۔ نبوت ولایت سے افضل ہے خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی۔

ایک مکتوب میں یوں رقمطراز ہیں:

بعض مشائخ نے حالت سکر میں کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے اور بعض دیگر مشائخ نے اس ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے تاکہ نبی پر ولی کے افضل ہونے کا وہم رفع ہو جائے لیکن حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے افضل ہوتی ہے (مقام) ولایت میں تو (ولی) تنگی سینہ کے باعث توجہ خلاق کی طرف نہیں کی جاسکتی لیکن نبوت میں کمال انشراح صدر کی وجہ سے نہ توجہ سبحانہ کی طرف متوجہ ہونا مخلوق کی طرف توجہ سے مانع ہوتا ہے اور نہ ہی خلاق کی طرف توجہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے مانع ہوتی ہے نبوت میں صرف مخلوق ہی کی طرف توجہ نہیں ہوتی تاکہ ولایت کو جس میں رُخ حق کی طرف ہوتا ہے نبوت پر ترجیح دیں عیاذاً باللہ سبحانہ، صرف مخلوق کی طرف رُخ رکھنا عوام کالانعام کا مرتبہ ہے شان نبوت اس سے بہت بلند و برتر ہے اس معنی (حقیقت) کا سمجھنا ارباب سُکر پر دشوار ہے مستقیم الاسوال اکابر ہی اس معرفت کے ساتھ ممتاز ہیں۔

ایک مکتوب میں اس مسئلہ کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

بعض مشائخ کا یہ کلام الْوَلَايَةُ اَفْضَلُ مِنَ النَّبُوَّةِ از قبیل سُکر ہے ان کا خیال

ہے کہ ولایت میں رُخِ حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور نبوت میں توجہ مخلوق کی طرف ہوتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ مخلوق کی طرف توجہ کرنے سے خالق کی طرف توجہ کرنا افضل ہے بعض مشائخ نے اس جملے کی توجیہ یوں کی کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے اس فقیر کے نزدیک اس قسم کی باتیں دور از کار اور فضول ہیں کیونکہ نبوت میں رُخ صرف مخلوق کی طرف ہی نہیں ہوتا بلکہ مخلوق کی طرف توجہ کے باوجود حق تعالیٰ کی طرف بھی توجہ رہتی ہے یعنی اس کا باطن حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ جس شخص کی تمام تر توجہ مخلوق کی طرف ہی ہو وہ توبہ نختوں میں سے ہے۔

ابلیس نے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات تمام موجودات میں سب سے بہتر ہیں لہذا بہترین دولت و نعمت بھی انہی کا حصہ ہے ولایت نبوت کا جزو ہے اور نبوت کل سے یہی وجہ ہے کہ نبوت ہی افضل ہے خواہ نبی کی ولایت ہو یا ولی کی ولایت لہ

ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

ولایتِ ولی جزو سے است از اجزائے ولایتِ نبی او علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ولی را ہر چند درجاتِ علیا یتر شود آن درجات جزو سے است از اجزائے درجاتِ آلِ نبی خواہ بود، جزو ہر چند عظمت پیدا کند کمتر از کل خواہ بود کہ "الْكُلُّ اعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ" قضیہ بدیہیہ است اجماعی باشد کہ کلانی جزو را تخیل نموده از کل افزوں داند کہ کل عبارت از ازاں جزو از اجزائے دیگر است لہ

ولی کی ولایت اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کا جزو ہوتی ہے ولی کو خواہ کتنے ہی اعلیٰ درجات حاصل ہو جائیں پھر بھی وہ درجات اس نبی کے درجات کا ایک جزو ہی ہوتے ہیں، جزو خواہ کتنا ہی بڑا ہو جائے پھر بھی کل سے کم ہی ہے گا۔ کیونکہ الْكُلُّ اعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ۔ یعنی کل ہمیشہ اپنے جزو سے بڑا ہے ایک بدیہی قضیہ ہے۔ وہ شخص اجماعی

ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ جزو کل سے بڑا ہوتا ہے کیونکہ کل کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ دوسرے اجزاء کے علاوہ اس میں یہ جزو بھی موجود ہے۔

واضح ہے کہ تفضیل ولایت کے قائلین صوفیاء کا یہ بیان حال ہے بیان عقیدہ بلینہ نمبر ۲ نہیں اور ان کا یہ قول سکر وقت اور غلبہ حال کی بنا پر ہے اس لیے وہ مخدو ہیں۔ حضرت شیخ ابو نصر طوسی رحمۃ اللہ علیہ تفضیل ولایت کے قائلین کو فرقہ ضالہ بلینہ نمبر ۳ قرار دینے کے بعد قمر طراز ہیں۔

وَالْوَلَايَةُ وَالصِّدْقِيَّةُ مُنَوَّرَةٌ بِأَنْوَارِ النَّبُوَّةِ فَلَا تُلْحَقُ النَّبُوَّةَ أَبَدًا فَكَيْفَ تَفْضَلُ عَلَيْهَا ^{یعنی} ولایت اور صدیقیت انوار نبوت سے منور ہیں اس لیے یہ نبوت سے ابد تک ملحق نہیں ہو سکتیں تو یہ نبوت سے افضل کیسے ہو سکتی ہیں۔

تمام ولایتوں (ولایت صغریٰ، ولایت کبریٰ اور ولایت علیا) کے کمالات مقام بلینہ نمبر ۱ نبوت کے کمالات کے ظلال ہیں اور وہ تمام کمالات خاص ان کمالات کی حقیقت کے لیے شبیہ اور مثال کی مانند ہیں۔ دریائے محیط کو کبھی قطرہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ نسبت ہوتی ہے لیکن یہاں تو یہ نسبت بھی مفقود ہے مگر ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ مقام نبوت کو مقام ولایت کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسی کہ غیر فنا ہی کو فنا ہی کے ساتھ ہے لہ

تفضیل ولایت کے قائلین صوفیاء کی کمالات نبوت تک رسائی نہیں ہوئی اور بلینہ نمبر ۲ وہ ان کمالات سے بہرہ ور نہ ہونے کی وجہ سے ان کی معلومات نہیں رکھتے اسی بنا پر انہوں نے ولایت انبیاء کو ان کی نبوت سے بہتر جانا مگر وہ حضرات جنہیں کمالات، نبوت تک رسائی حاصل ہو گئی ہے وہ ولایت انبیاء کو ان کی نبوت کا زینہ پاتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اولیائے کرام کی ولایت حق تعالیٰ بلینہ نمبر ۳ کے ظلال صفات سے تعلق رکھتی ہے ولایت انبیاء صفات سے مربوط ہے

اور ولایتِ طرادِ اعلیٰ شیوناتِ ذاتیہ سے ربط رکھتی ہے لیکن نبوتِ انبیاءِ ذاتِ حقِ تعالیٰ کی معرفت سے ممتاز ہے بقیہ تمام ولایتیں اس مرتبہ مقدمہ کے ساتھ وصول سے قاصر ہیں ان تشریحات و توضیحات سے واضح ہو گیا کہ مقامِ نبوت، عالی ترین مقامات سے ہے مقامِ ولایت اس مقام سے قیاس کے قابل ہی نہیں وہ صوفیائے کرام جنہوں نے مقامِ ولایت کو مقامِ نبوت سے بلند قرار دیا ہے یہ ان کی نارسائی کی بنا پر ہے اگر ان کی کمالاتِ نبوت تک رسائی ہو جاتی تو اس قسم کی باتیں نہ کرتے۔

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زود

مَنْ سَبَبُ عَدَمِ الْوُصُولِ إِلَى تِلْكَ الْوَلَايَةِ
الْقُصُورُ فِي كَمَالِ مُتَابَعَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ وَلِلْقُصُورِ دَرَجَاتٌ فَلَا جَرَمَ حَصَلَ
التَّفَاوُتُ فِي دَرَجَاتِ الْوَلَايَةِ وَلَوْ تَيَسَّرَ كَمَالُ
الِاتِّبَاعِ لَا مَكْنَ الْوُصُولُ إِلَى تِلْكَ الْوَلَايَةِ

ترجمہ: اس ولایت (خاصہ محمدیہ) تک نہ پہنچنے کا سبب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت میں کمی ہے اور اس کمی کے بہت سے درجات ہیں اس لیے ولایت کے درجات میں تفاوت ہو جاتا ہے اور اگر آپ کی کمال اتباع میسر ہو جائے تو آپ کی ولایت تک پہنچنا ممکن ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام زبانی قدس سرہ ولایتِ خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ

تک وصول نہ ہونے کی وجہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع میں کمی کو قرار دے بت ہیں چونکہ متابعت کے مختلف درجے ہیں اس لیے سائلین کو حاصل ہونے والے درجات و مراتب میں تفاوت ہو جاتا ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ ایک مکتوب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے سات مراتب و درجات اور ہر درجے کی دوسرے درجے پر فضیلت کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

آنسور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت
متابعت نبوی (علیٰ صاحب الصلوٰۃ) جو دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ سب
کے درجات سب سے

کسی درجات و مراتب رکھتی ہے۔
عوام اہل اسلام کا ہے یہ تصدیق قلبی کے بعد اطمینان نفس سے قبل جو کہ درجہ اول ولایت سے مربوط ہے احکام شریعیہ کی بجا آوری اور سنت سنیت کی اتباع ہے علمائے ظواہر، عابد اور زاہد حضرات جن کا معاملہ ابھی تک اطمینان نفس تک نہیں پہنچا سب اس درجہ میں مشترک ہیں۔ اس متابعت صوری کے حصول میں سب برابر ہیں۔ چونکہ نفس اس مقام میں کفر و انکار سے آزاد نہیں ہوتا تو لازمی طور پر یہ خاص درجہ صرف متابعت کی صورت رکھتا ہے متابعت کی یہ صورت حقیقی متابعت کی مانند آخرت کی فلاح اور خلاصی کا موجب عذاب نارسے نجات دلانے والی اور دخول جنت کی بشارت سنانے والی ہے جو تعانے نے کمال کرم سے انکار نفس کا اعتبار نہ کر کے صرف تصدیق قلبی پر کفایت فرمائی ہے اور نجات کو اس تصدیق کے ساتھ مربوط فرما دیا ہے۔

میں آنسور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان اقوال و اعمال کی متابعت
درجہ دوم ہے جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں جیسے اخلاق کی تہذیب، صفاتِ ذلیلہ کی ممانعت، باطنی امراض اور اندرونی بیماریوں کا ازالہ کرنا ہے۔ متابعت کا یہ درجہ مقام طریقت سے متعلق اور ان ارباب سلوک سے مخصوص ہے جو طریقہ صوفیاء کو شیخ متقدا سے اخذ کر کے سید الی اللہ کی وادیوں اور بیابانوں کو قطع کرتے ہیں۔

آن سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال، اذواق اور مواجید کی متابعت درجہ سوم ہے جو ولایت خاص کے مقام سے تعلق رکھتا ہے اور یہ درجہ ان ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہوں۔

متابعت کا یہ وہ درجہ ہے کہ پہلے درجے میں اس متابعت کی صورت درجہ چہارم تھی یہاں اس متابعت کی حقیقت ہے متابعت کا یہ درجہ علمائے اسخین شکر اللہ تعالیٰ سفینہم کے ساتھ مخصوص ہے جو اطمینان نفس کے بعد حقیقت متابعت کی دولت سے مستحق ہیں۔ اولیاء اللہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو تمکین قلب کے بعد اگرچہ ایک طرح کا اطمینان نفس حاصل ہو جاتا ہے لیکن نفس کو کمال درجہ اطمینان کمالات نبوت کے حصول کے بعد حاصل ہوتا ہے یہ کمالات علمائے اسخین کو بطریق وراثت حاصل ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ میں عارف مقطعات قرآنیہ کے اسرار کے فہم اور کتاب و سنت کے مشابہات کی تاویل سے فائز المہرام ہوتا ہے۔ یہ خیال نہ کریں کہ یہ تاویل یاد دہا تھی کی قدرت اور وجہ (چہرہ) کی تاویل ذات سے کرنے کی مانند ہے کیونکہ یہ تاویل علم ظاہر سے پیدا ہوتی ہے ان کا اسرار سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ اسرار خاصہ ہیں جو بالاصالت انبیائے کرام علیہم السلام کا حصہ ہیں اور وراثتہ صدیقین اور اولیاء کو عطا کئے جاتے ہیں اس دولت عظمیٰ تک پہنچنا دوسرے راستوں کی نسبت ولایت کی راہ سے زیادہ آسان اور اقرب ہے اور وہ سنت سننیہ کا التزام اور بدعت نامہ ضعیفہ کے اسم و رسم سے اجتناب ہے۔ آج یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے، کیونکہ سارا جہاں دریائے بدعت میں غرق اور سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ سے دُور ہے۔

آن سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف ان کمالات کا اتباع ہے جن کے درجہ پنجم حصول میں علم و عمل کا کوئی دخل نہیں بلکہ ان کمالات کا حصول محض فضل ربانی اور احسان رحمانی پر موقوف ہے۔ یہ درجہ اس قدر بلند ہے کہ سابقہ درجات کو اس درجہ سے ان کی نسبت بھی نہیں ہے یہ کمالات بالاصالت اولوالعزم انبیائے عظام علیہم السلام کے ساتھ مناسبت ہیں ان کے طفیل بعض اولیاء کرام کو ان کمالات سے مشرف فرمائیے ہیں۔

آنسر و علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آنسر و درجہ ششم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے مقامِ محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں جس طرح درجہ پنجم میں کمالات کا فیضان محض فضل و احسان پر تھا اسی طرح اس درجہ ششم میں ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے جو کہ تفضل و احسان سے فوق ہے یہ درجہ اگرچہ بالاصالت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں اولیائے صدیقین میں سے اقل قلیل کو نصیب ہوتا ہے۔

پہلے درجہ کے علاوہ متابعت کے یہ پانچ درجات مقاماتِ عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور ان کا حصول بھی صعود (عروج) سے ہی مربوط ہے۔

درجہ ہفتم جامع ہے کیونکہ اس مقامِ نزول میں تصدیقِ قلبی بھی ہے اور تمکینِ قلبی بھی، نفس کا اطمینان بھی اور اجزائے قالب کا اعتدال بھی ہے جو طغیان و سرکشی سے باز آگئے ہیں سابقہ درجات گویا اس درجہ متابعت کے اجزائے تھے اور یہ درجہ ان اجزائے کل کی مانند ہے اس درجہ میں پہنچ کر تابعِ متبوع کے اس قدر مشابہ ہو جاتا ہے کہ دور سے دیکھنے والا خیال کرتا ہے کہ یہ دونوں (تابع و متبوع) متحد ہو گئے ہیں اور ان دونوں کے درمیان امتیاز ختم ہو گیا ہے۔ کامل تابع اور وہ شخص ہے جو ان سات درجات سے آراستہ ہو۔

رَزَقْنَا اللّٰهَ سُبْحَانَہٗ بِحَقِیْقَةِ الْمَتَابَعَةِ الْمَرْضِیَّةِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالْبَرَکَةُ وَالتَّحِیَّۃُ

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ولایتِ خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ولایتِ عامہ اور ولایتِ خاصہ، ولایتِ عامہ سے مطلق ولایت مراد ہے اور ولایتِ خاصہ

سے ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتیمۃ مراد ہے ولایت خاصہ میں فنا سے تمام اور بقائے اکمل حاصل ہو جاتی ہے جو شخص بھی اس نعمتِ عظمیٰ سے مشرف ہوتا ہے اس کا بدن لطافتِ حق سبحانہ میں مطیع ہو جاتا ہے اسلام حقیقی کے لیے اس کا شرح صدر ہو جاتا ہے اور اس کا نفس اتارگی و لواگی (شرارت و شرمندگی) سے آزاد ہو کر مطمئن ہو جاتا ہے اور راضیہ مرضیہ کے مرتبہ پر فائز المرآم ہو جاتا ہے۔ یہ ولایت عروج و نزول کے دونوں طرفوں میں ولایت کے تمام مراتب سے ممتاز اور جدا ہے۔

عروج کی طرف اس وجہ سے کہ لطیفہٴ انحنیٰ کی فنا اور بقا ولایتِ خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ کے ساتھ مختص ہیں۔ جب کہ بقیہ تمام ولایتوں کا عروج تفاوتِ درجات کے اعتبار سے لطیفہٴ انحنیٰ تک محدود ہے۔ نیز حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء کی ولایت جمیع انبیائے کرام و جملہ رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ولایتوں سے افضل ہے اسی طرح ان بزرگواروں (خواجگانِ نقشبندیہ علیہم الرحمۃ والرضوان) کی ولایت بھی دیگر جملہ اولیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ انہم کی ولایتوں سے بالاتر ہے اور بالاتر کیوں نہ ہو جب کہ ان کی ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے لہٰذا ولایتِ خاصہ کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔۔۔۔۔ ولایتِ خاصہ بمعنائے عام
یہ جمیع انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ کی ولایت ہے اس ولایت میں عارف بواسط
فنا و بقا خواہشاتِ نفسانی سے رہائی پالیتا ہے۔

۲۔۔۔۔۔ ولایتِ خاصہ بمعنائے خاص
یہ تنہا حضور اکرم علیہ التیمۃ والثناء کی ولایت ہے اور یہ ولایت کا انتہائی درجہ ہے۔
بیگزینہ نمبر ۸۔ تمام مومن ولایتِ عامہ میں شریک ہیں حق تعالیٰ تمام مومنوں کو ولی اور دوست رکھتا

ہے جیسا کہ آیہ کریمہ اللہ ولی الذین امنوا سے عیاں ہے اس ولایت کو ولایتِ ایمان بھی کہا جاتا ہے اگرچہ یہ ولایت ایک نعمتِ عظمیٰ ہے لیکن اس میں انسان خواہشاتِ نفسانی سے رہائی نہیں پاسکتا اور اسکا ایمان فقط ایمانِ قلبی ہی ہوتا ہے جب کہ ولایتِ خاصہ کے مراتب میں نفس کو بھی ایمان نصیب ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ ولایت ایک قریبِ خاص ہے اسے ولایتِ احسان بھی کہتے ہیں جیسا کہ ارشادِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ ان تعبدوا اللہ کانک تراءہ سے واضح ہے حضرت امامِ ربانی قدس سرہ ایک مقام پر ولایتِ خاصہ کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

اعلم ان الولاية الخاصة المحمدية على صاحبها الصلوة والسلام
مخصوصة بالمجدوبين السالكين الذين سموا بالمرادين وليس
للمريدین بحسب استعداداتهم الذاتية منها نصيب ونعني
بالمريدین الذين تقدم سلوكهم على جذبهم الا ان يربى المراد
المحبوب المرید المحب ويتصرف فيه ويجذبه بكمال تصرفه
محو جذبیه كما هو حال امير المؤمنين علي ابن ابي طالب كرم الله
تعالى وجهه فانه سالك مجذوب وصل الى ولاية الخاصة بتربيته
عليه وعلى اليه الصلوة والسلام وكمال تصرفه فيه وجذب به اياه بخلاف
الخلفاء الثلاثة المتقدمه عليه فان جذبهم مقدم على سلوكهم
كما هو حال حضرة الرسالة المصطفوية عليه وعلى اليه الصلوات
والتسليمات فان جذبته عليه الصلوة والسلام مقدم على سلوكهم
صلى الله عليه وسلم ولايتوهم ان كل مجذوب سالك يصل
الى تلك الولاية كلا بل لو وجد واحد من الوف منهم كذلك بعد

قُرُونٍ مُتَطَاوِلَةٍ لَا غِنَى لَكُمْ وَجُودُهُ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ
 وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: جانتا چاہیے کہ ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت مجذوب سالکوں کے
 ساتھ مخصوص ہے جن کو مرادین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ہریدین کو ان کی ذاتی استعداد
 کے لحاظ سے اس (ولایت) سے کوئی حصہ نہیں ملتا مریدین سے ہماری مراد وہ حضرات
 ہیں جن کا سلوک ان کے جذب پر مقدم ہو۔ سوائے اس مراد محبوب کے جو کسی مرید محبت
 کی خصوصی تربیت فرمائے اور اس میں تصرف سے کام لے اور اسے کمال تصرف سے ایسا
 جذب عطا کرے جو خود اس مراد کے جذب کی مانند ہو جیسا کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب
 کرم اللہ وجہہ کا معاملہ تھا بے شک وہ بھی سالک مجذوب تھے۔ لیکن وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کی تربیت اور ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تصرف کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے انہیں جذب فرمایا تھا ولایت خاصہ کے درجہ تک پہنچ گئے تھے۔ بخلاف خلفائے
 ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) کے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے ہوئے ہیں کیونکہ ان کا جذب
 ان کے سلوک پر مقدم ہے بعینہ اسی طرح جیسا کہ حضرت رسالت مصطفویہ علیہ وعلیہ الصلوٰت
 والتسلیمات کا حال ہے کیونکہ آپ علیہ الصلوٰة والسلام کا جذب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلوک
 پر مقدم ہے اور اس سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ ہر مجذوب سالک ولایت خاصہ تک پہنچ
 سکتا ہے ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ اگر ان ہزاروں مجذوب سالکوں میں سے کئی صدیوں کے
 بعد ایک شخص بھی ایسا پایا جائے تو اسے غنیمت سمجھنا چاہیے ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ
 مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

بینہ نمبر ۹ یہ امر مستحضر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبعین اور صاحبان

ولایتِ خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات وراثتہ اور تبعیۃ غیر محمدی المشرب
 سالک مجذوبوں کو تصرف فرما کر دائرہ ولایتِ خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت میں داخل فرما
 سکتے ہیں جیسا کہ امام ربانی قدس سرہ نے اپنے صاحبزادہ کلال حضرت خواجہ محمد صادق
 قدس سرہ کو ولایتِ موسوی علی نبینا وعلیہ الصلوٰت والتسلیمات سے کھینچ کر ولایتِ خاصہ
 محمدیہ کے دائرہ میں داخل کر دیا تھا بلکہ

دفتر اول مکتوب ۷۸

مکتوب الیہ

حضرت جباری خان رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

سیراقتی سیرانفسی

حق تعالیٰ بندے کے احوال سے آگاہ ہے

مکتوب - ۷۸

متن چند روز است کہ از سفر دہلی و آگرہ مراجعت
واقع شدہ است و بوطن مالوف آرامی حاصل
گشتہ

ترجمہ: چند دن ہوئے کہ دہلی اور آگرہ کے سفر سے واپسی ہوئی ہے اور
اپنے وطن مالوف میں آرام حاصل ہوا ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ظاہری و مکانی سفر سے سفر
سلوک کی طرف انتقال کو لطیف اشارہ میں بیان فرمایا ہے ہیں حضرت امام ربانی
قدس سرہ کے اس فرمان کی دو تعبیریں ہو سکتی ہیں ایک تعبیر ظاہری اور
دوسری تعبیر باطنی و معنوی

۱۔۔۔ تعبیر ظاہری سفر دہلی و آگرہ سے عبارت ہے

۲۔۔۔۔۔ تعبیر معنوی سیر آفاقی و سیر نفسی سے عبارت ہے

سیر کی دو قسمیں ہیں سیر آفاقی اور سیر نفسی

سیر آفاقی سالک کا اپنے وجود سے باہر عالم مثال اور زمین و آسمان وغیرہا میں انوار و
تجلیات کا مشاہدہ کرنا سیر آفاقی ہے بالفاظ دیگر ماسویٰ کی مجتہدوں، دنیوی لذتوں
کا ترک اور ماسویٰ اللہ کا فراموش ہو جانا سیر آفاقی ہے۔

اپنے نفس کی محبت سے سالک کا آگے گزر جانا، اخلاقِ رذیلیہ کا اخلاقِ سیرِ انفسیٰ حسنہ سے بدل جانا اور اپنے وجود میں انوار و تجلیات اور قدرتِ حق کے نشانات کا مشاہدہ کرنا سیرِ انفسیٰ ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ** سے واضح ہے۔

جاننا چاہیے کہ جذبہ سیرِ انفسیٰ اور سلوک سیرِ آفاقی کے مترادف ہے نیز طریقتِ نقشبندیہ میں جذبہ سلوک سے مقدم ہے حالانکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ معرفتِ آفاق میں تھی اور یہ معرفتِ انفس میں ہوتی ہے۔

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ اجمعین کے نزدیک سوال سیرِ انفسیٰ، سیرِ آفاقی سے مقدم ہے جب کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ سیرِ آفاقی پر مقدم ہے ان متضاد اقوال کی کیا وجہ ہے طریقتِ نقشبندیہ میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اس سے مراد جذبہ ہدایتِ جواب (جذبہ اولیٰ) ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ جذبہ سیرِ انفسیٰ کے مترادف ہے اس سے جذبہ ثانی مراد ہے نہ کہ جذبہ اولیٰ، جذبہ اولیٰ سیرِ آفاقی سے مقدم ہے اور جذبہ ثانی جو سیرِ انفسیٰ کے مترادف ہے سیرِ آفاقی سے مؤخر ہوتا ہے جذبہ اولیٰ عین جذبہ نہیں بلکہ صورتِ جذبہ ہے اس لیے حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ طریقتِ نقشبندیہ میں ابتداء ہی میں سیرِ انفسیٰ کی چاشنی کا ایک نمونہ چکھا دیا جاتا ہے یعنی ابتداء میں جذبہ کا نمونہ (جذبہ ہدایت) دے دیتے ہیں نہ کہ عین جذبہ (جذبہ نہایت) جو سیرِ انفسیٰ کے مترادف ہے اور سیرِ آفاقی سے مؤخر ہے جو سیرِ فی اللہ میں دیتے ہیں نیز اس مکتوب میں بھی صراحت فرمائی گئی ہے کہ طریقتِ نقشبندیہ میں بھی سیرِ آفاقی، سیرِ انفسیٰ کی نسبت مقدم واقع ہوتی ہے اور بعض رسائل میں بھی ایسا ہی ہے تاکہ سالک ممکنات

میں سیر کر کے یعنی عرش تک سیر آفاقی ہے اور اس کے بعد جو سیر عالم ارواح اور اسماء و صفات میں ہوتی ہے وہ سیر فی اللہ اور سیر نفسی ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ بر احوال جزئی و کلی

او مطلع است و حاضر و ناظر

ترجمہ: حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے جزئی اور کلی حالات سے آگاہ اور حاضر

و ناظر ہے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ یہاں اس امر کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ بندے کا خالق اور مالک ہے اور اس کے ہر قسم کے اطوار و حالات سے واقف ہے اور اس کی ناشائستہ حرکات و سکنات کو ملاحظہ بھی فرما رہا ہے اس لیے ایسی عظیم و برتر ہستی کے سامنے قبیح افعال کے ارتکاب اور ناپسندیدہ اعمال سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ کل قیامت کے روز اسے پشیمان اور شرمندہ نہ ہونا پڑے واضح ہے کہ علماء اعلام اور مفسرین کرام کے نزدیک حق تعالیٰ کے لیے بیلئے نمبراً حاضر و ناظر کا استعمال حقیقی اور لغوی اعتبار سے جائز نہیں البتہ تاویلاً اور مجازاً اطلاق جائز ہے لہذا حاضر عظیم اور ناظر بصیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور عظیم اور بصیر حق تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ہیں جیسا کہ آیات کریمہ **وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ** اور **إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ** سے واضح ہے۔

واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا انکار بیہیہ نمبر ۲ جائز نہیں کیونکہ یہ مسئلہ کتاب و سنت اور اہل کشف کے مکشوفات و مشاہدات سے ثابت ہے اہل اسلام کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف قابل افسوس ہے اللہ تعالیٰ اُمت مسلمہ کو حق پر استقامت عطا فرمائے۔

واضح ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لیے جو حاضر و ناظر کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بشریت مطہرہ ہر جگہ اور ہر ایک کے سامنے موجود ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ عالم کا ذرہ ذرہ نبی کریم ﷺ کی روحانیت و نورانیت کی جلوہ گاہ ہے اور روحانیت و نورانیت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کے لیے قُرب اور بُعد مکان یکساں ہے کیونکہ عالم خلق زمان و مکان کی قید سے مقید ہوتا ہے لیکن عالم امران و سیود سے پاک ہے لہذا ایک وقت متعدد مقامات پر رسول اللہ ﷺ کا تشریف فرما ہونا اور ایک ہی وقت میں دور دراز مقامات کثیرہ اور امکان متعددہ میں حضور نبی کریم ﷺ کو اہل اللہ کا دیکھنا اور کھلم کھلا بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونا دلائل کی روشنی میں ایسا واضح امر ہے کہ جس کا انکار کوئی مستدین مسلمان نہیں کر سکتا۔

۱۰ تسکین الخواطر

دفتر اول مکتوب ۷۹

مکتوب الیہ

حضرت جناباری خان رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ اسماء و صفات کے جامع اور منظر ہیں
جامعیت قرآن شریعت محمدیہ کی جامعیت

مکتوب - ۷۹

متن چونکہ مقرر شدہ است کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع جمیع کمالاتِ اسمائی و صفاتی است

و منظر جمیع اینہا بر سبیل اعتدال

ترجمہ: چونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق تعالیٰ کے تمام اسمائی و صفاتی کمالات کے جامع ہیں اور ان سب (اسماء و صفات) کے اعتدال کے طور پر منظر ہیں۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ اسماء و صفات کے کمالات کا جامع و منظر قرار دیا ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ اقدس میں تمام صفاتِ عالیہ اور سافلہ کا ظہور ہوا ایسے کن دیگر انبیائے عظام علیہم السلام ان اوصاف کے جامع نہیں ہیں بقول شاعر :-

حُسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، دیدِ بیاضِ داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دلیل اس مسئلہ میں حضرت ابن عربی قدس سرہ اور حضرت امام ربانی قدس سرہ

کی آراء مختلف ہیں؛

◎ حضرت ابن عربی قدس سرہ کا موقف ہے "جمع محمدی اجمع است از جمع بے

پایانِ الہی جلّ سلطانہ، جمع محمدی بے پایانِ الہی جلّ سلطانہ سے اجمع (زیادہ جامع) ہے۔

لہ دفتر اول مکتوب ۱

یعنی حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واجب اور امکان کے جامع ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ممکنات میں سے ہیں اور صفات واجب تعالیٰ (حیات و علم وغیرہ) بھی ان کی ذات مبارک میں ظاہر ہیں۔ حضرت ابن عربی قدس سرہ نے امکان و وجوب کو جمع کرنے کا نظریہ یوں بیان فرمایا ہے وَصُورُ الْعَالَمِ لَا يُمَكِّنُ زَوَالَ الْحَقِّ عَنْهَا أَصْلًا یعنی عالم کی صورتوں سے حق تعالیٰ کا جدا ہونا ہرگز ممکن نہیں۔
 ◎ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ اسماء و صفات کے کمالات کے جامع و مظہر ہیں۔

حق تعالیٰ کی صفات اپنے کمال تقدس و تنزہ کی وجہ سے صفات ممکنات سے کوئی نسبت نہیں رکھتیں جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں صفات واجب الوجود جل سلطانہ از کمال تقدس و تنزہ بیچ نسبتے بصفات ممکن ندارند وایضاً صفات ممکن حکمیت دارند و جہاد محض اند

لیکن حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت صفات اضافیہ سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک عالم ممکنات سے نہیں ہے بلکہ اس عالم سے فوق ہے یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا چنانچہ آپ رقمطراز ہیں :

بکشف صریح معلوم گشتہ است کہ خلقت آنسور علیہ وعلیٰ الہ الصلوات و التلیات ناشی ازین امکان است کہ بصفات اضافیہ تعلق دارندہ امکانے کہ در سائر ممکنات عالم کائن است و ہرچند بدقت نظر صحیفہ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ می آید وجود آنسور آنجا مشہود نمیکرد و بلکہ منشأ خلقت و امکان او علیہ وعلیٰ الہ الصلوات و السلام وجود صفات اضافیہ و امکان شان محسوس میگردد و چون وجود آنسور علیہ وعلیٰ الہ الصلوات و السلام در عالم

ممکنات نباشد بلکہ فوقِ این عالم باشد ناچار اور اسایہ نمود۔

اسی مکتوب میں ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں :

باید دانست کہ خلقِ محمدی در رنگِ خلقِ سائر افرادِ انسانی نیست بلکہ بخلقِ پہنچ فرسے از افرادِ عالمِ مناسبت ندارد کہ او صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم باوجودِ نشاِ عُنصری از نورِ حقِّ جَلِّ وِعَلَّاءِ مخلوقِ گشتہ است کَمَا قَالَ عَلَیْہِ وَعَلَىٰ اِلَہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ

اللہِ و دیگران را این دولت میسر نشده است

ترجمہ :- جاننا چاہیے کہ خلقِ محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوٰت) دوسرے افرادِ انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ افرادِ عالم میں سے کوئی فرد اُن کی پیدائش سے مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم باوجودِ عُنصری پیدائش کے نورِ حقِّ جَلِّ وِعَلَّاء سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللہِ (میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں) اور دوسروں کو یہ دولت حاصل نہیں ہوئی۔

سردارِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صفتِ العلم اور شانِ العلم کا مظہر ہیں جو دیگر صفات سے فوق تر ہیں چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ رقمطراز ہیں :

پس علم را با ذاتِ عالمِ اتحد سے است و انھما ملائے کہ غیر اور انیست ازینجا قرب احمد با احد باید دریافت چہ واسطہ کہ در میان دارد و آن صفتِ علم است امریست کہ اتحادِ مطلوب دارد پس حجابیت را در ان جا چہ گنجائش و ایضاً علم را حسیست ذاتی کہ غیر اور از صفات این حسن ثابت نیست لہذا بزعم این فقیر محبوب ترین صفات واجبہ نزد حقِّ جَلِّ وِعَلَّاء صفتِ العلم است و چون حسن آن شانہ بے چونی دارد جس در ادراک آن قاصر است اور اکِ تام آن حسن مربوط بنشاِ آخرت است کہ موطنِ رویت است چون خدا را عزوجل بہ سینہ جمالِ محمد را دریا بندہ ہر چند درین نشا و ثلثِ حُسن بحضرتِ یوسف مسلّم شد و ثلثِ باقی

بہمہ تقسیم شد امداران نشا حسن محمدی ست و جمال جمال محمدی ست
 عَلَيَّهِ الصَّلَاةُ وَالتَّحِيَّاتُ کہ محبوب خداوند است جل سلطانہ، چگونہ
 حسن دیکرے را با حسن او مشارکت بود کہ حسن او بواسطہ اتحادیت بمطلوب حسن عین مطلوب
 ست و دیکرے را چون اتحاد نیست آن حسن نیست پس خلقت محمدی عَلَيَّهِ وَ عَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ
 وَ السَّلَامُ با وجود حدوث مستند بقدم ذات گشت تعالیٰ و امرکان او نیز منتہی بوجوب ذات
 شد تعالیٰ و حسن او حسن ذات امد تعالیٰ کہ شائبہ غیر حسن برے کائن نیست چون چنین شد
 ناچار متعلق بہ محبت جمیل مطلق گشت و محبوب او آمد سُبْحَانَہٗ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَمِيْلٌ
 يُحِبُّ الْجَمَالَ لہ

ترجمہ: پس علم کو ذات عالم کے ساتھ ایسا اتحاد اور نیستی ہے جو دوسروں
 کو حاصل نہیں ہے اس جگہ احمد کا احد کے ساتھ قرب دریافت کرنا چاہیے کہ کونسا واسطہ
 ان کے درمیان ہے وہ صفت علم ہے وہ ایک ایسا امر ہے جو مطلوب کے ساتھ اتحاد
 رکھتا ہے لہذا حجاب کو اس جگہ کیا گنجائش ہو سکتی ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ علم کا ایک
 ذاتی حسن ہے کہ دوسری صفات کے لیے یہ حسن ثابت نہیں ہے لہذا اس فقیر کے خیال
 کے مطابق صفات واجبہ میں سے محبوب ترین صفت حق تعالیٰ کے نزدیک صفت العلم
 ہے اور چونکہ اس کا حسن بے چونی کی آمیزش رکھتا ہے لہذا احسن اس کے ادراک سے قاصر
 ہے اس حسن کا کامل ادراک آخرت کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ مقام رؤیت ہے
 جب خدا تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے تو جمال محمدی صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو بھی پالیں
 گے..... اگرچہ اس دنیا میں دو تہائی حسن حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے مسلم ہے باقی غیر
 حصہ تمام میں تقسیم ہوا ہے لیکن عالم آخرت میں حسن صرف حسن محمدی ہے اور جمال بھی صرف
 جمال محمدی عَلَیْہِ الصَّلَاةُ وَالتَّحِيَّاتُ ہے کیونکہ آپ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ محبوب خدا ہیں اور

حسن کو آپ کے حُسن کے ساتھ کس طرح مشارکت ہو سکتی ہے کیونکہ آپ کا حُسن مطلوب کے حُسن کے ساتھ اتحادیت کے واسطے سے عین مطلوب ہے اور چونکہ دوسروں کے لیے یہ اتحاد نہیں ہے اسلئے ایسا حُسن بھی نہیں ہے پس خلقتِ محمدی علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود حاد ہونے کے ذاتِ تعالیٰ کے قدم کے ساتھ مستند ہوئی اور آپ کا اسکان بھی وجوبِ ذاتِ تعالیٰ کے ساتھ منتهی ہوا اور آپ کا حُسن جُسنِ ذاتِ تعالیٰ ہوا کہ اس میں غیر حُسن کی آمیزش نہیں جب ایسا ہو گیا تو لازماً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جمیل مطلق کی محبت سے متعلق ہو گئی اور آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ٹھہرے فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ (بیشک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے)

حضرت امام ربانی قدس سرہ نقل فرماتے ہیں کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسن طبع تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا حُسن صبح تھا جیسا کہ ارشادِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ اخى يُوْسُفُ اصْبَحُ وَاَنَا اَمْلَحُ سے ظاہر ہے۔ حُسن صبح تو ادراک میں آجاتا ہے مگر حُسن طبع اور ادراک میں نہیں آتا حضرت یوسف علیہ السلام کی صباحت نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو شہا بنادیا جب کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ملاحت کی وجہ سے محبوبِ خدا ٹھہرے۔

شیخ الاسلام حضرت شیخ شرف الدین بوسیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے

فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ جَيْبًا بَارِي النِّسَمِ

ترجمہ: سو وہی ہے کہ کمالاتِ باطنی اور ظاہری ان پر ختم ہیں پھر جیبِ بنالیا ہے ان کو خلقت کے پیدا کرنے والے نے۔

واضح ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ محبت ہے جو
 بیس نمبر ۱ محبت کو اپنی ذات کے ساتھ ہوتی ہے اور ایک محبت ہے جو
 غیر تعلق رکھتی ہے پہلی قسم کی محبت ذاتی ہے جو محبت کی اقسام میں سب سے بلند ہے
 کیونکہ کوئی شخص بھی کسی چیز کو اس قدر محبوب نہیں رکھتا جتنا کہ اپنی ذات کو، اور محبت
 کی یہ قسم احکم وادّٰثق ہے جو کسی عارض کے پیش آنے کی وجہ سے زوال پذیر نہیں ہوتی
 نیز اس محبت کا متعلق محبوب صرف ہے جو محبت کا شائبہ نہیں رکھتی بخلاف محبت
 کی دوسری قسم کے کہ وہ عارضی اور زوال پذیر ہے اور اس کا متعلق بھی ایک حیثیت سے
 محبوب ہے لیکن متعدد وجوہ سے محبت بھی رکھتا ہے اور چونکہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم
 الصلوٰت والتسلیمات کا حسن وجمال حضرت ذات تعالیٰ کے حسن وجمال سے مستند ہے
 تو لازمی طور پر پہلی قسم کی محبت جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہے وہ نبی اکرم صلی
 اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہوگی اور ذات بجزانہ کی مانند اس محبت کے تعلق کی وجہ سے نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم بھی محبوب محض ہوئے چونکہ دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہے اور حسن ذات
 سے بہت تھوڑا حصہ رکھتے ہیں لہذا دوسری قسم کی محبت ان سے تعلق رکھتی ہے اور
 ایک وجہ سے ان کو محبوب بناتی ہے پس محبوب مطلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں
 جو کہ محبت کی ذات کی مانند ہمیشہ محبوب ہیں۔

صوفیاء کے نزدیک حقائق اشیاء اعیان ثابتہ ہیں جو اسماء الہی جل سلطانہ
 بیس نمبر ۲ کی صورت علیہ ہیں نہ کہ اسماء الہی اپنی ذات کے ساتھ اور اس عالم کو انہوں نے
 صورت علیہ کا ظہور کہا ہے اگرچہ مجازی طور پر اس کو اسماء کا ظہور بھی کہتے ہیں بلکہ کسی چیز کی
 علمی صورت بھی ان کے نزدیک اس شئی کا عین ہوتی ہے نہ کہ اس شئی کی مثال اور نظیر
 اور وہ جو اس فقیر نے آنسور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلقت کے متعلق کہا ہے وہ اسم الہی
 جل سلطانہ کے نفس (ذات) کا ظہور ہے نہ کہ اس اسم کی صورت علمی کا ظہور کسی چیز کی نفس

شئی اور صورتِ علمیہ کے درمیان بہت بڑا فرق ہے اگر آتش کو اس کی صورتِ علمیہ میں تصور کرتے ہیں تو اس میں وہ روشنی اور چمک کہاں ہے جو اس آتش کے کمال و جمال کا باعث ہے اور صورتِ علمی میں وہ آتش کی مثال اور شبیہہ سے زیادہ اور کچھ موجود نہیں ہے۔
 غیر محمدی المشرب سالکین جو دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے مشرب پر ہوتے ہیں ان کا نہایت عروج مقامِ خفی تک ہوتا ہے جب کہ محمدی المشرب صوفیاء کا نہایت عروج مقامِ انفی تک ہوتا ہے جب عارف ماسوی اللہ کے تعلقات سے رہائی حاصل کر لیتا ہے اور اغیار کے پرے پھاڑ کر آگے گزر جاتا ہے تو وہ کمالاتِ مجہولی کا مظہر بن جاتا ہے۔ بعض عارف کمالاتِ عالیہ کے مظہر ہوتے ہیں اور بعض کمالاتِ سافلہ کے یعنی عارفین انوار و مراتب و مشارب میں یکساں نہیں بلکہ متفاوت ہوتے ہیں۔

یہ امر ذہن نشین ہے کہ عالم کا حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کی مظہریت بلینہ نمبر ۳ و مرآتیت سے مراد یہ ہے کہ وہ اسماء و صفات کی صورتوں کا مظہر اور آئینہ ہے زکہ اسماء و صفات کے آئینے کیونکہ اسم بھی مسمیٰ کی مانند کسی آئینے میں محدود نہیں ہو سکتا اور صفت بھی (اپنے بے مثل) موصوف کی طرح کسی مظہر میں مقید نہیں ہو سکتی ہے۔

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنج

در کلبہ گدایاں سلطان چہ کار دارو

صورت کے تنگ گھر میں معنی کہاں سے آئے

منگئے کی جھونپڑی کیوں بادشاہ جائے

صوفیائے وجودیہ رحمہم اللہ ممکن کو عین واجب اور مخلوق کو ذات کا آئینہ قرار دیتے

بلینہ نمبر ۵ ہیں جب کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک ذات حق اور مخلوق

میں عینیت نہیں، غیرتیت ہے اور مخلوق کے مظہر اور آئینہ ہونے کا مفہوم سوائے دال اور

مدلول کے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہے جیسے تحریر محرر کے وجود پر صنعت صانع کے وجود پر دلالت کرتی ہے ایسے ہی مخلوق خالق کے وجود پر دلیل ہے اس کے علاوہ خالق اور مخلوق میں کوئی مناسبت، مشارکت اور مشابہت نہیں ہے۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

جامعیت قرآن

قرآن کتاب کے بڑے منزل شدہ است خلاصہ

جميع کتب سماوی ست کہ بر سائر انبیاء

عَلَىٰ نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمَاتُ مَنْزِلٌ شَدِيدٌ

ترجمہ: جو کتاب (قرآن مجید) آپ پر نازل ہوئی ہے ان تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے جو تمام انبیاء کے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات پر نازل ہوئی ہیں۔

شرح

زیر نظر سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ قرآن مجید کو جملہ کتب سماویہ کا خلاصہ اور لب لباب قرار دے رہے ہیں کیونکہ تمام آسمانی کتابوں کے علوم و معارف اور ثمرات و مطالب اس میں درج ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ یَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتِبَ قِيمَةٌ لِّعِيَالٍ ہے نیز امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں جن میں کائنات کے تمام علوم و معارف بیان کر دیئے پھر تمام علوم کو چار معروف کتابوں (تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید) میں جمع فرما دیا پھر ان میں سے پہلی تین کتابوں کے جملہ معارف کو قرآن مجید میں جمع کر دیا یوں یہ قرآن مجید ایسی جامع کتاب قرار پائی کہ ابن ابی الفضل المرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جَمَعَ الْقُرْآنُ عُلُومَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ بِحَيْثُ لَمْ يُحِطْ بِهَا عِلْمًا حَقِيقَةً إِلَّا الْمُسْتَكَلِمُ ثُمَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ

یعنی قرآن مجید نے اولین و آخرین کے تمام علوم و معارف کو اپنے اندر اس طرح جمع کر لیا ہے کہ حقیقاً اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ان علوم کا احاطہ آج تک کوئی نہیں کر سکا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے مَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَعَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ فِيهِ خَبْرَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَعْنِي جَوْشَنُ عِلْمٍ حَاصِلٍ كَرْنَا جَاهِتَا هَ اس كے ليے قرآن كا دامن تھا مناسرورى هے كيونكه اس ميں اولين و آخريں كے سائے علوم موجود هيں . اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا آيَاتَهَا

شریعت محمدیہ کی جامعیت

مَنْ وَاَعْمَالِكُمْ بِمَقْتَضَائِهِ اِيْن شَرِيْعَتِ حَقَّةٌ اَسْت
مَنْتَجِبُ اَزْ اَعْمَالِ شَرِيْعَتِ سَابِقَةٍ اَسْت بَلْكَ
اَزْ اَعْمَالِ مَلَائِكَةٍ نِيْرُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسَلَامُهُ

لے الاتقان ۱۲۶ لے ایضاً

کی طرف اشارہ فرمادیتا ہے جو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب فجر کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے (بطور شکرانہ) دو رکعت نماز ادا کی اس طرح نماز فجر کی ابتداء ہوئی اور جب ظہر کے وقت حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذبح مینڈھے کی صورت میں قبول ہوا تو انہوں نے چار رکعات ادا کیں اس طرح نماز ظہر کی ابتداء ہوئی اور جب حضرت عزیر علیہ السلام سو سال کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے تو ان سے کہا گیا کہ لَبِثْتَ (کتنی دیر آپ یہاں پڑے ہے) آپ نے کہا ایک دن لیکن جب آپ نے سورج کو دیکھا تو فرمایا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ تو آپ نے چار رکعات ادا فرمائیں اس طرح نماز عصر کی ابتداء ہوئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی مہضرت بوقت مغرب ہوئی تو آپ چار رکعات ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے لیکن شدتِ گریہ کے باعث تین رکعات پڑھ کر تھک گئے تو اس طرح نماز مغرب تین رکعات قرار پائی اور نماز عشاء سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی (سابقہ امتوں میں نماز عشاء نہ تھی) ۱۷

واضح ہے کہ عبد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جس فرزند ارجمذ کو بیٹنہ نمبر ۶ ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ کون ہیں حضرت اسماعیل یا حضرت اسحاق علیہما السلام ہمارے نزدیک دونوں حضرات قابلِ احترام اور لائقِ تعظیم ہیں اور ہم دونوں پر ایمان رکھتے ہیں لیکن علمی دلائل اور تاریخی شواہد کی روشنی میں جمہور اہل اسلام اور محققین کا موقف یہ ہے کہ ذبح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں مُشتے نمونہ از ضرور سے صرف چند دلائل نذر قارئین ہیں:

◎ قرآن کریم میں ابتلائے مبین میں کامیابی پر ذبحِ عظیم کا مشرودہ سنسنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت و نبوت کی بشار دی گئی جیسا کہ آیہ کریمہ وَبَشِّرْنَا هُ بِاسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۱۷ سے ظاہر ہے جو اس امر کی بین دلیل ہے کہ ذبح حضرت اسماعیل ہی ہیں جن کا اس سے قبل ذکر ہوا۔

۱۷ مرقاة شرح مشکوٰۃ ص ۱۲۴ ۱۸ الصافات ۱۱۴ ۱۹ تفسیر احکام القرآن و تفسیر منطری

◎ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت ہے اَنَا ابْنُ الذَّبِيحَيْنِ (میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں) میں پہلے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے ذبیح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے ہیں جن سے آپ کا شجرہ نسب حاصل ہے لہذا ثابت ہوا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں حضرت اسحاق علیہ السلام نہیں (علاء ابن جوزی نے وفای میں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے)

◎ اسلافِ کرام کے نزدیک حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کا زعم جن روایات سے ہوتا ہے وہ انہوں نے حضرت کعب احبار سے سنی تھیں جو گاہے بگاہے اسرائیلی روایت بھی بیان فرمایا کرتے تھے کعب احبار پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے وہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں اپنی یہودیت کے زمانہ میں بہت سی باتیں اور قصے یہودیوں سے سنا کرتے تھے اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے سامنے بطور حکایت بیان کر دیا کرتے تھے جس سے ان کی غرض یہودیوں کے اقوال اور ان کے من گھڑت قصوں کی تصدیق و توثیق کرنا نہیں ہوتی تھی حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے بطور حکایت بیان کردہ انہیں اقوال اور قصوں کو اسرائیلیات کہا جاتا ہے جنہیں حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم حضرت کعب احبار سے سُن کر آگے بیان کر دیا کرتے تھے یوں وہ واقعات مسلسل نقل ہوتے چلے آئے سننے اور سنانے والے ثقہ ہوتے تھے اس لیے وہ روایات کوایت کے درجہ میں تو صحیح اور ثابت قرار پاتیں مگر فی نفسہ وہ منقولہ اقوال اور واقعات واقع کے مطابق نہ تھے حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کی روایات بھی اسی قبیل سے معلوم ہوتی ہیں جو اسرائیلیات میں سے ہیں اور اسرائیلی روایات مردود بے بنیاد اور ناقابل التفات ہیں

◎ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت اسحاق

علیہ السلام کے فریج ہونیکا قول یہودی تحریفات میں سے ہے کیونکہ یہودی حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اس لیے وہ برہانے تعصب حضرت اسحاق علیہ السلام کے فریج ہونے پر ہی مصر ہیں وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

۱۔ مزید تحقیق کے لیے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر منطری پارہ ۲۲۵ ملاحظہ فرمائیں۔

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت میرزا فتح اللہ حکیم رحمۃ اللہ علیہ

موضوعات

اہل بیت کی طرف تقیہ کی نسبت درست نہیں
جمع و تدوین قرآن . حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اجماعی بیعت
صحابہ کرام نفسانی خواہشات سے پاک تھے
مشاجرات صحابہ کی حقیقت . بغض امیر معاویہ کا دل سے نکالنا

مکتوب - ۸۰

تمن واحتمال تقیہ را در مادہ اسد اللہ راہ داؤن نیز
 از سخافہ عقل است عقل صحیح ہرگز تجویز نمے کند
 کہ اسد اللہ باوجود کمال معرفت و شجاعت بغض خلفاً
 ثلاثہ را سنی سال مبطن دارند و اظہار خلاف آن نہ نمایند
 و صحبت نفاق بایشان دارند از ادنائے اہل اسلام
 این قسم نفاق متصور نیست

ترجمہ: اور تقیہ کے احتمال (شک) کو حضرت اسد اللہ (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے حق میں بیان کرنا بھی عقل کی کمی کی وجہ سے ہے عقل صحیح اس بات کو ہرگز جائز نہیں سمجھتی کہ حضرت اسد اللہ معرفت و شجاعت کے کمال کے باوجود خلفائے ثلاثہ کے بغض کو تیس سال پوشیدہ رکھیں اور اس کے خلاف اظہار نہ کریں اور ان کے ساتھ منافقانہ صحبت رکھیں اس قسم کا نفاق کسی اورئی درجہ کے مسلمان سے بھی تصور نہیں کیا جاسکتا۔

تشریح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ تقیہ کی قباحت و شجاعت بیان کر کے اس امر کی مذمت فرماتے ہیں کہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کی طرف کذب بیانی، تقیہ، دجل فریب اور بغض و نفاق کو منسوب کیا جائے کیونکہ ایک شریف آدمی بھی اس کا تصور نہیں کر سکتا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کینہ و کدورت اور منافقانہ روش جیسی روحانی بیماری اور اخلاقی کمزوری کے مرتکب کیسے ہو سکتے ہیں؟ (العیاذ باللہ سبحانہ)

جیسا کہ روافض کا موقف ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ڈر سے ان کی بیعت کر لی تھی اس لیے بظاہر جملہ امور و احکام میں ان کی ذوات کی تعظیم کرتے رہے مگر باطن ان کو غلط کاروبے دین سمجھتے ہوئے ان کی بیعت کو درست نہیں جانتے تھے اس عقیدہ کو وہ تقیہ سے تعبیر کرتے ہیں اور تمام ائمہ اہل بیت کے حق میں ان کے تقیہ کر لینے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو شخص یہ عقیدہ نہ رکھے اسے بے دین اور بے ایمان سمجھتے ہیں۔

جب کہ شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا درج ذیل ارشاد اس عقیدہ

کی تغلیط و تردید کرتا ہے۔

إِنِّي وَاللَّهِ لَوْلَقِيَّتُهُمْ وَاحِدًا وَهُمْ طَلَاعُ الْأَرْضِ كُلِّهَا مَا بَالَيْتُ
وَلَا اسْتَوْحِشْتُ وَإِنِّي مِنْ ضَلَالِهِمُ الَّذِي هُمْ فِيهِ وَالْهُدَى
الَّذِي أَنَا عَلَيْهِ لَمَلَى بِصَيْرَةٍ مِّنْ نَّفْسِي وَيَقِينٍ مِّنْ رَبِّي وَإِنِّي
إِلَى لِقَاءِ اللَّهِ وَحُسْنِ ثَوَابِهِ لَمُنْتَظِرٌ رَّاجٍ

ترجمہ: یعنی خدا کی قسم اگر میں تنہا میدان کارزار میں ان (کفار) کا سامنا کروں تو مجھے ذرہ بھر بھی وحشت ہوگی نہ گھبراہٹ، اور مجھے قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہوگی اگرچہ وہ (کفار) تمام روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہوں۔ مجھے ان کی گمراہی و بے راہ روی اور اپنی ہدایت و صداقت پر بصیرت اور اپنے رب کی طرف سے یقین کامل حاصل

سہے اور بیشک میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کے اچھے اجر و ثواب کا منتظر اور امیدوار ہوں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ فرمان سے واضح ہوا کہ اس قدر جرأت و شجاعت اور آگہی و معرفت کے ہوتے ہوئے آپ کیونکر کذب اور تقیہ اختیار فرما سکتے ہیں بلکہ خلفائے ثلاثہ کے ادوارِ خلافت میں آپ اعلیٰ مناصب پر فائز رہے اور مجلس مشاورت کے بنیادی ارکان میں سے تھے اور آپ کے مشوروں کو ہمیشہ ترجیح و اہمیت دی جاتی تھی جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان لَوْلَا عَلِيٌّ لَهْلَكَ عُمَرُ سے واضح ہے۔

◎ اسی طرح پیکرِ تسلیم و رضا، شہزادہ گلگلوں قبا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بھی تقیہ کی نسبت درست نہیں اگر آپ تقیہ کے قائل ہوتے تو میدانِ کرب و بلا میں اپنے جان نثار رفقاء سمیت جامِ شہادت نوش نہ فرماتے، آپ نے رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل فرمایا اور یزید جیسے فاسق و فاجر حکمران کی بیعت نہ کی بلکہ جرأت و استقامت کا کوہِ گراں بن کر اس کا مقابلہ کیا۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا یہ

سرداد نداو دست در دست یزید

حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

مَنْ هَمَّ بِحَنِیْ قُرْآنٍ رَا از ہر واحدی آیۃً فَمَا

فَوْقَهَا كَرَفْتَهُ جَمْعٌ سَاخْتَانِد

۱۔ جیسا کہ شیوخ حضرات کی معتبر کتب، کتاب الرالی للشیخ ابو جعفر الطوسی ۱۶۹، ۱۶۷ اور علل الشرائع للشیخ الصدوق ص ۱۴۱ باب ۱۳۴ پر موجود ہے۔ ۲۔ فصل الخطاب

ترجمہ: اسی طرح ہر ایک (صحابی) سے قرآن مجید کی ایک ایک آیت یا زیادہ آیتیں لے کر جمع کیا گیا ہے۔

شرح

مذکورہ جملے میں حضرت امام ربانی قدس سرہ قرآن کریم کی جمع و تالیف اور اس کے تواتر کو بیان فرماتے ہیں جس پر پوری ملت اسلامیہ اور امت محمدیہ (علیٰ علیہا الصلوٰت) کو یقین کامل ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہر ایک صحابی سے ایک ایک یا دو دو آیتیں لے کر قرآن کو جمع کیا گیا تو یہ متواتر کس طرح ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک ایک یا دو دو آیات بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یاد تھیں جو دیگر صحابہ کرام کو مستحضر نہ تھیں لیکن جس وقت یہ آیات کریمہ صحابہ کرام کے مجمع میں تلاوت کی گئیں تو ان صحابہ کرام کو بھی وہ آیات بنات یاد آگئیں انہوں نے بھی ان آیات کریمہ کی توثیق و تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ یہ آیات ہمیں مستحضر نہ تھیں لیکن ہم نے ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی سنا ہے۔ یوں صحابہ کرام کا آیات کریمہ کی قرآنیت پر متفق ہو جانا معنوی تواتر ہے جو علمائے محققین کے نزدیک قابل قبول اور لائق اعتبار ہے۔

جمع و تدوین قرآن

قرآن گویم کہ قرآن جمع حضرت عثمان است بلکہ

جامع فی الحقیقۃ حضرت صدیق و حضرت فاروق اند

ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن مجید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع کیا ہوا

ہے بلکہ درحقیقت قرآن کے جامع حضرت صدیق و حضرت فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ جامعین قرآن کا تذکرہ فرما رہے ہیں
درحقیقت قرآن کریم کی موجودہ ترتیب سے حق تعالیٰ نے خود اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو آگاہ و واقف فرمادیا تھا اس لیے قرآن مجید کی ترتیب توقیفی ہے جو منجانب اللہ ہے
اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذاتی رائے یا کسی دوسرے فرد کی رائے یا قیاس
و اجتہاد کو کوئی دخل نہیں، اور اس امر پر پوری امت کا اجماع ہے۔
جمع قرآن کا سلسلہ تین ادوار پر مشتمل ہے۔

پہلا دور عہد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰت)

دوسرا دور عہد صدیقی

تیسرا دور عہد عثمانی

حق تعالیٰ نے قرآن مجید کو یہ اعزاز و امتیاز بخشا ہے
جمع قرآن عہد نبوی میں کہ اس کی حفاظت و صیانت کا ذمہ خود اٹھایا ہے
جیسا کہ آیہ کریمہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَآلِهَ لِحَافِظُوْنَ سے ثابت ہے اس
کے بعد حق تعالیٰ نے حفاظت قرآن کے لیے اہل علم (حفاظ کرام) کا انتخاب فرما کر
ان کے سینوں کے ذریعے اسے محفوظ کر دیا جیسا کہ آیہ کریمہ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ
فِي صُورِ الذِّكْرِ اَوْ تَوَالِ الْعِلْمِ اور حدیث قدسی وَاَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا
لَا يَفْسِلُهُ الْمَاءُ سے عیاں ہے البتہ اگر قرآن محض سفینوں (کتابوں) میں ہوتا تو اس
کے گردش دوراں کی وجہ سے ضائع ہونے کا خطرہ تھا۔

اہل عرب دنیا بھر میں حیرت انگیز قوتِ حافظہ کے مالک تھے ایک ایک

ادبی کو ہزار ہا اشعار و ابیات، خاندانوں کے شجرے اور اپنے گھوڑوں کے زینے تک یاد ہوتے تھے نیز نشر و اشاعت کے وسائل و ذرائع کیاب ہونے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ حیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حفظِ قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور حفظِ قرآن کی یہ نعمتِ عظمیٰ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کی خصوصیات سے ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ سے واضح ہے یہاں تک کہ حفاظ صحابہ کرام کی تعداد دس ہزار تھی جن میں خلفاء اربعہ، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے علاوہ امہات المؤمنین و دیگر صحابیات کے اسماء گرامی بھی کتابوں میں مذکور ہیں۔

کتابتِ قرآن

حفاظتِ قرآن کا اصل ذریعہ تو اگرچہ حافظہ ہی تھا تاہم اس کے ساتھ ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگرانی میں قرآن کی کتابت کا بھی خاص اہتمام فرما رکھا تھا چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی آیات کو پتھر کی سبوں، چمڑے کے پارچوں، بانس کے ٹکڑوں، کھجور کی شاخوں، جانوروں کی ہڈیوں اور کاغذ کے ٹکڑوں پر لکھ کر محفوظ کر لیتے تھے جیسا کہ روایت حضرت زید بن ثابت کُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُؤَلِّفُ الْقُرْآنَ فِي الرِّقَاعِ وَالْأَكْتَابِ اور روایت ابن عباس رضی اللہ عنہمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةٌ دَعَا بَعْضًا مَن يَكْتُبُ فَقَالَ ضَعُوا هَذِهِ السُّورَةَ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُذَكِّرُ فِيهِ كَذَا وَكَذَا سے ظاہر ہوتا ہے۔

چالیس سے زائد نفوس پر مشتمل صحابہ کرام جمع و کتابتِ قرآن کی خدمت میں مصروف و مامور تھے جنہیں کاتبینِ وحی کہا جاتا ہے۔
علاوہ ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مسجد نبوی میں ایک

صندوق رکھو دیا تھا جس میں قرآن مجید کا ہر نیا نازل شدہ حصہ لکھوا کر رکھ دیا جاتا تھا حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک قرآن مجید کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو تحریری شکل میں مسلمانوں کے پاس موجود نہ ہو اس طرح عہد رسالت (علیٰ صاحبہا الصلوٰت) میں قرآن مجید کا ایک مکمل نسخہ تو وہ تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگرانی میں مرتب کروایا تھا تاہم وہ کتابی شکل میں نہ تھا اس کے علاوہ بعض صحابہ کرام نے بھی قرآن مجید کے لکھے ہوئے صحیفے اپنے پاس محفوظ کر رکھے تھے جو ان کا تبیین و جامعین کے نام سے کتابوں میں مذکور ہیں۔

حضور انور علیہ السلام کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت

جمع قرآن عہد صدیقی میں میں میلہ کذاب کے ساتھ معرکہ آرائی میں بارہ سو کے قریب صحابہ کرام شہید ہوئے جن میں سات سو حفاظ قرآن اور ستر قاری تھے جن کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے براہ راست سن کر لکھے ہوئے قرآن مجید کے تحریری اجزاء بھی تھے جن کا کھوجانا ایک ناقابل تلافی نقصان تھا۔ حفاظ صحابہ کرام کی شہادت کی وجہ سے قرآن کے ضائع ہو جانے کے خدشہ کے پیش نظر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کتابی شکل میں قرآن مجید مرتب کرنے کا مشورہ دیا پہلے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے عمل رسالت سے عدم موافقت کی بنا پر انکار کر دیا جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ھُوَ وَاللّٰہِ خَیْرٌ کہہ کر اس اہم کام کے کرنے پر اصرار فرمایا۔ چنانچہ قدسے تامل پر شرح صدر ہو جانے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رضامند ہو گئے۔

کتابت قرآن حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کاتب وحی حضرت زید بن

ثابت رضی اللہ عنہ کو کتابت قرآن کی اہم خدمت پر مامور فرمایا جو اپنی جگہ سچا پڑھانے سے بھی زیادہ مشکل کام تھا جیسا کہ **فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ اَثْقَلًا عَلَيَّ مِمَّا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ** **مِن جَمْعِ الْقُرْاٰنِ** سے واضح ہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے قرآنی آیات کو خرمائی شاخوں سنی تختیوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جمع کیا آپ نے دوران کتابت خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اہتمام سے لکھوانے کے تمام مسودات کو پیش نظر رکھا اور پوری احتیاط کے ساتھ ایک مستند نسخہ تیار کر لیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اس نسخہ کا نام "مصحف" تجویز فرمایا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جمع قرآن کا یہ عدیم المثال کارنامہ امت مسلمہ پر عظیم احسان ہے جس کی تاریخ عالم میں مثال نہیں ملتی۔ اس لیے امت میں سب سے زیادہ اجر و ثواب کے مستحق اور پہلے جامع قرآن آپ ہیں۔ جیسا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے **اَعْظَمُ النَّاسِ فِي الْمَصَاحِفِ اَجْرًا اَبُو بَكْرٍ رَحْمَةً اللّٰهِ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ هُوَ اَوَّلُ مَنْ جَمَعَ كِتَابَ اللّٰهِ** کتاب اللہ کا یہ نسخہ عمر بھر حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا آپ کے وصال کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں آیا ان کے بعد یہ نسخہ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا گیا۔

حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ترتیب کتابت میں احتیاطی تدابیر فرمان کے بعد کتابت قرآن کے سلسلہ میں حضرت زید نے نہایت دستیق اور محتاط ترین طریقہ کار اختیار فرمایا تھا جب کوئی شخص قرآن مجید کی کبھی ہوئی آیات لے کر آتا تو وہ مندرجہ ذیل چار طریقوں سے اس کی تصدیق و تحقیق فرماتے تھے۔

۱۔ بخاری ص ۲۵۲، ۲۔ کنز العمال

◉ خود حافظ قرآن تھے اس لیے سب سے پہلے اپنے حافظے اور یادداشت سے اس کی توثیق فرماتے

◉ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حافظ قرآن تھے وہ بھی اپنے حافظے اور یادداشت سے اس کی توثیق فرماتے۔

◉ تحریر شدہ آیات اس وقت تک قابل قبول نہ ہوتی تھیں جب تک دو عادل اور صادق گواہ اس بات کی گواہی نہ دے دیتے کہ یہ آیات واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھیں۔ جیسا کہ روایت فقَالَ (أَبُو بَكْرٍ) لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَلِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أُقْعِدَا عَلَيَّ بَابَ الْمَسْجِدِ فَمَنْ جَاءَ بِشَاهِدَيْنِ عَلَيَّ شَيْءٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَآكُتِبَاهُ لِي مِنْ ثَابِتٍ۔

حضرت لیث بن سعد سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن کے سب سے پہلے جامع ہیں اور حضرت زید بن ثابت کا تب ہیں جو دو عادل گواہوں کے بغیر کچھ نہ لکھتے تھے ہاں سورۃ برأت کا آخری حصہ (دو آیتیں) حضرت ابوزریمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس ملا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے لکھنے کا حکم دے دیا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گواہی دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دی تھی۔ جیسا کہ روایت اِنْ اُخِرَ سُورَةٌ بَرَاءَةٌ لَكُمْ تَوَجَدُوا الْاِمَامَ اَبِي خُرَيْمَةَ بِنِ ثَابِتٍ فَقَالَ اَكْتُبُوهَا فَاِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ شَهَادَتَهُ حَتَّى بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ لِي مِنْ ثَابِتٍ۔

◉ لکھی ہوئی آیات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسودات کے ساتھ موازنہ و مقابلہ کیا جاتا۔ امام ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اس کا مقصد احتیاط کے علاوہ یہ بھی تھا کہ حافظہ پر اکتفا کرنے کی بجائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھے گئے مسودات

پر اعتماد کیا جائے۔

اس نسخہ کی درج ذیل خصوصیات تھیں۔
خصوصیات مصحف ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ۱۔ اس نسخہ میں آیات قرآنیہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق مرتب کی گئی تھیں لیکن سورتیں مرتب نہ تھیں بلکہ ہر سورت علیحدہ علیحدہ لکھی ہوئی تھی۔

۲۔ یہ نسخہ سات قراءتوں پر جمع کیا گیا جیسا کہ ارشاد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰت) **أَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ** سے سات قراءتیں ثابت ہیں۔
 ۳۔ یہ نسخہ خط حیرمی میں تحریر کیا گیا۔

۴۔ اس نسخہ میں صرف وہی آیات لکھی گئی تھیں جو غیر منسوخ التلاوت تھیں۔
 ۵۔ اس نسخہ کی تحریر و تسوید کا واضح مقصد یہ تھا کہ ایک ایسا مستند، معتد اور قطعی الیقین نسخہ مرتب ہو جائے جس پر تمام امت کی اجماعی تصدیق اور اجماعی توثیق ہو تاکہ امت کسی قسم کے فتنے میں مبتلا نہ ہو اور بوقت ضرورت اس نسخہ کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

جمع قرآن عثمانی میں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے

تدوین ثالث کے اسباب و محرکات زمانہ خلافت میں اسلامی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔ آبادی میں کافی اضافہ ہوا تھا اور مسلمان دور دور تک مختلف شہروں اور علاقوں میں پھیل چکے تھے۔ اب غیر عرب اقوام بھی رشتہ اسلام میں منسلک ہو گئیں تھیں۔ مختلف قوموں سے اختلاط کے باعث ایک نئی ثقافت

۱۔ البیان فی علوم القرآن ۲۔ الاتقان ۳۔ مشکوٰۃ ۴۔ منہل العرفان ۵۔ تاریخ القرآن

نے جنم لیا تھا۔ لہذا سابقہ ادوار کی نسبت اس دور میں درس و تدریس قرآن کی زیادہ ضرورت پیش آرہی تھی۔ اسلامی حکومت کے ہر صوبے کے لوگ علیحدہ علیحدہ کسی مشہور صحابی کی قرأت کے مطابق قرآن پڑھنے لگے۔ عرب میں قرأت (بولیوں) کے اختلاف کے لحاظ سے سات بڑے گروہ تھے اس لیے ہر قبیلہ کو اپنی قرأت کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت تھی کیونکہ اختلاف قرأت سے معانی میں کوئی بنیادی فرق نہیں آتا تھا۔ شام کے رہنے والے حضرت ابی بن کعب کی قرأت کے مطابق تلاوت کرتے، کوفہ کے مسلمان حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت پر عمل کرتے، باقی مسلمان حضرت ابو موسیٰ اشعری کی قرأت کے مطابق قرآن کی تلاوت کرتے چونکہ ان تینوں اصحاب کی قرأت کے طریقے مختلف تھے لہذا اس چیز نے قرأت قرآن کے بارے میں ایک عجیب اور نئی صورت حال کو جنم دیا۔ عرب میں اختلاف قرأت کی وجہ سے نو مسلم قوموں میں بھی اس کا اثر رونما ہوا۔ اس فرق میں بنیادی لحاظ سے کوئی قباحت نہ تھی لیکن سیدھے سادھے عوام بعض چھوٹے چھوٹے اختلافات کو بھی بنیادی سمجھ کر اڑ جاتے۔ بعض دفعہ یہ اختلاف اساتذہ تک پہنچ جاتا اور وہ بھی ایک دوسرے کی قرأت کو غلط قرار دے دیتے، کبھی کبھار شدید تکرار کی وجہ سے سر پھٹول تک نہایت آجاتی۔ لوگوں کے ذہنوں میں قرآن پاک کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہوئے تھے اور ممکن تھا کہ اس فتنہ کی وجہ سے جنگ شروع ہو جاتی اور خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔

چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ،
 حضرت عثمان غنی کا یہ حکم کارنامہ آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد کرنے
 کے بعد واپس لوٹے تو گھر جانے سے پہلے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
 پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

”يَا أَيُّهَا الْمُؤْمِنِينَ ادْرِكُوا النَّاسَ“ اے امیر المؤمنین لوگوں کو تھامیے۔

فرمایا کیا بات ہے؟ کہا میں آرمینیا کی لڑائی میں شریک تھا وہاں میں نے دیکھا کہ شام اور عراق والے قرأت قرآن پر باہمی اختلافات کا شکار ہیں اور ایک دوسرے کی تکذیب و تکفیر کرتے ہیں یہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کو خود بھی اس خطرے کا احساس ہو چکا تھا کیونکہ مدینہ طیبہ میں بھی ایسے واقعات پیش آ رہے تھے چنانچہ آپ نے اکابر اور ممتاز اہل بصیرت صحابہ کرام کا اجلاس بلا کر خطبہ دیا اور صورت حال کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا۔ پوری مجلس نے متفقہ طور پر فیصلہ دیا کہ پوری امت کو ایک مصحف اور ایک لغت پر جمع کر دیا جائے اور مصحف صدیقی کی روشنی میں تمام صحابہ مل کر ایک ایسا نیا نسخہ مرتب و تدوین کریں جو اختلاف قرأت کے اثرات سے محفوظ ہو، اس کے علاوہ باقی تمام نسخے ختم کر دینے جائیں تاکہ انتشار کے امکانات ختم ہو جائیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے کو نافذ کرنے

تدوین ثالث کے لیے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے کا جو صحیفہ آپ کے پاس موجود ہے وہ ہمیں بھجوایا جائے ہم اس کو مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔ ام المؤمنین نے فوراً وہ صحیفہ بھیج دیا۔ حضرت عثمان نے زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ، کو نقل قرآن کی خدمت پر مامور فرما کر چند دیگر صحابہ کو بھی ان کی امداد کے لیے مقرر کر دیا۔

ان حضرات نے تدوین ثالث کے سلسلے

مصحف عثمانی کی خصوصیات میں مندرجہ ذیل امور سرانجام دیئے۔

۱۔ تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ ایک ہی مصحف میں لکھا گیا۔

۲۔ آیات قرآن کے رسم الخط میں تمام متواتر قراتیں سمودی گئیں، اسی لیے آیات پر نقطے اور حرکات نہ لگائے گئے تاکہ قرآن تمام متواتر قراتوں کے مطابق پڑھا جا سکے مثلاً "نَشُدُّهَا" لکھا تاکہ اسے "نَشُدُّهَا" اور "نُنَشِدُّهَا" دونوں طرح پڑھا جا سکے کیونکہ دونوں قراتیں درست ہیں۔

۳۔ مشہور یہ ہے کہ عالم اسلام میں بھیجنے کے لیے پانچ مصاحف تیار کرائے گئے تھے لیکن ابن ابی داؤد نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو حاتم سجستانی سے سنا ہے کہ کل سات نسخے لکھے گئے تھے جن میں سے ایک نسخہ مکہ مکرمہ، ایک نسخہ شام اور ایک یمن، ایک بصرہ، ایک بحرین اور ایک کوفہ بھیج دیا گیا اور ایک نسخہ مدینہ طیبہ میں محفوظ رکھ لیا گیا۔

۴۔ مزید احتیاط کے پیش نظر وہی طریقہ کار اختیار کیا گیا جو حضرت ابو بکر صدیق کے زمانے میں اختیار کیا گیا تھا چنانچہ وہ متفرق تحریریں اور مختلف مسودات جو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کے پاس محفوظ تھے انہیں دوبارہ طلب کیا گیا۔ ہر آیت کے لیے دو شاہد بھی طلب کیے گئے حسب ضرورت حفاظ اور قراء سے بھی رجوع کیا گیا۔ اسی طرح مزید اطمینان اور تنقیح کے لیے تمام ذرائع تحقیق، عمل میں لانے کے بعد یہ نئے نسخے مرتب کیے گئے۔

۵۔ صرف ان آیات پر اعتبار کیا گیا جو تواتر کے ساتھ ثابت تھیں۔

۶۔ منسوخ التلاوت آیات کو شامل نہ کیا گیا۔

۷۔ بعض صحابہ کے خصوصی مصاحف میں آیات کے ساتھ جو الگ تشریحات لکھی ہوئی تھیں انہیں نئے نسخوں میں شامل نہ کیا گیا۔

سوال: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیگر قبائل کی لغات میں تلاوت قرآن کو کس بنا پر منسوخ قرار دیا اور صرف لغت قریش کو ہی قرأت قرآن کے لیے کیوں مخصوص و منتخب فرمایا؟

جواب: حضرت جبریل امین علیہ السلام ہر سال ماہ رمضان میں بارگاہ رسالت مآب صلی صابہا الصلوات میں حاضر ہوتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نازل شدہ قرآن کا دور کرتے آپ کی حیات طیبہ کے آخری رمضان میں دو دفعہ قرآن مجید کا دور ہوا جیسا کہ ارشاد نبوی (علی صابہا الصلوات) اِنَّ جِبْرِیْلَ یُعَارِضُنِی الْقُرْآنَ کُلَّ سَنَةٍ مَدَّةً وَاِنَّهُ عَارِضُنِی الْعَامَ مَرَّتَیْنِ۔ سے عیاں ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا دور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبائلی زبان لغت قریش میں ہوتا تھا۔

◎ نیز چونکہ قرآن مجید لغت قریش میں ہی نازل ہوا جس کی تائید ارشاد عثمان (رضی اللہ عنہ) فَاکْتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَیْشٍ فَاِذَا نَزَلَ بِلِسَانِہُمْ (اسے لغت قریش میں لکھو کیونکہ یہ (قرآن) ان (قریش) کی زبان میں ہی نازل ہوا ہے) سے ہوتی ہے۔

◎ ایک روایت میں اس کی یوں تصریح فرمائی گئی ہے:

كَانَ قِرَاءَةُ اَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ وَاِحَدَةً وَهِيَ الَّتِي قَرَأَهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جِبْرِیْلَ مَرَّتَیْنِ فِی الْعَامِ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْہِ وَكَانَ زَيْدٌ شَہِدَ الْعَرِضَةَ الْاٰخِرَةَ وَكَانَ یُقْرِئُ النَّاسَ بِہَا حَتّٰی مَاتَ وَلِذٰلِكَ اِعْتَدَ الصِّدِّیْقُ فِی جَمْعِہِ وَوَلَاہُ عُثْمَانُ كِتَابَةَ الْمَصَاحِفِ

یعنی حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، زید بن ثابت، مہاجرین اور انصار (رضی اللہ عنہم) اجمعین کی قرأت ایک ہی تھی اور یہ وہی قرأت تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے سال وصال میں حضرت جبریل (علیہ السلام) کے سامنے دوبار پڑھی اور حضرت زید قرآن کے دورہ اخیرہ میں حاضر تھے اور لوگوں کو اپنی وفات تک وہی قرأت کرتے تھے اسی لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی تدوین میں ان پر اعتماد فرمایا اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے کاتبین مصحف کا سربراہ ان کو ہی بنایا۔

چونکہ قرآن کریم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبائلی زبان لغت قریش میں ہی نازل ہوا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل امین علیہ السلام نے اسی لغت قریش میں ہی سال وصال میں دو دفعہ قرآن مجید کا دور فرمایا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جبریل امین علیہ السلام لغت قریش کی ہی تاکید، تلقین اور تائید کر رہے تھے جس (لغت قریش) کی خلفائے ثلاثہ، کاتب قرآن حضرت زید بن ثابت اور مہاجر و انصار صحابہ کرام غمی اللہ عنہم نے قرأت قرآن، تدریس و تدوین قرآن میں ترویج و اشاعت فرمائی یوں کجہ تعالیٰ قرآن مجید جوں کاتوں بغیر کسی تحریف و تغیر اور ادنیٰ رد و بدل کے اب تک ہمارے پاس موجود و محفوظ ہے اور قیامت تک موجود رہے گا۔

یہ اسر بھی ذہن نشین رہے کہ لغات سبعہ کا اختلاف معنوی نہ تھا بلکہ یہ اختلاف لفظی اور معمولی نوعیت کا تھا جو ان کی تفہیم کے لیے نازل ہوا تھا۔

مثلاً قریش حقی کہتے اور بنی ہذیل اور بنی ثقیف اس کا تلفظ آئی کیا کرتے تھے بنی اسد مضارع میں حروف اتین کو مکسور پڑھتے تھے جیسے تَعْلَمُونَ اور لغت قریش میں حروف اتین مفتوح پڑھے جاتے ہیں جیسے تَعْلَمُونَ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت

تدوین قرآن کا مقصد میں تدوین قرآن کا مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید کے منتشر

اجزاء کو کھجور کے پتوں، پتھر کی تختیوں، چمڑے کے پارچوں اور ہڈیوں سے نقل کر کے

کتابی شکل میں مقید کر دیا جائے تاکہ آئندہ کے لیے کلام اللہ کے کسی حصہ کے ضائع

ہونے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔

جب کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تدوین قرآن کا مقصد امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰت) کو ایک نسخہ پر متفق کرنا اور قرأتِ قریش پر متحد کرنا تھا تاکہ اختلافِ قرأت کی بنا پر پیدا ہونے والا فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اجماعی بیعت

مُن و مقرر است کہ در روزِ رحلتِ آن حضرت سی و دو ہزار اصحاب آن سرور حاضر بودند و بطوع و رغبت بحضرت صدیق بیعت کردند این ہمہ اصحاب پیغمبر را بر ضلالت جمع شدن از جمله محالات است

ترجمہ: اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رحلت کے روز آپ کے ۲۲ ہزار صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) موجود تھے اور انہوں نے رضا و رغبت سے حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) کی بیعت کی ان تمام اصحاب پیغمبر (رضی اللہ عنہم) کا گمراہی پر جمع ہونا محالات میں سے ہے۔

شکر

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ خلیفہ اول بلا فصل حضرت سیدنا صدیق اکبر

۱۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو مقالات ابوالعبان مصنفہ حضرت شارح علیہ الرحمۃ

رضی اللہ عنہ کی خلافت و نیابت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کا تذکرہ فرماتا ہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے روز ہی صحابہ کرام کی کثیر جماعت نے برضا و رغبت ان کی عظمت و منزلت کے پیش نظر ان کو خلیفہ تسلیم کر کے ان کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا اور اتنی بڑی کثرت کا ضلالت و گمراہی پر جمع ہونا ناممکن اور محال ہے جیسا کہ ارشاد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ) لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ لَعَنَ عِيَالُہ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے خلیفہ رسول حضرت سیدنا بیٹہ نمبر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت میں ابتداءً توقف اس لیے ہوا تھا کہ اس مشورہ میں انہیں شامل نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد مَا غَضَبْنَا إِلَّا لِنَأْخِرْنَا عَنِ الْمَشُورَةِ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَيْرٌ مِنَّا سے عیاں ہے انہیں مشورہ میں نہ بلانا بھی کسی مصلحت پر مبنی ہو گا مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے موقع پر اہل بیت نبوت کی تسلی کے لیے ان کے پاس موجود ہونا وغیرہا۔

صحابہ کرام نفسانی خواہشات پاک تھے

مَنْ نَفْسٍ شَرِيفَةٍ اِيشَانِ تَزْكِيَةٍ يَافِتَةٍ بُوْدُنِدٍ وَاَز

اِمَارَگِی باطیمان رَسِيدِہ

ترجمہ: ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) کے پاکیزہ نفس تزکیہ حاصل کر چکے تھے اور امارگی سے نکل کر اطمینان کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔

شکر

حضرت امام ربانی قدس سرہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نفسانی خواہشات اور بشری کدورات سے پاک ہونے کا تذکرہ فرماتا ہے ہیں کیونکہ وہ نفس کی شرارتوں اور شیطانی خباثتوں سے محفوظ ہو گئے تھے اور ان کا تزکیہ نفس ہو چکا تھا۔
تزکیہ نفس چند چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔

- ۱۔ کسی صاحب تزکیہ نفس کی صحبت اختیار کرنے سے
- ۲۔ احکام شرعیہ اور سنت نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰات) کے بجالانے سے
- ۳۔ محض عنایت الہی سے جیسا کہ بعض مجذوب و محبوب مقام مشاہدہ پر فائز ہوتے ہیں۔

جوگیوں اور برہمنوں کے چلے اور ریاضتیں تصفیہ نفس کا باعث تو ہوتے ہیں مگر ان سے تزکیہ نفس نہیں ہوتا کیونکہ یہ گمراہ طائفہ دولت ایمان سے محروم ہے اور ان کی ریاضتیں اور چلے غیر شرعی ہوتے ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ تصفیہ نفس اس سونے کی مانند ہے جیسے سنہری غلاف میں نجاست بھردی جائے جب کہ تزکیہ نفس سے نفس کی تطہیر ہوتی ہے جیسے عمل کیمیا کے ذریعے مس خام کو خالص سونا بنایا جاتا ہے۔

تصفیہ نفس کشفاتِ کونیہ کا سبب تو ہوتا ہے لیکن سالک کشفاتِ الہیہ بلینہ نمبر ۳ و قدسیہ سے بہرہ ور نہیں ہوتا جب کہ تزکیہ نفس مکشفاتِ قدسیہ اور امور اخرویہ کا باعث ہوتا ہے۔

مشاجرات صحابہ کے متعلق حضرت امام ربانی کا موقف

من آن اختلاف مبہنی براجتہاد بود و اعلائے حق پس
مُحطی ایشان نیز درجہ واحدہ دارد عند اللہ و مُصیب
را خود دو درجہ است پس زبان را از جفائے ایشان
باز باید داشت و ہمہ را بہ نیکی یاد باید کرد

ترجمہ: وہ اختلاف اجتہاد پر مبہنی اور اعلائے حق کے لیے تھے پس ان میں
سے (اجتہادی) خطا کرنے والا بھی عند اللہ ایک درجہ رکھتا ہے اور صحیح اجتہاد کرنے
والے کو دو درجے (دوہرہ ثواب) حاصل ہوتے ہیں پس زبان کو ان کی شان میں گستاخی
سے روکنا چاہیے اور تمام کو نیکی سے یاد کرنا چاہیے۔

تشریح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے
باہمی اختلافات اور محاربات کے متعلق اہلسنت و جماعت کا موقف بیان فرما رہے
ہیں کہ ان کے تنازعات کو ہوا و تعصب سے دور جانا چاہیے اور ان کے مشاجرات
کو نیک وجہ پر محمول کر کے تاویل و اجتہاد پر مبہنی قرار دینا چاہیے اور مُحطی حضرات کی
خطا کو خطائے اجتہادی جان کر ان پر ایک درجہ ثواب کا امیدوار سمجھنا چاہیے جیسا کہ
ارشاد نبوی (علی صابہا السلوت) اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ وَاصَابَ
فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ وَأَخْطَا، فَلَهُ أَجْرٌ

وَاجِدُ سے واضح ہے ان کی شان میں خطا کے علاوہ کوئی اور لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے اور مخطی کو مصیب کی مانند ملامت سے دور جانا چاہیے کیونکہ وہ موخذہ سے محفوظ ہے ان کی شان میں (ریدہ دہنی سے مجتنب اور خاموش رہنا چاہیے جیسا کہ ارشاد انبویہ (علی صاجہا الصلوات) اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم غرضاً، ایاکم وما شجرت بین اصحابی اور اذا ذکر اصحابی فامسکوا سے عیاں۔ بلکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک خطائے مجتہد عند اللہ داخل ہدایت ہے بالخصوص صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی ذوات جو نجوم ہدایت ہیں چنانچہ آپ رقمطراز ہیں: یا آنکہ گویم خطائے مجتہد ہم نزد خدائے تعالیٰ داخل ہدایت است کما نقل رزین عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... فهو عندی علی ہدی..... ثم قال اصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم

بیانات

◎ بفوائے آیات کریمہ فاعتبروا یا اولی الابصار اور وشاورہم فی الامر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو احکام اجتہادیہ اور امور عقیلیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشاورت کی اجازت تھی اور ان میں رد و بدل کی بھی مجال تھی کیونکہ قیاس کا اعتبار اور مشورہ کا امر رد و بدل کی صورت کے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ غزوہ بدر کے قیدیوں کے قتل اور فدیرہ میں اختلاف رائے واقع ہوا تھا اور سیدنا

۱۔ بخاری ص مسلم مشکوٰۃ ص ۲۲۴ ۲۔ ترمذی ص ۱۲۱ ۳۔
۴۔ رد ورفض ص ۱۲۱ ۵۔ الاثر ۲ ۶۔ آل عمران ۱۵۹

فاروق عظیم رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا مشورہ دیا تھا اور وحی بھی ان کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہے

جب صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے مخالف رائے دیتے تھے اور ان کا یہ اختلاف رائے نہ قابلِ مذمت تھا اور نہ ہی لائقِ ملامت اور نہ ہی ان کے خلاف وحی نازل ہوئی تو سیدنا علی المرتضیٰ کریم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ بعض امور اجتہاد میں مخالفت کرنا کس طرح کفر ہوگا اور ان کے مخالف کیونکر مطعون اور قابلِ ملامت ہوں گے۔

◎ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض اور عداوت رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ کفار کے نام سے موسوم کرتا ہے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ان معاندین کو جملہ فرقوں سے بدتر فرقہ قرار دیا ہے: ملاحظہ ہو!

بذمیرین جمع فرق مبتدیان جماعہ اندکہ باصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام بغض دارند اللہ تعالیٰ در قرآن مجید خود ایشان را کفار می نامد لیغیظ بہم الکفاد

◎ بعض فقہاء نے اپنی عبارات میں کان معاویہ اماماً جائراً لکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں لفظ جور استعمال کیا ہے جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے عذابِ نار سے بچاؤ اور ہادی و مہدی بنانے کی دعا فرمائی ہے، جیسا کہ ارشادِ نبوی (علی صابہا الصلوٰۃ) وَقِهِ الْعَذَابُ اور اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَمَهْدِيًا سے آشکار ہے اس لیے اس جور سے مراد یہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، خلافت کے حقدار نہ تھے بلکہ ان کی حکومت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت

۱۔ دفتر دوم مکتوب ۹۶ ۲۔ دفتر دوم مکتوب ۳۶ ۳۔ دفتر اول مکتوب ۵۴

۴۔ مسند احمد ص ۲۲۵ ۵۔ ترمذی ص ۲۲۵

اور ان کے حق میں خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد مستحق ہوتی یوں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اِذَا مَلَكَتِ النَّكَاسُ فَأَحْسِنْ کے مصداق ٹھہرے اور امیر المؤمنین قرار پائے یہی اہلسنت و جماعت کا موقف ہے۔

بغض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دل نکالنا

حضرت مولانا ہاشمی کشمی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک جوان طالب علم سادات کرام میں سے میرا دوست تھا اس نے بیان کیا کہ میں ایک شب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس میں آپ کے ایک جملے پر نظر پڑی کہ ”حضرت امام مالک حضرت امیر معاویہ کو برا کہنا حضرات شیخین (صدیق و عمر) رضی اللہ عنہم کو برا کہنے کے برابر جانتے تھے اور جو حد شیخین (رضی اللہ عنہما) کے برا کہنے والے پر تجویز فرماتے تھے وہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے برا کہنے والے پر تجویز فرماتے تھے“

چونکہ میرے دل میں حضرت امیر معاویہ کی طرف سے کینہ تھا اس لیے میں اس تحریر کو دیکھ کر بہت آزرده ہوا اور حضرت مجدد کے مکتوبات کو زمین پر پھینک کر سو گیا۔ رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ غصہ کی حالت میں تشریف لائے اور میرے دونوں کانوں کو پکڑ کر فرماتے ہیں اے طفل نادان! تو ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے اور اے زمین پر پھینکتا ہے اگر تجھے میری تحریر کا اعتبار نہیں ہے تو میں تجھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لے چلتا ہوں آپ اسی طرح کشاں کشاں مجھ کو ایک باغ میں لے گئے اور اس کے ایک گوشے میں مجھے

بٹھا دیا۔ اس باغ میں ایک عالی شان عمارت تھی جس میں ایک بزرگ تشریف فرما تھے آپ انڈر تشریف لے گئے اور نہایت ادب و تواضع سے سلام کیا انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا اور ملاقات فرمائی پھر آپ ان بزرگ کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے اور کچھ گفتگو کی، آپ اور وہ بزرگ دور سے میری طرف دیکھتے اور کچھ اشارات کرتے تھے اس کے بعد آپ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ یہ حضرت علی کریم اللہ وجہہ تشریف فرما ہیں سنو! کیا فرماتے ہیں؟ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے زبان گوہر فشاں سے فرمایا ”خبردار ہرگز نہ ہرگز اصحاب رسول (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے ساتھ کبھی کینہ نہ رکھنا اور ان بزرگوں کی ملامت میں ایک حرف بھی نہ بان پر نہ لانا اس بات کو ہم اور ہمارے بھائی ہی جانتے ہیں کہ کن نیک نیتوں کے ساتھ ہماری منازعت واقع ہوئی تھی، پھر حضرت مجدد پاک کا نام لے کر فرمایا کہ ان کے کلام کا بھی انکار نہ کرنا..... شخص مذکور بیان کرتا ہے کہ باوجود اس نصیحت کے میرا دل کدورت سے پاک نہ ہوا تو حضرت علی نے آپ کو حکم دیا کہ اس کا دل ابھی تک صاف نہیں ہوا ہے اور تھپڑ مارنے کا اشارہ فرمایا۔ حضرت مجدد پاک نے زور سے ایک تھپڑ میری گدی پر مارا تب میں نے اپنے دل کو اس کدورت سے پاک و صاف پایا اور اس جواب خطاب کی لذت آج تک میرے دل میں موجود ہے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے معارف کے ساتھ اعتقاد بہت زیادہ ہو گیا ہے۔“

المختصر حضرت امام ربانی قدس سرہ خیر الامور اوسطہا کے مطابق انفرادی و تفریط سے ہٹ کر راہ اعتدال کو بیان کر کے عقائد اہلسنت کی کشف صحیح اور الہام صریح کے ذریعے تائید فرماتے ہیں اور ایسی تجاریہ و تقاریبی نہیں پڑھ اور سن کر صحابہ کبار اور اہل بیت اطہار کے درمیان عدوت و نفرت کا اشارہ یا کنایہ بھی ملتا ہو منع فرماتے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا

اللَّهُمَّ وَفَّقْنَا لِتَصْحِيحِ الْعُقَايِدِ الدِّينِيَّةِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الرُّسُلِينَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ

مولانا محمد نعیم اللہ خان خیالی اور علامہ نصر اللہ ہوتکی رحمۃ اللہ علیہما نے
مکتوبات امام ربانی کی جزوی شرح لکھی ہیں۔ مگر حضرت علامہ محمد
سعید احمد مجددی علیہ الرحمۃ کی شرح کارنگبالکل منفرد ہے انہوں نے
اردو میں شرح لکھ کر ارباب طریقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا فرمایا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ
(کراچی)



مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی اردو میں یہ واحد شرح ہے اور
حق یہ ہے کہ خوب شرح کی ہے۔

شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور



البینات، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دقیق فارسی مکتوبات کی
ایسی شرح ہے، جو خوش قسمتی سے اردو زبان میں ہے۔ جب سے
پاکستان میں فارسی کو زوال آیا ہے، یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ آپ کے
مکتوبات کا یہ ایسا مجموعہ ہے جو بھاری پتھر کی مانند ہے جسے صرف چند
علماء ہی اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن حضرت مولانا محمد سعید احمد مجددی مرحوم کی
اس شرح نے اسے خاص و عام کے لئے نہ صرف آسان بنا دیا ہے
بلکہ اسے متن اور مفہوم کے اتنا قریب کر دیا ہے کہ
صدیوں کا بُعد دور ہو گیا ہے۔

پروفیسر محمد اقبال مجددی

صدر شعبہ تاریخ

گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز (لاہور)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام علينا ورحمة ربنا

عالم الإدارة تنظيم الأئمة